معیار فصاحت

مین ترکِ لغات کی کامل بحث اور مؤلف کے ذوق کا اظہار ہے اور استادوں کی اسناد

مؤلفہ

مس العلما خان بہادر نواب عزیز جنگ بہادر ولا تخلص

سنہ ۱۳۳۷ھ

مطبع عزیز المطابع حیدرآباد دکن
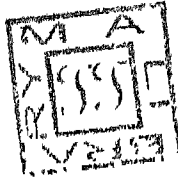
بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذات خدا نہین ہے کوئی بے عیب — مظہر اُس کا نبی برحق لاریب
ہے لفظ جو کل فصیح ہین آج رکیک — اس ذوق کا رازدان ہے لسان الغیب

بعد حمد و نعت و آل ے ہیچمدان عرض کرتا ہے کہ یہ رسالہ ایک مختصر سی فرہنگ
ہے جس مین اون الفاظ سے بحث ہوئی ہے جن کو بعض استادان معاصر زبان اردو
ے غیر فصیح اور قابل ترک قرار دیا ہے یہ الفاظ تالیفات ذیل سے ماخوذ ہین (۱) دستور الشعرا
ؤلفہ کمال لکھنوی (۲) اصلاح زبان اردو مؤلفہ عشرت لکھنوی (۳) قرار الاصطلاحات
ؤلفہ قرار شاہجہانپوری - رسالہ نمبر ایک کی تردید و تصحیح مین ضیا ے دہلوی نے
صحیح الدستور) کے نام سے اپنی ایک مختصر سی تالیف شائع فرمائی ہے جس مین
پ نے دستور الشعرا کی تصحیح فرمائی - ہم نے اس کتاب مین (تصحیح الدستور) سے بھی
د لی ہے - ہم حضرات کمال - عشرت - قرار و ضیا کے شکر گزار ہین جن ہمارون

بزرگون کی بدولت یہ مختصر و مفید رسالہ مرتب ہوسکا یہ وہی رسالہ ہے جس کا اشارہ ہم نے اپنی مختصر سوانح عمری اعنی (حیوۃ العزیز) کے گیارہوین باب مین کیا ہے جس کو ہم نے نیرنگ سخن کی تمہید قرار دیا ہے۔ اور اس رسالہ کو اُس کا ضمیمہ۔ یہ رسالہ (معیار فصاحت) سے موسوم ہے۔

فصاحت کا معیار

ہماری رائے مین فصاحت کا معیار فصحا کا کلام ہے۔ اور ہم متقدمین اور متاخرین اور متوسطین کو فصیح مانتے ہین اور معاصرین سے صرف ان استادونکو جو اردو کے سوا عربی و فارسی زبان سے بھی واقف اور استادان سلف کے پیرو ہون استادان معاصر جب تک بالاتفاق کسی لفظ کو ترک نہ کرین ہم اس ترک کو ترک نہین خیال کرتے۔ اور جس لفظ کو اتفاق نے متروک قرار دیا ہو۔ اگر اس کا استعمال استادان سلف کے کلام مین ہے تو ہم اس کو غیر صحیح اور غیر فصیح نہین کہتے۔ بلکہ اس کے ترک کو معاصرین کا خاص ذوق خیال کرتے ہین۔ شعراے معاصر کو کامل اختیار ہے کہ ترک الفاظ کے متعلق اپنے ذوق سلیم پر عمل کرین۔ اور شعراے سلف سے جس کا طرز انکو پسند ہو اسکو اختیار کرین۔ یہی رنگ ہے استادان معاصر فارسی و عربی کا۔ لیکن اُردو کی بدقسمتی سے بعض معاصرین اہل زبان نے بعض الفاظ مستعملہ استادان سلف پر غیر فصاحت کا جو دھبہ لگایا ہے جس کے ذریعہ سے حلقۂ زبان کو تنگ کرنا چاہا ہے ان کا یہ طرز ہمارے ناپسند ہے (تصحیح الدستور) مین جو مسئلہ فوائد اور خوبیان بیان ہوی ہین انکو اسکی شان تحریر نے مخفی کر دیا۔ اور ہم نے اس قرابۂ مخلوط سے گلاب کا عطر کھینچا ہے۔

افسوس ہے کہ کمال لکھنوی کا رسالہ (دستور الشعرا) ہم کو نہین ملا۔ قول کمال کی جو نقل ہم نے اس رسالہ مین کی ہے وہ (تصحیح الدستور) سے نقل النقل ہے صاحب (تصحیح الدستور)

کے طرز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے (دستور الشعرا) کے چند الفاظ کو چھوڑ دیا ہے ہمارا خیال ہے کہ غالباً آپ کو اسکی تردید کے لئے ساز و سامان نہ ملا ہو۔

ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ ان ۳ رسائل کے سوا جو ہماری اس تالیف کے ماخذ ہین اور چند رسائل بھی متعلق بہ ترک الفاظ دلی اور لکھنؤ سے شائع ہوے ہین۔ آیندہ زمانے مین اگر وہ رسائل بھی ہم کو ملین تو ہم اس کتاب کی طبع ثانی مین اون الفاظ سے بھی بحث کرینگے جنکے ترک کی ہدایت اون رسائل مین ہو (انشاء اللہ تعالیٰ)

معزز ناظرین سے ہم کو امید ہے کہ اگر ہماری اس تالیف مین ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو براہ مہربانی اس سے ہم کو آگاہ فرماکر شکر گزاری کا موقع دین تاکہ ہم سکنڈ اڈیشن مین اس کی اصلاح کرسکین۔ فقط

خادم الشعرا
عزیز جنگ ولا

الف ممدودہ

آبادی عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اسکا استعمال سقوط یاے تحتانی کے ساتھ غیر فصیح ہے **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ ہمارا ذوق بھی سقوط یا کو پسند نہین کرتا لیکن ہم اسکو غیر فصیح نہین خیال کرتے (امیر ؎) بادہ خوارون کا زمانے سے جدا عالم ہے \ بہشیان ہوتی ہین آبادی اکثر باہر

آپہی کمال لکھنوی نے فرمایا ہے کہ اس کا استعمال بروزن فعلن قابل ترک ہے۔ ضیا دہلوی نے کہا ہے کہ آپہی بروزن فعلن اور آپہی بروزن فاعلن دونون طرح مستعمل ہے اس طرح پر کہ جب فعلن کے وزن پر آےگا تو یاے فارسی کو ہاے ہوز کے ساتھ ملاکر لکھا جاےگا اور جب فاعلن کے وزن پر آئے تو دیے علیحدہ

مرقوم ہوگی مؤلّف عرض کرتا ہے کہ جناب امیر
مینائی نے امیر اللغات مین اس کو ترک (آپ ہی
یا آپی) کو قائم فرمایا ہے اور صاحب فرہنگ آصفیہ
نے بذیل (آپ ہی) اپنے کلام سے (آپہی) کی سند
دی ہے (س) جب کوئی بھی ملا نہ ہمین اپنا
دردمند ؛ ہم آپہی سوگوار اپنے اپنے واسطے ؛
میر تقی کے کلام مین (آپہی آپ) کا استعمال
پایا جاتا ہے (س) آتا ہے دل مین حال بہ اپنا
بھلا کہون ؛ پھر آپہی آپ سوچ کے کہتا ہون
کیا کہون ؛ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ دلّی مین
اس کا استعمال ہے اور لکھنؤ مین متروک
مؤلّف کی رائے مین دونون طرح استعمال
ہو سکتا ہے لیکن مؤلّف کا ذاتی ذوق یہ ہی
کہ یا تو (آپ ہی) بروزن فاعلن استعمال کرین
یا (آپی) بروزن فعلن بدون ہا ۔

آپی عشرت لکھنوی اور قمر شاہجہانپوری
فرماتے ہین کہ بمعنی (آپ ہی) قابل ترک ہے جناب
امیر نے امیر اللغات مین اس کو قائم فرمایا
اور اس کے غیر فصیح ہونے کا کوئی اشارہ
نہیں فرمایا ہے مؤلّف کا ذوق اس کے
استعمال کو پسند کرتا ہے اور متعدد استادون
کے کلام مین بھی اس کا استعمال پایا جاتا ہے
(ناسخ س) اٹھ گئی جب سے دوئی ناسخ تو
کہتا ہون یہی ؛ آپ ہی شاہد ہے آپی رند
شاہد باز ہے ؛ (ظفر س) کسی کی عقل پر کرتے
نہین یہ عشقبازی ہم ؛ جو نادان ہین تو آپی
ہین جو عاقل ہین تو آپی ہین ؛ (وزیر س)
بہت کچھ کھو کے پائی اس نے راہ خود فراموشی
دل گم گشتہ آپی خضر ہے اپنے بیابان کا ؛
(ذوق س) کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا
تو کیا مارا ؛ جو آپی مر رہا ہو اسکو گر مارا تو کیا
مارا ؛ (رشک س) تم کو خط لکھنے مین کھلتا
ہے قلمدان آپی ؛ کیا کرین تاب قلم پر
نہین قابو ہم کو ؛ (ولہ س) پھرتا ہون
گرد یار آپی ؛ گردش ایام کی نہین ہے ؛

آتش کمال لکھنوی نے فرمایا ہے کہ اس کا
استعمال بکسر تا غلط اور قابل ترک ہے ضیا
دہلوی نے اس کی تردید کی ہے مؤلّف

عرض کرتا ہے یہ فارسی زبان کا لفظ ہے صاحب
برہان قاطع نے لفظ آتش پر لکھا ہے کہ
(آتش در ہمہ فرہنگہا بکسر تاے قرشت آمدہ
و با دانش قافیہ شدہ) فارسی مین بفتح و کسرہ
تا دونون طرح استعمال ہے اردو مین بھی اس
کا استعمال دونون طرح غلط نہین ہے ہمارا
ذوق ذاتی یہ ہے کہ ہم فارسی مین دونون طرح
استعمال کرتے ہین۔ اور اردو مین بفتح فوقانی
ہی پسند کرتے ہین۔ اپنا اپنا ذوق اور استاد
زبان اردو کے کلام مین بھی ہم نے بالکسر
نہین پایا۔

آتے | قرار شاہجہانپوری فرماتے ہین آنے
والے کے معنون مین اب اس کا استعمال
نہین ہے اور قابل ترک ہے مؤلف کا
ذوق اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے جناب
امیر نے بھی استعمال فرمایا ہے (س)
پادشاہ ہوتا ہے دربار در پیر مغان ؛ سیکڑون
جاتے گئے سیکڑون آتے آئے۔

آجاے ہے | عشرت لکھنوی اور قرار
شاہجہانپوری فرماتے ہین اس کا استعمال
بمعنی آجاتا ہے قابل ترک ہے مؤلف عرض
کرتا ہے کہ غالب اور ذوق کے کلام مین اس
کا استعمال موجود ہے اور ہمارا ذاتی ذوق
عشرت و قرار کے موافق ہے (غالب س)
کبھی نیکی بھی اس کے جی مین گر آجاے ہے
مجھ سے ؛ جفائین کرکے اپنی یاد شرما جاے
ہے مجھ سے ؛ (ذوق س) نزع مین بھی
ذوق کو تیرا ہی بس ہے انتظار ؛ جانب
در دیکھ لے ہے ہوش جب آجاے ہے ؛
جن شعرا کو غالب و ذوق کا طرز پسند ہے وہ
اس کا استعمال بے تکلف کرسکتے ہین ؛

آخرش | قرار شاہجہانپوری فرماتے ہین
کہ اب یہ بمعنی آخر مستعمل نہین ہے مؤلف
عرض کرتا ہے کہ فارسی زبان کا لغت ہے
جناب امیر۔ امیر اللغات مین فرماتے ہین
کہ چونکہ شین اس لفظ مین زائد ہے اس لئے
محققین لکھنؤ کو اسکی صحت مین کلام ہے اور
مستند شعراے لکھنؤ کے کلام مین نہین ملا۔

مگر اس وجہ سے کہ قدما و متاخرین شعرائے دہلی کے کلام میں بکثرت پایا گیا۔ اردو میں اس کے غلط ہونے کی رائے نہیں دی جاسکتی۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ لفظ اپنی زبان میں صحیح ہے۔ اور لغات فارسی میں اس کا ذکر ہے اور ہماری تالیف (آصف اللغات) میں بھی ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اساتذۂ اردو نے بھی بکثرت استعمال کیا ہے۔ ہمارا ذوق اردو میں بھی اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے (ذوق ؒ) ہوتی ہے جمع زر سے پریشانی آخرش ؛ درہم کی شکل و صورت درہم سے کم نہیں ؛ (ولہ ؒ) تو ن دل اور پیکان دونوں سینے میں رہے ؛ آخرش دل بہ گیا خون ہو کے پیکان ہی رہا ؛ (ظفر ؒ) کہہ دو غنچے سے نہ چھوٹے دشت زر پر باغ میں ؛ آخرش جاتا ہے یان سے ہاتھ بالکل جھاڑ کے ؛ (سودا ؒ) بڑھ بڑھ کے آخرش وہ لگے تو ہیں داغنے ؛ اُنس پہلے پر جھان سے جز اثر کی ہو رہے مار ؛ (سوز ؒ) چار دن قاقم و سنجاب بچھایا تو کیا ؛ آخرش جان مری تو ودہ خاکستر ہے ؛ (جرأت ؒ) بس چلا کچھ نہ مرا اس بت عیار سے آہ ؛ آخرش لے ہی گیا دلکو وہ عیاری سے ؛ (انشا ؒ) آخرش ہو کے جوان پھر تو کسے بہا دیگا ؛ چند روز اور رہے مہمان یہ گالی دینا ؛

آ رہی عشرت لکھنوی اور قرار شاہجہان پوری فرماتے ہیں کہ آ گئی کے معنوں میں اب یہ غیر مستعمل اور متروک ہے **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ جناب امیر نے آ رہنا کا ذکر امیر اللغات میں فرمایا ہے۔ استادوں کے کلام میں اس کا استعمال ہے ہمارا ذوق اس کے ترک کے خلاف ہے (ناسخ ؒ) ہمارے ہاتھ سے دامن جھٹک کر تو گیا ہمدم ؛ گریبان آ رہا بس ایک ہی جھٹکے میں دامن پر ؛ (ولہ ؒ) آ رہی ہے تن پرستی حق پرستی کے عوض ؛ رہ گیا ہے گاؤ خواری سے نشان اسلام کا ؛ جناب امیر نے اس

شعر کے بعد یہ اشارہ فرمایا ہے کہ "اب رہ گئی ہے
اس جگہ زیادہ بولتے ہین" (مومن سے) بنا بگی
کام آ رہی آخر ٭ مین نہ کہتا تھا کیون سلام مرا ٭
مؤلف کا ذوق اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے

آسان پھرنا عشرت لکھنوی نے اس کو
متروک کہا ہے اور فرمایا ہے کہ غیر فصیح ہے
اور اس کے عوض (آسانی سے پھرنا) مستعمل
مؤلف عرض کرتا ہے کہ استادان معاصر نے
اس کا استعمال کیا ہے جو عشرت سے زیادہ معتبر
مانے جاتے ہین اور ہمارا ذاتی ذوق اس کے
استعمال کو پسند کرتا ہے (داغ سے) قاتل نے
وقت ذبح لیا جب خدا کا نام ٭ خنجر ہمارے حلق
پہ آسان پھر گیا ٭

آشناؤن عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ
دوستون کے معنون مین اس کا استعمال
غیر فصیح اور قابل ترک ہے **مؤلف** عرض
کرتا ہے جناب امیر کا رتبہ استادان معاصرین
عشرت سے بہت بڑھا ہوا ہے اور آپ نے
اس کا استعمال فرمایا ہے ہمارا ذوق بھی اسکے
موافق ہے (امیر سے) نہ مجنون سے نہ وامق
سے ہے نہ فرہاد ٭ مرے سب آشناؤن نے قضا کی ٭

آفتاب تیز ہے عشرت لکھنوی فرماتے
ہین کہ اب اس کا استعمال متروک اور غیر فصیح
اس کی جگہ (آفتاب گرم ہے) مستعمل **مؤلف**
عرض کرتا ہے کہ استاد داغ کے کلام مین اس
کا استعمال موجود ہے جن کا درجہ استادان معاصر
مین عشرت سے فائق ہے اور ہمارا ذوق
استاد داغ کے موافق (داغ سے) شام
ہونے تو دو چلے جاتا ٭ ہے ابھی آفتاب تیز بہت ٭

آگو قرار شاہ جہانپوری فرماتے ہین کہ اب
اس کا استعمال متروک ہے اور غیر فصیح اس
کے عوض (آگے) کا استعمال ہے۔ جناب
امیر نے امیر اللغات مین اس کو ترک فرمایا ہے
اور صاحب فرہنگ آصفیہ فرماتے ہین عورتین
زیادہ بولتی ہین اور اب یہ لفظ ٹکسال سے
باہر ہے **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ اگرچہ شاد
کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا
ذاتی ذوق اس لفظ کے خلاف ہے (شاد سے)

مقابل جیسے خوش چشموں کے ہے تو یہ ہرن
آئے تری آنکھوں کے آگے
آن پہنچی قرار شاہ جہانپوری فرماتے ہیں
کہ اب اس کا استعمال نہیں ہے اس کے عوض
(آ پہنچی) مستعمل اور فصیح ہے مؤلف عرض
کرتا ہے کہ صاحب فرہنگ آصفیہ نے (آن
پہنچنا) کا ذکر فرمایا ہے اور کوئی اشارہ اس
کے غیر فصیح ہونے کا نہیں فرمایا (مخزن
المحاورات اردو) میں جلال نے (آ پہنچنا)
کا مرادف لکھا ہے۔ ذوق کے کلام میں بھی
اس کا استعمال ہے اور ہمارے ذوق کے
بھی موافق ہے (ذوق سے) آن پہنچی
سر گرداب فنا کشتی عمر ۔ ہر نفس باد مخالف
کا ہے جھونکا ہم کو ۔
آنکر کمال لکھنوی نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ
بمعنی آ کر غیر فصیح اور قابل ترک ہے اور
ضیائے دہلوی نے اس کی تردید کی ہے
اور فصیح مانا ہے اور اپنے خیال کی تائید میں
نظم لکھنوی (نواب حیدر یار جنگ بہادر)
طبا طبائی) کے زبانی ارشاد کا حوالہ دیا ہے
اور کسی استاد کے کلام سے کوئی سند نہیں دی
امیر اللغات اور فرہنگ آصفیہ میں لفظ متروک
ہے مؤلف کا ذوق اس کے استعمال کو نہیں
پسند کرتا۔
آن کے عشرت لکھنوی اور قرار شاہ
جہانپوری فرماتے ہیں اب یہ متروک ہے اور
غیر فصیح۔ اس کے جگہ (آ کے) مستعمل ہے
صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس کو (آ کے)
کا مرادف کہا ہے اور کوئی اشارہ غیر فصیح
ہونے کا نہیں کیا جناب امیر مینائی نے
امیر اللغات میں اسکو قائم نہیں کیا استادوں
کے کلام میں اس کا استعمال موجود ہے (میر
حسن سے) کہے تو کہ شب چاند نے آن کے ۔
نکالا ہے منہ کھیت سے دہان کے ۔ (نظیر
سے) پیش جاتی نہیں ہرگز کوئی تدبیر نظیر ۔
کام جب آن کے پڑتا ہے زبردستوں سے ۔
(سودا سے) ہم تو قفس میں آن کے خاموش
ہو رہے ۔ اے ہم صفیر فائدہ ناحق کے شور کا

(مومن سے) غیر عیادت سے بڑا مانتے ہیں قتل
کیا آن کے اچھا کیا مؤلف عرض کرتا ہے
کہ غیر فصیح کہنا غلطی ہے۔ ہمارا ذوق البتہ اسا
کے استعمال کو نہین پسند کرتا۔

آواز کی عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ
غیر فصیح اور متروک ہے اس کے عوض آواز
دی مستعمل اور فصیح ہے مؤلف عرض کرتا
ہے کہ استادون نے اس کا استعمال کیا ہے اور
ہمارا ذوق اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے
(ناسخ سے) سنسان ہے کیا ہجر مین کاشانہ
ناسخ ہیں بولانہ کوئی مین نے کئی بار کی آواز ہیں

آوے قرار شاہجہانپوری فرماتے ہین
کہ اب اس کا استعمال نہین ہے۔ اسکے عوض
(آتا ہے) مستعمل کمال لکھنوی نے فرمایا ہے
کہ آوے۔ پاوے۔ رووے۔ سووے۔
وغیرہ سب قابل ترک و غیر فصیح ہین ان کے
عوض آئے۔ پائے۔ روئے۔ سوئے فصیح
ہین۔ ضیاے دہلوی نے کمال کی راے کو
تسلیم کیا ہے اور رنا القصائی کی جو تصحیح کا عنوان
قائم فرمایا۔ مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ
انشا کے کلام مین اس کا استعمال موجود ہے
مگر ہمارا ذوق کمال کے ساتھ متفق ہے
لیکن یہ ضرور نہین ہے کہ بقول قرار (آئے)
کے عوض (آتا ہے) کو ترجیح دیجاے (انشا
سے) ہاتھ آوے کس کو آپ سے عیار کا
مزاج ہیں ہے اندنون کچھ اور ہی سرکار کا
مزاج ہیں واضح ہو کہ اگر استعمال انشا مین
بجاے (آوے) (آتا ہے) قائم کیا جاتا
تو مقصد اور ذوق زبان کے خلاف ہوتا۔
(آتا ہے) حال ہے اور (آوے) مضارع
اسکی کوئی وجہ نہین کہ مضارع کے موقع پر
حال کا استعمال فصیح جانین۔ بلکہ ایسا کرنا
غیر فصیح ہوگا۔ اس حد تک ہمارے ذوق
کے بھی موافق ہے کہ آوے کے عوض آئے
کا استعمال ہو۔

آئے ہے قرار شاہجہانپوری نے فرمایا
ہے کہ اس کا استعمال بجاے (آتا ہے) فصیح
نہین۔ قابل ترک ہے مؤلف عرض کرتا ہے

کہ اگرچہ ذوقؔ کے کلام مین اس کا استعمال
ہے لیکن ہمارا ذوق (آتا ہے) کو پسند کرتا ہے
(ذوقؔ سہ) دانہ خرمن ہے ہمین قطرہ ہے
دریا ہم کو ۔ آئے ہے جز مین نظر کل کا
تماشا ہم کو ۔

الف مقصورہ

ابکی کمالؔ لکھنوی نے فرمایا ہے کہ اسکو بیاے
معروف استعمال کرنا غیر فصیح اور قابل ترک
ہے ۔ ضیاؔے دہلوی فرماتے ہین کہ اس کا
استعمال لفظ مذکر کے ساتھ بیاے مجہول ہوگا
جیسے (ابکے سال) اور لفظ مؤنث کے ساتھ
بیاے معروف جیسے (ابکی بات) (ابکی فصل)
اور جب کوئی لفظ اس کے ساتھ نہ ہو تو بیاے
مجہول جیسے (دیکھیے ابکے کیا ہوتا ہے) اور
(ابکے تو کھو) (داغؔ سہ) داغون سے محبت
کے ہے دل صورت گلشن ۔ ان پھولون کی
اسے داغؔ بہار آئی ہے ابکے ۔ (تسلیمؔ لکھنوی
سہ) کوچے مین ترے ضعف کا یہ زور ہے ابکے
بس چلتے ہین ہم سایۂ دیوار مین دیکھے ۔ جناب
امیرؔ مینائی نے (ابکی) بیاے معروف کو ترک فرمایا ہے
اور (ابکے) بیاے مجہول کو قائم فرما کر لکھا ہے کہ بمعنی
اس دفعہ (۱) گزشتہ زمانے کیلئے (۲) موجودہ زمانے کیلئے (۳) آیندہ
زمانے کے لئے (ناسخؔ سہ) ابکے بہار مین
یہ ہوا جوش اے جنون ۔ سارا لہو ہمارے
بدن سے نکل گیا ۔ (آتشؔ سہ) ذکر فقیر
آگے اس بت کے بھولتا ہے ۔ ابکے گرہ مین
دو نگاہ زنار بہت ہین ۔ مؤلف عرض
کرتا ہے کہ غالباً لکھنو کا استعمال دلی کے
خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ جناب امیرؔ نے
(ابکی بیاے معروف) قائم ہی نہین فرمایا
اسی طرح جلالؔ لکھنوی نے بھی (سرمایۂ
زبان اردو) مین (ابکے بیاے مجہول) ہی
کو قائم فرمایا ہے اور جناب امیرؔ نے ناسخؔ کی
سند (ابکے بہار) کو بھی یاے مجہول ہی
سے لکھا ہے درحالیکہ بقاعدہ مبینۂ ضیاؔ
اس کی کتابت یاے معروف سے ہونی تھی
الحاصل مؤلف کا ذوق ۔ ضیاؔ کے ساتھ
اتفاق کرتا ہے اور کمالؔ کی تردید لازم نہین ہے

اٹھائیو کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ غیر فصیح ہے اور اب اس کے عوض اٹھاؤ یا اٹھانا مستعمل اور فصیح ہے۔ اسی طرح آئیو۔ جائیو۔ پیجیو۔ دیجیو۔ لیجیو وغیرہ اب متروک ہین ان کے عوض آؤ یا آنا۔ جاؤ یا جانا۔ پیو یا پینا۔ دو یا دینا۔ لو یا لینا مستعمل ہین۔ ضیا دہلوی فرماتے ہین اٹھائیو۔ آئیو وغیرہ مخاطب واحد کا خطاب ہے جیسے (تو اٹھائیو) اور جمع مخاطب کے محل پر اٹھاؤ جیسے (تم اٹھاؤ۔ تم اٹھانا) اور واحد کے لیئے تعظیمی صیغے جمع کے حکم مین ہین اگر علامت واحد مخاطب کے محل استعمال کے سب کلمے ترک کرکے اُن کے بدلے ہر جگہ علامت جمع مخاطب کے کلمے مستعمل ہون گے تو زبان بگڑ جائیگی۔ (الخ) اور آپ نے اپنے خیال کی تائید مین جلال لکھنوی کے کلام کی سند دی ہے (سه) گلہ نہ کیجیو اے دامن شب ہجران یہ کہ ہاتھ پہنچ کر گریبان دراز کرتے ہین ۔۔ (ولہ) امداد پوری کیجیو اضطراب دل یہ جھگڑا نہ کچھ لگا رہے پھر سا کسی سا ٹوٹکر ۔۔ (ولہ) سایا ہیچ ابر کا اٹھون پہر برسات مین ۔۔ آبرو رکھ لیجیو اے چشم تر برسات مین ۔۔ مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہماری یہ رائے ہے کہ قاعدہ بیان کردہ ضیا صحیح ہے اور چونکہ جلال لکھنوی کا استعمال بھی ہے۔ اسکو غیر فصیح نہین کہا جا سکتا۔ لیکن ہمارا ذوق کمال لکھنوی کی رائے کو اچھا پسند کرتا ہے کہ واحد کو بھی تعظیماً جمع سے مخاطب کرنا پسند تہذیب ہے جیساکہ انگریزی زبان مین (دئو) واحد کے لیئے متروک ہے اور (یو) مستعمل باوجود سے کہ یو (دئو) کی جمع ہے اپنا اپنا ذوق۔

اُٹھی ہوی تقدیر عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ طالع بلند کے لیئے اس کا استعمال اب غیر فصیح اور قابل ترک ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ استاد داغ کے کلام مین اس کا استعمال موجود ہے اور ہماری رائے مین داغ کا مرتبہ عشرت سے فائق ہے پس خواہ مخواہ وسعت زبان کو گھٹانے کی کوئی وجہ نہین (داغ سه) گریباں ۔۔ ہے اور تو اپنا عروج یہ اسے قضا مل جا

کسی اچگی ہوئی تقدیر سے ؎

اخیر قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین کہ اس کا استعمال بمعنی آخر اب نہین ہے جناب امیر مینائی نے امیر اللغات مین اس کا ذکر فرمایا ہے اور کوئی اشارہ غیر فصاحت کا نہین فرمایا استادون کے کلام مین اس کا استعمال کثرت سے ہے اور مولف کا ذوق اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے (فقرہ عروہندی) ساون کا اخیر ہفتہ برسا لیکن نہ دریا جاری ہوئے نہ طوفان آیا (صبا سے) شراب عیش کدورت مآل ہوتی ہے ؎ اخیر دور مین چلتا ہے جام تلچھٹ کا ؎ (ذوق سے) نہ ہے ثنا کے لئے تیری اختتام و تمام ؎ نہ ہے دعا کے لئے تیری انتہا و اخیر ؎ (قلق سے) عمر بھی اس کی ہو چکی تھی اخیر ؎ بعد دو چار دن کے وہ دلگیر ؎ چمن خلد کا صفیر ہوا ؎ مرغ سدرہ کا ہمصفیر ہوا ؎ (آتش سے) اخیر ہو گئے غفلت مین دن جوانی کے ؎ بہار عمر ہوئی کب خزان نہین معلوم ؎ (داغ سے) فلک سے طور قیامت کے بن نہ پڑتے تھے ؎ اخیر اب تجھی آشوب روزگار کیا ؎ (ولہ سے) ہمارے نالون سے اٹھ اٹھ کے حشر چیخ اٹھا ؎ اخیر بیٹھ رہا تھک کے یار کے در پر ؎ (نواب میرزا شوق سے) پاگئی جب قرار یہ تدبیر ؎ آئی نوچندی بھی رجب کی اخیر ؎ جناب امیر نے اس شعر کے بعد یہ اشارہ فرمایا ہے کہ لکھنو مین اس جگہ آخر زیادہ کہتے ہین (داغ سے) تڑپ پھر اے دل نادان کہ لوگ کہتے ہین ؎ اخیر کچھ نہ بنی صبر اختیار کیا ؎

ارمان کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ لفظ ہندی ہے اس کا استعمال بعطف و اضافت و اخفاے نون بقاعدہ فارسی غلط ہے شفیق دہلوی نے اسکو فارسی کہا ہے مولف عرض کرتا ہے کہ ہم نے اپنی تالیف (آصف اللغات) کی چوتھی جلد مین اس کے ماخذ کا بیان کیا ہے اور اسکو مفرس مانا ہے پس اس کا استعمال اردو مین بقاعدہ عطف و اضافت و باخفاے نون صحیح ہے

اور استادان معاصر سے جلال لکھنوی کا استعمال
بھی موجود ہے (س) ندآنا دلمین تم کولوٹا
لینگے حسرت وارمان ہکہے دیتا ہون مین کچھ
تھنگ بھی اس منزل مین رہتے ہین (ولد س)
بوسۂ دست حنائی وصل مین جب تک ملے ؛
دل پکارا لو مبارک خون ارمان ہوگیا ؛

آخر کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ اس کا
استعمال بمعنی (سے) اردو مین غیر فصیح اور
متروک ہے ضیاے دہلوی نے اس کی تردید
کی ہے **مولف** عرض کرتا ہے کہ ہمارا ذوق
ضیا سے متفق ہے استادان اردو کے کلام
مین اس کا استعمال کثیر ہے (برق س)
ہزار حیف کہ بعد از وفات یار آیا ؛ خزان
جب اپنی ہوئی موسم بہار آیا ؛ (ناسخ س)
شکل انکی دیکھکر ہوتا ہے استغنا مجھے ؛
بخیل اس عہد کے آخر کم از حاتم نہین ؛
(جلال س) مرے جذب کا تم اثر دیکھ
لینا ؛ دل از خود کھنچیگا ادھر دیکھ لینا ؛

اسامی کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ اسکا
استعمال بمعنی مفرد غلط ہے۔ ضیاے دہلوی
نے اس کی تردید مین فرمایا ہے کہ گو یہ لفظ
عربی مین جمع الجمع ہے۔ لیکن اردو مین
مفرد کے محل پر مستعمل ہے۔ اور اسکی جمع
اردو مین اسامیان اور یہ لفظ جہند کہلائیگا
مولف عرض کرتا ہے کہ جناب امیر مینائی نے
امیر اللغات مین بھی ایسا ہی فرمایا ہے ہم کو
دونون بزرگون سے اتفاق ہے (غالب
س) حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو
خرامی ؛ دل جوش گریہ مین ہے ڈوبی ہوئی
اسامی ؛ (ظفر س) پڑتی ہر رہبر والفت پہ
نہین انکی نگاہ ؛ ڈھونڈتا کوئی اسامی ہے
وہ رہبر واونچی (سرور س) باقی واردون
مین سب سے نامی ہے ؛ یہ بڑی نادہند اسامی
ہے (تقریظ امیر) کچھ اسامیان فرار ہی آئی
ہین ؛ **مولف** کو تعجب ہو کہ صاحب فرہنگ آصفیہ
نے اس کو الف ممدودہ کے ساتھ (آسامی)
لکھا ہے اور اسی کلام ظفر سے سند دی ہے
جو اوپر منقول ہے جس کا مصرع ثانی فرہنگ

آصفیہ مین یون لکہا ہے (ع) ڈہونڈہتا ہے
کوئی آسامی وہ سہرت اونچی ؎ دیوان ظفر
سے اسی مصرع کی تصدیق ہوتی ہے۔

اُس دلبر کمال لکہنوی فرماتے ہین کہ
یہ غیر فصیح اور متروک ہے اسی طرح (اُس
دلربا۔ اُس یار۔ اور وہ دلبر وہ دلربا۔
وہ دلدار۔ وہ یار) بھی متروک صرف دلبر دلربا
دلدار۔ یار کہنا فصیح ہے۔ ضیاے دہلوی
فرماتے ہین اور مؤلف کا ذوق بھی یہی ہے
کہ یہ الفاظ اور اس قسم کے دوسرے الفاظ
وہ اور اس کے ساتھ بہی زیادہ فصیح ہین
اس لیے کہ یہ دونون کلمے ایسے موقع پر تخصیص
کے معنے مین آتے ہین۔

اس سوا عشرت لکہنوی اور قرار شاہ
جہان پوری فرماتے ہین یہ غیر فصیح ہے بجاے
اسکے (اسکے سوا) مستعمل مؤلف عرض
کرتا ہے کہ استادون کے کلام مین اس کا
استعمال ہے کوئی وجہ نہین کہ ہم اسکو غیر
فصیح کہین (ناسخ ؎) مجھکو چھوڑا تو چھوڑ
غیر کو بھی ؎ اس سوا اور التماس نہین مؤلف
کا ذاتی ذوق البتہ اس کے خلاف ہے۔

اس طرح سے کمال لکہنوی فرماتے
ہین یہ مرکب متروک اور اسی طرح (جس
طرح سے) بھی غیر فصیح۔ ضیاے دہلوی
کو کمال سے اختلاف ہے۔ قرار شاہ جہان
پوری اور عشرت لکہنوی نے بھی اسکو متروک
قرار دیا ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ داغ
مرحوم کے کلام مین اس کا استعمال موجود ہے
اور داغ کا پایہ کمال و عشرت و قرار سے
فائق ہے اور ہمارا ذوق بھی داغ سے
متفق (ص) آئے بھی تو وہ منہ کو چھپائے
مرے آگے ؎ اس طرح سے آئے کہ
نہ آئے مرے آگے ؎

اس گھڑی کمال لکہنوی فرماتے
ہین کہ متروک اور اسی طرح (جس گھڑی)
(کس گھڑی) (اُس گھڑی) بھی غیر فصیح
انکی جگہ اسوقت۔ جسوقت۔ کسوقت۔ اُسوقت
یا اسدم۔ جسدم۔ کسدم۔ اُسدم کا استعمال

کرنا چاہئے۔ ضیا سے دہلوی کو کمال سے اختلاف
ہے آپ کی راے مین یہ سب لفظ حسب موقع
مستعمل ہو سکتے ہین اور اہلزبان نے ان کا
استعمال کیا ہے **مؤلف** کا ذوق بھی ضیا
سے متفق ہے۔

اُسنے سمجھا کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ
یہ متروک ہے اسی طرح (تم نے سمجھا) (مین نے
سمجھا) (ہم نے سمجھا) یہ بھی غیر فصیح ہین ان
کی جگہ (وہ سمجھا) (تم سمجھے) (مین سمجھا)
(ہم سمجھے) مستعمل ہین ضیا سے دہلوی فرماتے
ہین کہ اہلزبان کے روزمرہ مین سمجھنا کے
مشتقات دونون طرح مستعمل ہین اور روسے
قاعدہ تو استعمال نے کے ساتھ ہی ہونا چاہئے
لیکن نظم لکھنوی طباطبائی سے معلوم ہوا کہ
لکھنؤ مین دونون طرح بولا جاتا ہے **مؤلف**
عرض کرتا ہے کہ صاحب فرہنگ آصفیہ نے بھی
اس مصدر کو لازم اور متعدی کہا ہے ہمارا
ذوق بھی ضیا سے متفق ہے۔

اس نے ہنس دیا عشرت لکھنوی فرماتے
ہین کہ یہ غیر فصیح اور غیر صحیح ہے ہنس دینا مصدر
لازم ہے لہذا وہ ہنسدیا کہنا چاہئے **مؤلف**
عرض کرتا ہے کہ متقدمین نے بعض مصادر
لازم کو دینا کے ساتھ متعدی مانا ہے جیسے
(ہنسدینا) (رو دینا) اُستاد مومن کے
کلام مین (ہنسدینا) کا متعدی استعمال
ہے اور استاد داغ نے (رو دینا) کا استعمال
بھی بطور متعدی فرمایا ہے۔ ہمارا ذوق ان
دونون مسلم الثبوت استادان آخر الذکر کے
ساتھ موافق ہے (مومن سے) دیکھ اشک
لالہ گون رقیب اس نے ہنس دیا ٭ دیکھا
نہ میرے دیدۂ خونبار کی طرف ٭ داغ کی
سند (متقدر نے رو دیا) پر لکھی جائیگی۔

اضافہ کمال لکھنوی فرماتے ہین اس کا
استعمال بمعنی افزونی غلط ہے۔ ضیا سے
دہلوی کو کمال سے اختلاف ہے **مؤلف**
عرض کرتا ہے کہ ہم نے اپنی تالیف (آصف
اللغات) کی جلد پنجم مین اس کا تصفیہ کیا ہے
کہ فارسیون کا استعمال بمعنی افزائش بر سبیل

تعزیس ہے جناب امیر مینائی نے امیر اللغات
مین فرمایا ہے عربی بمعنی ہیٹی۔ ترقی جیسے
کانون کے ٹیکے مین ایکے دو سو کا اضافہ ہوا
ہے پس مولف کو جناب امیر سے اتفاق اور
کمال لکھنوی سے خلاف ہے۔

افتاد کمال لکھنوی فرماتے ہین یہ لفظ
فارسی مین بمعنی حادثہ مستعمل نہین ہے پس
ان معنون مین غلط ہے غیاث دہلوی فرماتے
ہین کہ فارسی مین اسکے معنے واقع ہونے کے
ہین پس بمعنی حادثہ مجاز ہے مولف عرض
کرتا ہے کہ افتاد بمعنی حادثہ اور سانحہ افتادن
کا اسم مصدر ہے (غفاری ہ) شد دل اندر
عاشقی جان ہم فدایش می رود این چہ
افتاد است کافتاد است یارب بر سرم
اب غیاث دہلوی غور فرمائین کہ یہ معنے مجازی
ہین یا حقیقی جناب امیر مینائی نے امیر اللغات
مین فرمایا ہے کہ (فارسی) بمعنی اتفاقیہ سانحہ
(نواب میرزا شوق ہ) نہین معلوم کیا پڑی
افتاد جو فراموش کی ہماری یاد (سحر ہ)

گرتے ہین کوہ الم اور فلک ٹوٹتے ہین یہ ایسی
ہی ہوتی ہے اس عشق کی افتاد آیا یہ صاحب
فرہنگ آصفیہ نے بمعنی روداد حادثہ کہا ہے
اور بمعنی اتفاق ہماری راے مین ان معنون
مین درست نہین ہے بلکہ زبان فارسی کا اسم
جامد ہے لیکن اردو مین اس کا استعمال بمعنی
آغاز و ابتدا جو ہوا ہے اس کے لحاظ سے یہی
یہ درست نہین ہے بلکہ (اردو) ہے (دیکھو
تصنیف کی تعریف جو (حیوۃ العزیز) کے گیارہوین
باب مین گزری (فقرہ نبات النعش) تم چاہو
تو انکی افتاد کو ایسا بگاڑ دو کہ جون جون بڑے
ہون خرابی کے لچھن سیکھتے جائین ما الحاصل
ہم کو کمال سے اتفاق نہین۔

افسوس عشرت لکھنوی فرماتے ہین
کہ اردو مین اس کا استعمال فانوس اور
مانوس کے قافیے مین قابل ترک ہے مولف
عرض کرتا ہے کہ اگرچہ استادان زبان اردو
کے کلام مین ایسا استعمال ہے لیکن ہمارا ذوق
عشرت سے متفق ہے (ناسخ ہ) کہل گیا سینے

پیرہن میں جسم مجھ بایوس کا ٭ ایک عالم کو
گمان ہے شمع اور فانوس کا ٭ گل نہیں جز
داغ حسرت گلستان دہر میں ٭ طور ہر برگ
شجر میں ہے کف افسوس کا ٭

افشان کمال لکھنوی فرماتے ہیں کہ افشان
ریزہ ہاے جبین معشوق کے معنوں میں یہ
لفظ غلط ہے اس لئے کہ فارسی میں ان
معنوں میں مستعمل نہیں ہے۔ تمنا
دہلوی نے کمال کی تردید کی ہے اور افشان
کو ان معنوں میں لغت فارسی مانا ہے مولف
عرض کرتا ہے کہ ہماری تحقیق میں [illegible]
(آصف اللغات) میں گزری یہ مرکب علیہ ہے
فشان کا اور فشان اسم مصدر ہے فشاندن
کا اور فارسی میں انھیں معنوں میں اس کا
استعمال ہے جس کا ذکر اوپر ہوا (محمد رضا
فکری سے) گل گل عرق کہ بر رخ پر خال
کردہ ٭ افشان نقرہ بر ورق آل کردہ ٭
شعراے معاصر اردو سے کمال لکھنوی ہی نے
بہ ترکیب اضافی اس کا استعمال کیا ہے تمنا [illegible]
آپ اسکی حقیقت سے واقف ہونگے ×

اک اشکال ہے عشرت لکھنوی فرماتے
ہیں کہ یہ غیر صحیح ہے اور استاد داغ کے شعر
ذیل میں (لکیریں جال ہے) کا استعمال بھی
درست نہیں ہے (لکیریں جال ہیں) کہنا
چاہیئے (داغ سے) بدنصیبی کو ٹھکانا اس سے
اک اشکال ہے ٭ میرے ماتھے کی لکیریں
کس بلا کا جال ہے ٭ مولف عرض کرتا ہے
کہ اشکال زبان عرب میں بمعنی دشواری و
دشوار مستعمل ہے اور اردو میں بھی اس کا
استعمال انھیں معنوں میں ہے (ناصر سے)
رحمت خدا کی پھر کیا کہئے کس قدر تھی ٭ آسان
ہوگیا جو اشکال پیش آیا ٭ پس استاد داغ کا
مستعمل فقرہ (اک اشکال ہے) کیوں غلط ٹھہرا
اور مصرع ثانی میں جو اصلاح فرمائی گئی ہے
وہ قابل غور ہے۔ استاد داغ فرماتے ہیں
کہ میرے ماتھے کی لکیریں کیا ہیں گویا بلا کا ایک
جال ہے اور اس بات سے بدنصیبی کو ٹھکانا ڈھونڈھنا
ہے اب معترض صاحب خود اس کو [illegible]

× اسکی پیشانی تابندہ کا عالم شب وصل ٭ کٹ گئے دیکھ کے انجم زر افشان کی طرح

کہ استاد داغ کی غلطی ہے یا عشرت نے غور سے
کام نہیں لیا۔

اگری کمال لکھنوی فرماتے ہیں کہ اگری بر
وزن اجنبی غلط اور اگری بر وزن سحری صحیح۔
ضیا سے دہلوی کہتے ہیں اگر ہندی ہے
ہندی میں فارسی قاعدہ قائم کرنا ہر جگہ
درست نہیں پس اگری بر وزن سحری خلاف
محاورہ ہے (آپ ہی کا قول ہے کہ) لکھنؤ
میں اگری بر وزن سحری مستعمل نہیں ہے بلکہ
اگری بر وزن اجنبی کا استعمال ہے **مؤلف**
عرض کرتا ہے اگر لغت سنسکرت ہے اور مفرس
(دیکھو آصف اللغات مؤلفہ بندہ) اس لحاظ
سے فارسی میں اس کا استعمال بہ یائے نسبت
صحیح ہے لیکن اردو میں اسکی پیروی لازم
نہیں۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے اگری
بروزن اجنبی قائم فرمایا ہے اور صراحت کی
ہے کہ دہلی میں بر وزن سحری مستعمل نہیں اور
رند مرحوم کی سند دی ہے (سہ) اگری کا ہر
گمان شک ہے ملاگیری کا ؎ رنگ لایا ہے
در پیشہ تر امیلا ہو کر ؎ آپ ہی کا قول ہے کہ
اردو میں کلمۂ دلی ابرابر نسبت کے واسطے
آتا ہے اور ہمزہ کے بغیر اس کا تلفظ ادا
نہیں ہو سکتا ؎ (انتہی) جناب امیر نے امیر اللغات
میں اسکو اگری بروزن سحری قائم فرمایا ہے
اور رند کے شعر مذکور کی سند دی ہے جس
میں اگری کو بفتح اول و دوم پڑھنے سے
بحر میں کوئی نقصان واقع نہیں ہوتا اور
مصحفی کی بھی سند دی ہے (سہ) کیونکر نہ
مرے داغوں سے بو آئے اگری ؎ میں سوختہ
ہوں اسکے لباس اگری کا ؎ نیز فرمایا ہے
کہ میر حسن نے بسکون کاف فارسی بھی استعمال
کیا ہے (سہ) وہ پشواز اگری وہ نرگس کے
ہار ؎ وہ کمخواب کی سندروی ازار ؎ آخر آپ
فرماتے ہیں کہ بعض لوگ غلطی سے اگری۔
چچری کے وزن پر بولتے ہیں (انتہی) اب
مؤلف عرض کرتا ہے کہ لکھنؤ کا استعمال
صحیح اور مفرس ہے اور دلی کا استعمال اگری
بروزن برتری اور میر حسن کا استعمال اگری

بروزن صرفی دونون مین یہ لفظ ہندی ہے اس لیئے کہ تفریس مین تصرف ہوا ہے پس اس لفظ کو ہندی خیال فرمانا صحیح نہین ہے۔

اگلانا عشرت لکہنوی فرماتے ہین کہ یہ غیر فصیح اور غیر صحیح ہے آپ اگلوانا کو صحیح مانتے ہین۔ امیر اللغات اور فرہنگ آصفیہ دونون مین اگلانا۔ اگلوانا دونون متروک ہین صرف اگلنا پر قناعت ہوئی ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگلنا متعدی بیک مفعول اور اگلانا۔ اگلوانا دونون متعدی بدو مفعول اور صحیح ہین۔ آتش نے اگلانا کا استعمال فرمایا ہے (سے) ہے بہ اُمید قوی زلف رسا کے یارسے ٭ گنج پنہانی مجہہ سے اگلائے دہان یار سے ٭ شعراے معاصر سے بعض نے اگلوانا کو بہتر سمجھا ہے مگر صرف اون کا خیال ہے استادان معاصر کا کوئی اتفاق ہماری نظر سے نہین گزرا ہم دونون کو فصیح سمجھتے ہین اور ہمارا ذاتی ذوق اگلوانا کے استعمال کو پسند کرتا ہے۔

اللہ اللہ رے کمال لکہنوی فرماتے ہین اب یہ تکرار اللہ متروک ہے۔ ضیاے دہلوی نے تردیدی شان پر بحث کی ہے اور استادون کے استعمال کا حوالہ دیا ہے۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے صرف (اللہ رے) کو قائم فرمایا ہے لیکن جناب امیر مینائی امیر اللغات مین (اللہ اللہ رے) کو قائم کرکے فرماتے ہین کہ مبالغہ کی جگہ کہتے ہین اور اب لکہنؤ مین صرف (اللہ رے) کہتے ہین (داغ سے) اللہ اللہ رے پریشانی مری ٭ زلف جانان بہی ہے دیوانی مری ٭ (جرأت سے) اللہ اللہ رے اس پردہ نشین کا پردہ ٭ آسمان کا ہے نہ جس سے نہ زمین کا پردہ ٭ (میر تقی دہلوی سے) میر دریا ہے سنو اس کو زبانی اسکی ٭ اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اسکی ٭ مؤلف عرض کرتا ہے کہ صاف بات یہ ہے کہ معاصرین لکہنؤ بغیر تکرار استعمال کرتے ہین اور دلی والے تکرار کے ساتھ اور ہمارا ذوق دونون طرح ہے۔ کمال لکہنوی کا قول اسکا مستحق نہ تھا کہ اسکی تردید یا تصحیح کیجاے اپنا اپنا ذوق ہے

المضاف عشرت لکھنوی فرماتے ہین
کہ اس کو عین کی تخفیف کے ساتھ استعمال کرنا
بالکل غلط ہے جیسا کہ آتش نے کیا ہے (س)
زہر پرہیز ہو گیا مجکو ؎ درد درمان سے المضاف
ہوا ؎ مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگر آتش کو
استاد زبان مانتے ہون تو انکی اس سند پر یہ
کہہ سکتے ہین کہ المضاف بمعنی المضاعف اردو
کا لغت ہے جیسا کہ (قرانبیق) بمعنی قرع
انبیق) اردو مین مستعمل جسکی بحث فرہنگ
آصفیہ مین ہے یہ رنگ کبھی پسندیدہ نہین
ہے کہ اردو کے الفاظ کا مقابلہ عربی اور
فارسی وغیرہ سے کرکے اونکو غلط ٹھہرائین
صدہا الفاظ زبان اردو مین ایسے ہین جنکو
اہلزبان نے السنۂ غیر سے لیا ہے اور تصرف
کیا ہے۔ اگر استادان معاصر بالاتفاق ان
سب الفاظ کو اپنی زبان سے خارج کر دینا پسند
کرین اور کامیاب ہون تو اونکے ساتھ المضاف
بھی رخصت ہو سکتا ہے اور قرانبیق کا بھی
منہ کالا - اور پھر (مرگ انبوہ جشنے دارد)
کا مصداق ہوگا۔ ہماری راے مین آتش کا
استعمال کبھی غلط نہین۔

النگ عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب
یہ غیر فصیح اور متروک ہے اس کے عوض
طرف کا استعمال ہے مؤلف عرض کرتا ہے
کہ ناسخ کے کلام مین اس کا استعمال ہے (س)
آئینہ خانۂ دل حیران ہے کیا وسیع ؎ سکندر
ایک اسی کی النگ ہے ؎ جناب امیر مینائی
نے امیر اللغات مین اس کا ذکر فرمایا ہے
اور کوئی اشارہ اس کے غیر فصیح ہونے
کا نہین فرمایا۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے
(النگ اور النگ پرآنا) کا ذکر فرمایا ہے
اگرچہ ہمارا ذوق بھی اس کے استعمال کو پسند
نہین کرتا لیکن ہم اس کو غیر فصیح نہین سمجھتے۔

انتظاری کمال لکھنوی فرماتے ہین
کہ یہ غلط ہے اور انتظار صحیح۔ ضیاے دہلوی
کہتے ہین کہ کبھی غلط نہین۔ صحیح ہے لیکن شعراے
اردو نے ترک کیا ہے اور غالب مرحوم نے
(عود ہندی) مین فرمایا ہے کہ مین نے آج

تک اردو مین انتظاری بمعنی انتظار نہ آپ لکھا
اور نہ اپنے شاگردون کو لکھنے دیا (انتہی)
جناب امیر مینائی نے امیر اللغات مین اسکو قائم
فرما کر ارشاد فرمایا ہے کہ یہ لفظ محققین متاخر
کے کلام مین بہت کم دیکھا گیا - اس کا ترک
مستحسن ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ میر
انیس مرحوم جو لکھنو کے فصحاے معاصر سے
تھے۔ آپ نے اس کا استعمال فرمایا ہے (سه)
فاطمہ آچکی ہین مجلس مین ؛ اب کہو کس کی
انتظاری ہے ؛ میرزا والا جاہ عاشق کے
کلام مین بھی مستعمل ہے (سه) بار ڈرا انکی بہت
اسے میکشو دو روز مین ؛ انتظار ہی فصل گل کی
انتظاری ابر کی ؛ قدما سے کلام میر مین بھی
اس کا استعمال ہے (سه) سر راہ چند انتظاری
رہے ؛ بھلا کب تلک بیقراری رہے ؛ ہمارا
ذاتی ذوق اس کے موافق ہے -

اندر | عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اسکا
استعمال بمعنی (مین) اب متروک ہے اس
محاورہ مین بولتے ہین البتہ بعض موقع پر فصیح
بھی ہے جیسے (اندر سے پان لے آؤ) یا
(اندر ہی اندر غائب ہو گئے) یا (اندر آؤ
باہر کیون کھڑے ہو) یا عورتین کہتی ہین
(اندر والا نہین مانتا) یعنی دل نہین مانتا
مؤلف عرض کرتا ہے کہ آتش کے کلام مین
اس کا استعمال بمعنی مین بھی ہوا ہے ہمارا
ذوق اس کے ترک کو نہین پسند کرتا (سه)
کیا انتظار یار کی حالت بیان کرون ؛ رہتی ہے
جان آنکھون کے اندر تمام رات ؛

اندر باہر لگے ہوے ہین | عشرت
لکھنوی فرماتے ہین کہ اس مین پہلو سے ذم
ہے لہذا قابل ترک مؤلف عرض کرتا ہے
کہ ہم کو اس سے اختلاف ہے چونکہ جناب امیر
مینائی کے کلام مین اس کا استعمال موجود ہے
جو مسلم الثبوت استاد معاصر اور فصیح الکلام
تھے لہذا اسکے فصیح ہونے مین ذرا تامل نہین
اور ہمارا ذوق بھی اس کے استعمال کا طرفدار
ہے کوئی پہلو ذم کا اس مین نہین ہے (سه)
کیا حال دل سناؤن جو جاسوس ہین پڑے

اندر لگے ہوے ہین باہر لگے ہوے ہین ؎

اندہیاری عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اس کا استعمال اب متروک اور اندہیری کا استعمال ہے۔ جناب امیر مینائی نے امیر اللغات مین صرف اسقدر صراحت کی ہے کہ اسکی جگہ اندہیری زیادہ مستعمل ہے **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ اپنا اپنا ذوق ہے اندہیاری کبھی غیر فصیح نہین ہے متعدد استادون کے کلام مین اس کا استعمال ہے ہمارا ذوق بھی اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے (ناسخ سہ) شہسواری کا جو اس چاند کے ٹکڑے کو ہے شوق ؎ چاندنی نام ہے شبدیز کی اندہیاری کا ؎ (منیر سہ) گرد راہ سمند خاص ؎ نقرۂ صبح کی ہے اندہیاری ؎

اندہیاریان عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اس کا استعمال بمعنی جمع اندہیاری غیر فصیح ہے **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ آتش کے کلام مین اس کا استعمال ہے غیر فصیح کیون ہونے چلا۔ البتہ ہمارا ذوق ذاتی اس کے خلاف ہے (آتش سہ) آے خط اس کے گورے گالون پر یہ تو نے کیا کیا ؎ چاندنی راتین یکایک ہو گئین اندہیاریان

انکھڑیان عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب بول چال مین نہین ہے۔ بلکہ آنکھ کی جمع آنکھین مستعمل ہین۔ جناب امیر مینائی نے امیر اللغات مین اس کا ذکر فرمایا ہے اور ترک کا کوئی اشارہ نہین ہوا بلکہ یہ صراحت ہے کہ پیارے معشوق کی آنکھون کو کہتے ہین **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ آنکھون مین انکھڑیون کی تخصیص معنوی کا لطف کہان ہے جو پیار سے متعلق ہے متعدد استادان سلف اور معاصر کے کلام مین اس کا استعمال موجود اور ہمارے ذوق کے موافق ہے (آتش سہ) ان انکھڑیون مین اگر نشہ شراب آیا ؎ سلام جھک کے کرونگا جو پھر حجاب آیا ؎ (ذوق سہ) انکھڑیان نہری لگا وٹ بازؔ ؎ دلربا بات بات کا انداز ؎ (سودا سہ) خیال ان انکھڑیونکا چھوڑ مت مرنے کے بعد بھی

ولا آیا جو تو اس میکدے مین جام لیتا جا (جلال
سے) اپنی شوخ انکھڑیون مین کچھ تو حجاب آنے
دو ٭ راہ پر آئین جو یہ خانہ خراب آنے دو ٭

انگریز عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ بتشدید کاف فارسی غیر فصیح و بالف ممدودہ غیر صحیح بلکہ بروزن رنگریز فصیح صاحب فرہنگ آصفیہ نے بدون تشدید و ممدودہ لکھا ہے اور جناب امیر مینائی نے امیر اللغات مین فرمایا ہے کہ زبانون پر بروزن مفعول ہے بعضون نے فاعلان کے وزن پر کہا ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس کا استعمال الف ممدودہ کے ساتھ البتہ ہماری نظر سے نہین گزرا اور کسی صاحب لغت نے بھی نہین لکھا لیکن تشدید کاف فارسی کے ساتھ جب بعض مسلّم الثبوت استادون کے کلام مین مستعمل ہے تو غیر فصیح کیون ہونے چلا ۔ اردو کا لفظ ہے جس کی صحت اور فصاحت دونون کا معیار استادان فصیح البیان کا استعمال ہے البتہ ہمارا ذوق تشدید اور ممدودہ کے خلاف ہے (رشک سے) کھینچکر لا ئینگے تری تصویر ٭ انگریز چونکہ تیری شہرت ہے ٭ (ناسخ سے) دل ملک انگریز مین جینے سے تنگ ہے ٭ قید حیات بھی مجھے قید فرنگ ہے ٭

اُن نے قرار شاہ جہانپوری فرماتے ہین اب یہ متروک ہے اور اس کی جگہ اُس نے مستعمل مؤلف عرض کرتا ہے کہ صاحبان لغت بھی اس سے ساکت ہین ۔ اگرچہ میر کے کلام مین اس کا استعمال موجود ہے اور اس کے صحیح اور فصیح ہونے مین کلام نہین لیکن ہمارا ذوق اس کے استعمال کے خلاف ہے ۔ اپنا اپنا ذوق جو شعرا میر کے رنگ پر لکھنا چاہین اون کو اختیار ہے (میر سے) میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اُن نے تو ٭ قشقہ کھینچا دیر مین بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا ٭

انھون کی قرار شاہ جہانپوری فرماتے ہین کہ اب اس کا استعمال نہین اس کے عوض اُن کی مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ سودا کے کلام مین اس کا استعمال ہے اور اس کے صحیح اور فصیح ہونے مین کلام نہین لیکن ہمارا

ذوق اسکو نھین پسند کرتا (سودا ؎) امیر
اب جو ہین وا نا انھون کی ہیگی چال ٭ ہوے
ہین خانہ نشین دیکھکر زمانے کا حال ٭

اوپر کمال لکھنوی اور قرار شاہ جہانپوری
فرماتے ہین یہ اب متروک ہے اور پر مستعمل ہے پر
کی جگہ اوپر لانا غیر فصیح ہے جیسے (دل کے اوپر)
دکوٹھے کے اوپر (ع) وہ ہین خندہ زن ہ چشم
گریان کے اوپر) ضیاے دہلوی نے ایراد دلائل
کے ساتھ اسکی تردید کی ہے۔ عشرت لکھنوی
نے فرمایا ہے اب پر کا استعمال فصیح ہے مگر بعض
مواقع پر (اوپر) بھی فصیح ہے جیسے (اوپر چلے
آئو) (اوپر دیکھو) (آہ اوپر نھین جائیگی) (اوپر
والا) قرار شاہجہانپوری نے کہا ہے اوپر
بمعنی پھلے۔ اب متروک ہے جناب امیر مینائی نے
امیر اللغات مین اس کا استعمال (۷) معنون مین
دکھلایا ہے اور اوپر بمعنی پر کی نسبت فرمایا ہے
کہ ان معنون مین اب اس جگہ پر زیادہ فصیح ہے
مؤلف عرض کرتا ہے کہ اسوقت ہم کو اسی کا
تصفیہ کرنا ہے اور اسی کے ساتھ قول قرار کا
بھی واضح ہو کہ اوپر بمعنی پر کا استعمال شعراے
ذیل نے کیا ہے (آتش ؎) بے یار فرش
گل مری آنکھون مین خار تھا ٭ لوٹا کیا مین کانٹون
کے اوپر تمام رات ٭ (کیف ؎) داغ دل
میرا وہ سورج ہے کہ جس کے اوپر ٭ انگلیان
سیکڑون اٹھتی ہین کرن کی صورت ٭ ہمارا ذوق
باتفاق کمال و جناب امیر اس کے خلاف ہے
ہم اس موقع پر پر ہی کا استعمال پسند کرتے
ہین اور کلام آتش و کیف کو فصیح مانتے ہین
اپنا اپنا ذوق ہے۔ بلحاظ قول قرار ہم عرض
کرتے ہین۔ اوپر بمعنی پھلے امیر اللغات مین ہے
اور جناب امیر نے کوئی اشارہ اس کے متعلق
نھین فرمایا ہے اور فقرۂ ذیل کی سند دی ہے
(وہو ہذا) مین جو کچھ اوپر لکھ چکا ہون اب اس
کے دُہرانے کی ضرورت نھین سمجھتا ہئے جلال
لکھنوی نے بھی اس کا استعمال کیا ہے (؎)
یہ قیس و وامق و فرہاد کے سب افسانے ٭
گزر چکے ہین مری داستان سے اوپر ٭ ہم کو
اس کا استعمال ان معنون مین پسند ہے اور

قرار سے اتفاق نہیں۔

اور | عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اس کا استعمال بروزن فع متروک ہے استاد داغ نے (مہتاب داغ) کے آخر پر اشارہ فرمایا ہے کہ آپ نے اس دیوان مین اسکو ترک کیا ہے لیکن شاگردون کو اختیار ہے کہ استعمال کرین یا ترک ضیا ے دہلوی نے بجواب کمال لکھنوی فرمایا ہے کہ پہلے مرزا رفیع سودا نے اس کے استعمال کو برا سمجھکر میر تقی دہلوی کے کلام پر اعتراض کیا اور داغ مغفور نے اپنے ذاتی متروکات مین قرار دیا لیکن جناب امیر مینائی نے امیر اللغات مین اس کا استعمال ہم معنون مین دکھلایا ہے اور فرماتے ہین کہ بعض معنون مین کبھی فاع اور کبھی کبھی فع کے وزن پر آتا ہے مگر بمعنی مگر فع ہی کے وزن پر خوبصورت اور زیادہ مستعمل ہے۔ اور بمعنی زیادہ۔ دیگر۔ غیر۔ نیا۔ خلاف۔ طرفہ۔ پھر فاع ہی کے وزن پر استعمال ہین ہے ضیا فرہنگ آصفیہ نے وزن فع اور فاع کے متعلق کوئی بحث نہین کی ہے مؤلف عرض کرتا ہے ہمارا ذوق جناب امیر مینائی کی صراحت سے متفق ہے۔ بلکہ کل معنون مین دونون طرح استعمال کی جانب مائل ہے۔ اپنا اپنا ذوق اور اس آخری ذوق کا تعلق استاد داغ کے اس اختیار سے ہے جو اپنے شاگردون کو دیا ہے (میر سے) روایت ہے انیس سوا اور کچھ اوپر؛ دئے ڈال رومال سے سب زمین پر؛ (قلق سے) وہ تناسب اور وہ انداز اور وہ موزونی کمان؛ راستی سے سرو اوس قدر کے برابر ہوگیا؛ (ضیا سے) چاندنی کی سیر اور غیرون کے ساتھ؛ اسے قمر یہ کیا طریقہ ہوگیا؛ (جلال سے) نزدیک بزم بادہ اور وعظ کا ارادہ کہدو نہ بس زیادہ شیخی مین آئے واعظ؛ (ولہ سے) گزرے یون اپنی شب وصل کے جھگڑے تا صبح؛ دست کوتاہ ہین اور حوصلہ کم ہین رہ؛

اہالیان | کمال لکھنوی نے اس کے عوض استعمال آہالی کی ہدایت کی ہے اور فرمایا ہے کہ اہالیان غلط ہے اسکو ترک کرنا چاہیے ضیاے دہلوی کی تصحیح کا ماحصل یہ ہے کہ ترک سے مخالفت

نھین مؤلف عرض کرتا ہے کہ اہالی زبان عرب
مین اہل کی جمع - فارسی مین اس کا استعمال
ہماری نظر سے نھین گزرا اور نہ اہالیان کا
استعمال فارسی مین پایا گیا - جناب امیر مینائیؒ
نے امیر اللغات مین اور محقق دہلوی نے فرہنگ
آصفیہ مین صرف (اہالی موالی) کو قائم فرمایا
ہے اور اہالی اور اہالیان کو ترک - ایسی حالت
مین انصاف یہ ہے کہ ہم کمال لکھنوی کی ہدایت
کو صحیح مانین - اگر اردو مین اہالیان کا استعمال
استادان معاصر کے کلام مین پایا جاے تو ہم
اُس سے سند لین گے - معلوم ایسا ہوتا ہے
کہ کمال لکھنوی کو بھی کوئی استعمال نظر نہ آیا -
آپ نے بطور حفظ ماتقدم اس کی حقیقت بیان
کردی ہے اور ترک کی ہدایت کی ہے - الحاصل
ہماری تحقیق مین اہالیان نہ منفرس ہے اور
نہ ھندی اور ہمارا ذاتی ذوق بھی اس کے استعمال
کی اجازت نھین دیتا -

اہل کمال لکھنوی کا ارشاد اس کے متعلق
دو طرح پر ہے (الف) اہل بمعنی صاحب -
حالت اضافت مین اس کی ضمیر کا مفرد کی طرف
پھیرنا قابل ترک ہے باستثناے (اہل دل)
اور جمع کی جانب پھیرنا صحیح ہے جیسے (وہ
سب اہل دل ہین) لیکن حالت اضافت مین
قطعیاً اہل کی ضمیر مفرد کی طرف بھی پھیر سکتے
ہین جیسے " وہ اہل علم ہین " ضیاے دہلوی
فرماتے ہیں کہ اگر اہل کا استعمال مفرد کے لئے
نھین ہے تو دل کے ساتھ استثنا کیونکر درست
ہو سکتا ہے - آپکا قول فیصل یہ ہے کہ اہل
کا استعمال مفرد اور جمع دونون کے واسطے
ہوتا ہے - (الخ) مؤلف عرض کرتا ہے کہ
اہل زبان عربی کا لغت ہے بمعنی سزاوار و کسان
و مردم خانہ صاحب تحقیق الاصطلاحات نے
کہا ہے اطلاق آن بر جمع و منفرد ہر دو آمدہ
فارسیون نے بحالت ترکیب اس کو معنی جمع
مین استعمال کیا ہے جیسے اہل ایمان - اہل
بابل - اہل بتخانہ - جناب امیر مینائی نے امیر اللغات
مین فرمایا ہے کہ اہل لغت عرب ہے اور اردو
مین بمعنی (۱) صاحب - خداوند (۲) لائق اور

صلاحیت رکھنے والا اور (۳) خلیق۔ شائستہ کے
معنون مین مستعمل پھر آپ بطور حاشیہ فرماتے ہین کہ
بمعنی اول جمع کے لئے مخصوص ہے یہ نہ لکھین گے
(فلان شخص اہل قلم ہے) یا (اہل علم ہے) بلکہ ایک
شخص کی نسبت کہنا ہوگا تو لکھین گے (وہ اہل قلم
مین سے ہے) (نظیر ؒ) تو فاتحے کو آیا بر پا ہوگی
قیامت پہ رستا ہی دیکھتے تھے اہل قبور تیرا (ذوق ؒ
امیر) جو شخص جس چیز کا اہل ہی نہ ہو وہ اسکی
کیا قدر کرے (ایضاً ۳) افسوس ہے کہ اسکی اولاد
مین کوئی اہل ہی نہین (انتہیٰ) واضح ہو کہ جناب
امیر نے اہل کو (بحالت اضافت و بہ تخصیص معنی
اول) جمع سے مخصوص کیا ہے اور کمال نے
صرف (اہل دل) کو اس قاعدے سے مستثنےٰ کیا
ہے اور ضیا کو نہ صرف کمال سے بلکہ جناب امیر
کی راے سے بھی اختلاف ہے ہمارا خیال یہ ہے کہ
اہل بمعنی اول جمع ہی سے مخصوص ہے اور صرف
چند الفاظ کا استثنار جیسے (اہل دل) (اہل خانہ)
(اہل کار) (اہل مد) اس تخصیص کو باطل نہین
کر سکتا۔ اور فارسی استعمال کا بھی یہی رنگ ہے

یعنی اہل کی تخصیص بحالت اضافت جمع ہی سے
ہے۔ لیکن بعض الفاظ اس قاعدے سے مستثنےٰ
ہین۔ جس کی صراحت ہم نے اپنی تالیف (آصف
اللغات) مین تبدیل لفظ اہل کی ہے۔
(ب) کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ اہل بمعنی نیک منفرد بھی
ہے۔ پس اس کی اضافت کسی دوسرے لفظ کی
طرف کرنا غلط ہے۔ ضیاے دہلوی نے فرمایا ہے
کہ نیک اور لائق اور سزاوار کے معنون مین
عربی اور فارسی مین بھی مستعمل ہے۔ لہذا اضافت
غلط نہین ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ عربی
اور فارسی مین بمعنی نیک اس کا استعمال نہین
ہے اور ہمارا تو یہ خیال ہے کہ اردو مین بھی
ان معنون مین دیکھا نہین گیا۔ جناب امیر
مینائی نے بھی امیر اللغات مین بمعنی نیک نہین
لکھا جب تک ان معنون کی سند پیش نہ ہوگی مؤلف
تسلیم نہین کر سکتا۔ ضیاے دہلوی نے اس
ترکیب اضافی کی صحت کا جواز فرمایا ہے ہم
اس کی ایک سند استعمال کم سے کم آپ ہی کے کلام
سے چاہتے ہین معلوم ایسا ہوتا ہے کہ غالباً آپ نے

اس مسئلہ پر غور سے کام نہیں لیا ہے۔

اے بلبلو قرار شاہجہانپوری فرماتے ہیں کہ
اب یہ متروک ہے اسکے عوض صرف بلبلو کا استعمال
فصیح ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ فصحائے زبان کا
استعمال موجود ہے جس کے مقابلہ میں ہمارا ذوق
آپ کے اس مجرد ارشاد کو تسلیم نہیں کر سکتا۔
(شاد سے) وہ محرم آب روان کی کرے جو
دل پانی ہو جاے وار تم اے بلبلو ابھر لینا ہو

ایجان کمال لکھنوی فرماتے ہیں اسکا استعمال
باشتقاق نون متروک ۔ اور اسی طرح (مرحجان)
میں بھی اسلئے کہ ان دونوں میں لفظ جان ہندی
ہے نہ فارسی۔ ضیائے دہلوی نے اسکی تردید کی
ہے اور حافظ شیراز کی سند دی ہے (س) در چاہ
ذقن چو حافظ ایجان چہ حسن تو دو صد غلام دارد
استاد دہلوی نے اس ایک مثال حافظ اور اسی کے
مماثل دوسرے امثال فارسی سے غالباً یہ سمجھ لیا
کہ کامیاب ہوگئے لیکن آپنے یہ جو لکھا ہے کہ فارسی
میں لفظ جان استعارہ ہے معشوق سے اگرچہ
صحیح ہے لیکن آپکو لازم تھا کہ اس کی مثال پیش
کرکے اس نازک بحث کا تصفیہ فرماتے اسلئے کہ لغات
اور فرہنگ ہاے فارسی نے ان مجازی معنوں
سے سکوت کیا ہے اور محقق دہلوی یعنی صاحب
فرہنگ آصفیہ نے جان کو بمعنی معشوق غالباً اردو سمجھا
ہے کیا عجب ہے کہ کمال لکھنوی کو یہ خیال گزرا
ہو کہ ان معنوں میں جان کا استعمال فارسی نہیں
مؤلف حقیر نے حیوۃ العزیز کے گیارہویں باب
میں اس کی کامل بحث کی ہے اور شعراے فارسی
کی سند دی ہے اور فرہنگ ہاے فارسی کے سکوت
کا اظہار کیا ہے اور اس کا فیصلہ آخر کہ فارسی
میں جانا بغیر نون آخر بمعنی اے معشوق صحیح ہے

ایزد کمال لکھنوی فرماتے ہیں کہ اس کا استعمال
بکسر زاے معجمہ قابل ترک ہے اس لئے بفتح صحیح ہے
ضیاے دہلوی نے کتب لغات فارسی سے زاے معجمہ
کے کسرے کا ثبوت دیا ہے مؤلف عرض کرتا ہے
کہ یہ لفظ زند و پازند کا ہے بفتح زاے ہنوز لیکن فارسیوں
کے استعمال میں بکسر زاے ہنوز بھی مستعمل ہے (دیکھو
ہماری تالیف آصف اللغات کی ساتویں جلد)
جناب امیر مینائی نے بھی امیر اللغات میں اس کو

کسرۂ زا سے ہوز سے لکھا ہے۔

اے طبیبو قرار شاہ جہان پوری نے فرمایا ہے کہ اب اس کے عوض صرف طبیبو کا استعمال صحیح ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ آپ کا قول مجرد اس کیلئے کافی نہین ہے اکثر استادان معاصر اسکو فصیح مانتے ہین اور شاد کے کلام مین بھی اس کا استعمال ہے

(ص) اے طبیبو مر گیا بیمار عشق اچھا ہوا جو نہ
اجل اس درد کا درمان کیا تھا کچھ نہ تھا ہمارا ذوق بھی

اس استعمال کو پسند کرتا ہے۔

ایک مدت عشرت لکھنوی فرماتے ہین یہ غیر فصیح ہے اسکے عوض (ایک مدت تک) کا استعمال ہونا چاہئے مؤلف عرض کرتا ہے کہ مجرد آپ کا خیال ناقابل تسلیم ہے۔ اکثر استادان معاصر اس استعمال کو فصیح خیال کرتے ہین اور مؤلف کا ذوق بھی اسکو پسند کرتا ہے۔ ناسخ کے کلام مین بھی اس کا استعمال ہے

(ص) اٹھ مین تا تہ اس کا لے لیا اس جرم مین
سنگلری پہنی ہے مین نے ایک مدت ہاتھ مین

ایکہی کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ بوزن فعلن متروک ہے۔ فاعلن کے وزن پر استعمال کرنا چاہئے۔ ضیاے دہلوی کا قول ہے کہ اہل زبان نے دونون طرح استعمال کیا ہے لیکن آپ نے استعمال (بروزن فعلن) کی کوئی سند نہین دی محقق دہلوی صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس کو ترک کیا ہے اور جناب امیر مینائی نے بھی امیر اللغات مین اسکو نہین لکھا اور (ایکی) پر فرمایا ہے کہ (ایک ہی) کا مخفف ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اہل لکھنو نے یا تو (ایک ہی) بروزن فاعلن استعمال کیا ہے یا (ایکی) بروزن فعلن ضیا کو لازم ہے کہ شعراے دہلوی کے کلام مین (ایکہی۔ بروزن فعلن) کا استعمال دکھلا کر ہمکو شکرگزاری کا موقع دین جس کے بعد ہم بھی اس کا استعمال کیا کرینگے اس وقت تو ہمارا ذوق کمال لکھنوی کے موافق ہے۔

اے واعظو قرار شاہ جہانپوری فرماتے ہین کہ غیر فصیح ہے اور اب اس کی عوض صرف واعظو مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے شاد کے کلام مین اس کا استعمال موجود ہے اکثر استادان معاصر استعمال کو فصیح مانتے ہین۔ مجرد قرار کے غیر فصیح

کھ دینے سے اس کی فصاحت مین خلل نہین آسکتا
(س) شرطین جو بندگی مین لگانا روا ہوا اپنا آوے عنظو
تمازنہ ٹھہری جوا ہوا ؛

اے ہمرہو | قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین
کہ یہ غیر فصیح ہے اس کے عوض (ہمراہیو) کا استعمال
ہے **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ اکثر استادان معاصر
اسکو غیر فصیح نہین خیال کرتے قرار شاہ جہان پوری
کا قول مجرد اس کی فصاحت کو نہین مٹا سکتا
استاد مسلم الثبوت اعنی جناب امیر مینائی کے کلام
مین بھی اسکا استعمال اور ہمارا ذوق اس استعمال
کو فصیح مانتا ہے (س) تم اپنے پاؤن کے کانٹے
نکالو ؛ مجھے اے ہمرہو فرصت کہان ہے ؛

باے موحدہ

بات کرنی | کمال لکھنوی فرماتے ہین اب اس
کا استعمال متروک ہے اسی طرح (جان دینی) (راہ
چلنی) و مثلہ سب متروک ہین - ان کی جگہ (بات کرنا
جان دینا - راہ چلنا) مستعمل ہین آسی دہلوی
اس کے خلاف ہین اور فرماتے ہین کہ جلال لکھنوی
نے دونون طرح استعمال فرمایا ہے (س)
جاسے شربت مجھے دینا تھا شراب ؛ نزع مین بھی
ہے یہان جام کی حرص ؛ (ولہ) میری فریاد
اگر سنی تھی اے داور حشر ؛ اہل محشر مین کیا
کہا ہے کو شامل مجھکو ؛ **مؤلف** عرض کرتا ہے
کہ ہمارا ذوق یہ ہے کہ اسم مذکر مفعول کی رعایت
سے مصدر مین الف اور اسم مؤنث
مفعول کی رعایت سے یاے معروف کا استعمال
ہونا چاہئے جیسے کہانا کہانا - پانی پینا - بات
کرنی - جان دینی -

بارے | قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین
اب یہ بمعنی (۱) کس لئے اور (۲) ایسا ہوا متروک
ہے **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ استادان سلف
سے میر اور استادان معاصر سے جناب امیر
کے کلام مین اس کا استعمال ہے ہمارے ذوق
مین یہ اپنے صحیح معنون کے لحاظ سے قابل استعمال ہے
(میر سلمہ) زور اور زر نہ تھا تو بارے میر ؛
کس بھروسے پہ آشنائی کی ؛ (امیر سلمہ)
منہ پھیر کر چلی تھی خفا ہو کے تیغ ناز ؛ بارے
چپٹ کے مین نے گلے سے لگا لیا ؛ واضح

ہو کہ یہ زبان فارسی کا لغت ہے محقق دہلوی نے
فرہنگ آصفیہ مین فرمایا ہے کہ اردو مین بمعنی
آخرالامر - آخرکار - الغرض مستعمل ہے قرار
شاہ جہان پوری نے میر و امیر کے اشعار سے جو
معنے پیدا کئے ہین اون سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ آپ کو فارسی زبان کا ذوق کم ہے آپ کے قائم
کئے ہوے دونون معنے بے شک بیکار ہین
ان معنون مین اس لفظ کا استعمال کچھ فصیح نہین
ہے - لیکن جب اس لفظ کے صحیح معنون سے آپ
واقف ہی نہین ہین - تو پھر فصیح اور غیر فصیح
کا تصفیہ کیسا - (قصور معاف) محقق دہلوی
نے اس لفظ کے جو معنے بیان فرمائے ہین ان
کے لحاظ سے میر و امیر کے اشعار ملاحظہ ہون -
تو خود جناب کو معلوم ہو جائے گا کہ ان دونون
اشعار مین یہ لفظ کیا لطف دے رہا ہے -

بازار عشق مین سے عشرت لکھنوی
فرماتے ہین اب اس کا استعمال لفظ (سے)
کے ساتھ نہین ہے بلکہ صرف (بازار عشق مین)
مستعمل ہے **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ اگرچہ آتش
کے کلام مین اس کا استعمال موجود ہے اور
ہم کو اس کے فصاحت مین کلام نہین ہے -
لیکن ہمارا ذوق ذاتی عشرت سے متفق
ہے (آتش ؎) دل دیکے بوسۂ لب لعلین
کیا خرید ؏ بازار عشق مین سے یہ آکر لیا دیا ؏

باندہے ہے قرار شاہ جہان پوری فرماتے
ہین کہ اب اس کا استعمال نہین ہے بلکہ باندہتا
ہے مستعمل ہے **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ مومن
کے کلام مین اس کا استعمال ہوا ہے اور
اس کے فصیح ہونے مین کوئی کلام نہین -
لیکن ہمارا ذوق ذاتی بھی قرار کے ساتھ
متفق ہے (مومن ؎) گر دعا کرتا ہون
مومن وصل کی ؏ ہاتھ باندہے ہے وہ
بت زنار سے ؏

بخشے ہے عشرت لکھنوی اور قرار شاہ
جہان پوری فرماتے ہین کہ اب اس کا استعمال
نہین اس کی جگہ بخشتا ہے مستعمل ہے **مؤلف**
عرض کرتا ہے کہ اگرچہ غالب دہلوی کے کلام
مین اس کا استعمال موجود ہے اور اس کے

فصیح ہوئے ہین ہم کو کلام نہین ہے۔ لیکن
ہمارا ذاتی ذوق دونون بزرگون کے موافق
ہے (غالب سے) بخشے ہے جلوۂ گل ذوق تماشا
غالب چشم کو چاہئے ہر رنگ مین وا ہوجانا ﴿

برابرمین عشرت لکھنوی اور قرار شاہ
جہان پوری فرماتے ہین کہ اب یہ متروک
ہے اور اس کی جگہ (ساتھ مین) اور (برابر)
مستعمل مؤلف عرض کرتا ہے کہ استادان
سلف کے سوا استاد داغ نے بھی اس کا
استعمال فرمایا ہے اور ہمارا ذوق اس کو
فصیح اور اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے
(داغ سے) وحشت ایسی ہے کہ سائے سے
بھی مین کہتا ہون ﴿ آپ کیون میرے برابر مین
چلے آتے ہین ﴿

برخلاف قرار شاہ جہانپوری نے فرمایا
ہے کہ اب یہ مستعمل نہین ہے اس کے عوض
صرف (خلاف) کا استعمال ہے مؤلف عرض
کرتا ہے کہ یہ فارسی زبان کا لفظ مرکب
ہے بمعنی خلاف اور محقق دہلوی نے فرہنگ
آصفیہ مین اس کا استعمال اردو مین بیان
کیا ہے۔ اور غیر فصیح ہونے کا کوئی اشارہ
نہین فرمایا۔ استادان معاصر سے داغ مغفور
کے کلام مین اس کا استعمال موجود ہے (سے)
سپہر تیرے جور سیاست بھلا دئے ﴿ کس
درجہ برخلاف ہے دل کس قدر خلاف ﴿ پس
ہمارا ذوق اس کے استعمال کو پسند بھی کرتا ہے
اور ہم اسکو فصیح بھی خیال کرتے ہین۔ بول
چال مین بعض مواقع پر اس کے عوض لفظ
(خلاف) غیر فصیح معلوم ہوتا ہے جیسے " زید
اُن کا مخالف ہے برخلاف اس کے اس کا
بیٹا موافق ہے" اب جناب قرار شاہ جہان پوری
ملاحظہ فرمائین کہ اس جملہ مین (برخلاف) زیادہ
لطف دیتا ہے یا صرف (خلاف) اور استاد
داغ کے ایک مصرع مین چونکہ (خلاف اور
برخلاف) دونون جمع ہین۔ اس سے بھی
لطف زبان مترشح ہے اور سچ یہ ہے کہ فارسی
الفاظ کے متعلق فصاحت اور غیر فصاحت کا
فیصلہ انھین استادون کو کرنا چاہئے جن کو

زبان فارسی کا ذوق کامل ہو۔

برہمن نہ ہو عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ آتش کے شعر ذیل مین (برہمن نہ ہو) خلاف فصاحت ہے اس محل پر (برہمن نھین) کہنا چاہئے (ص) آتش جو بوسہ لے تو اُس کا بُرا نہ مان ❊ عاشق ہے اے صنم یہ ترا برہمن نہ ہو ❊ آپ ہی فرماتے ہین کہ نھو کا استعمال ایسے موقع پر ہو سکتا ہے مثلاً نھین (سامنے سے ایک آدمی جنیو ڈالے قشقہ لگائے آرہا ہے دیکھنا کہین برہمن نہ ہو) ہوئف عرض کرتا ہے کہ آتش کے شعر مین جن معنون مین استعمال ہوا ہے ان پر عشرت نے غور نہین کیا آپ نے یہ سمجھا کہ آتش نے (برہمن نہ ہو) کو بمعنی (برہمن نھین) استعمال کیا ہے درحالیکہ ایسا نھین آتش مانے ہوے استاد تھے ایسے جاہل نہ تھے جو (نھین) اور (نھو) کے معنے بلحاظ فرق بھی نہ سمجھ سکین۔ قصور عشرت کا ہے کہ معنی شعر کی نزاکت کو نہ سمجھ کر ایک استاد پر ایسا اتہام کیا۔ واضح ہو کہ برہمن جب سورتون کو پوجتے ہین تو تعظیماً انکو اسی طرح بوسہ دیا کرتے ہین جیسا کہ ہم قرآن شریف پر بوسہ دیتے ہین اُستاد آتش فرماتے ہین اے صنم اگر آتش تیرا بوسہ لے تو تو بُرا نہ مان وہ تیرا عاشق ہے کچھ عجب نہین تیرا پجاری ہو۔ پس اس کا بوسہ لینا درحقیقت تیری پرستش ہے اور اس کا فریضۂ پرستش۔ اگر ہم (برہمن نہ ہو) کو اس شعر مین بمعنی (برہمن نھین) قرار دین تو شعر کے معنے غلط ہوجائین گے اور مورت کی پرستش مین اُس کا بوسہ لینا پجاری کے فرائض سے خارج ہوگا درحالے کہ ایسا نھین بلکہ اس کے فرائض مین داخل ہے اب سخنوران نازک خیال غور فرمائین کہ معاصرین سخنگو کی یہ شان ہے کہ خود معنی شعر کو نہ سمجھین اور اُستاد وقت کو ایسا نافہم خیال کرین جس کو (نھین) اور (نھو) کے معنون مین تمیز نہ تھی اور اس کے استعمال کو غیر فصیح قرار دیکر ترک کا حکم دین۔ اور اسی کا نام اصلاح زبان ہے اور ایسے افراد انجمن اصلاح سخن کے سکریٹری بنائے جاتے ہین جو فصحائے معاصرین یعنی داغ۔ جلال۔ و امیر مینائی کے استعمالات کو بھی غیر فصیح کہتے ہین اگر فصاحت

اسی کا نام ہے تو ایسی فصاحت کو ہمارا سلام ہے

بسمل کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ اس کو بمعنی ذبح استعمال نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ اسکے صحیح معنے مذبوح ہوتے ہیں (دم بسمل) کا استعمال غلط ہے۔ ضیاے دہلوی کو اس سے اختلاف ہے اس لئے کہ باقر کاشی نے فارسی مین (دم بسمل) کا استعمال فرمایا ہے (سہ)

دامن او گر بدست آید دم بسمل مرا ✿ آنچنان میرم کہ نیو حسرتے در دل مرا ✿

مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ بسمل مقرس ہے اور فارسیون نے بمعنی ذبح بھی اسکا استعمال کیا ہے اور (بسمل گاہ) انھین معنون سے متعلق اور فارسی کی اصطلاح ہے اگرچہ صاحب فرہنگ آصفیہ نے اردو استعمال مین اس کے معنی ذبح کو ترک فرمایا ہے لیکن تعریب کے لحاظ سے اس کا استعمال اردو صحیح ہے ہم کو ضیاے دہلوی سے اتفاق ہے۔

بغل مین مار کے لیجانا عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ غیر فصیح اور متروک ہے اسکے عوض (بغل مین دبا کے لیجانا) مستعمل ہے۔ آصفیہ مین اس کا ذکر بمعنی واہ رے۔ اللہ رے

مؤلف عرض کرتا ہے کہ محقق دہلوی نے فرہنگ آصفیہ مین (بغل مین مارنا) کا ذکر کیا ہے اور جلال مغفور نے اپنی تالیف (سرمایۂ زبان اردو) مین بھی اور دونون محققین نے کوئی اشارہ غیر فصاحت کا نھین فرمایا ہے قرار اللغات مؤلفہ قرار شاہجہان پوری مین بھی اس کا ذکر ہے۔ آتش کے کلام مین اس کا استعمال موجود ہے اور استادان معاصر بھی اس کو فصیح خیال فرماتے ہین اور ہمارا ذوق بھی اون کے موافق ہے (آتش سہ) دل کو بغل مین مار کے لے تو چلے ہین چوک ✿ کہتی ہے کیا نگاہ خریدار دیکھئے ✿ (داغ سہ) محتسب نے جو نکالا مجھے میخانے سے ✿ ہاتھ مین جام لیا شیشہ بغل مین مارا ✿

بل بے قرار شاہجہان پوری نے فرمایا ہے کہ اب اس کا استعمال نھین ہے کمال لکھنوی نے متروک کہا ہے۔ ضیاے دہلوی کو کمال سے اتفاق نھین۔ محقق دہلوی نے فرہنگ

کیا ہے جلال لکھنوی نے بھی اپنی تالیف (سرمایۂ زبان اردو) مین اس کو لکھا ہے۔ اور کوئی اشارہ اس کی غیر فصاحت کا نہین فرمایا مؤلف عرض کرتا ہے کہ استادون کے کلام مین استعمال موجود ہے اور ہمارا ذوق بھی اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے (ذوق سہ) بل بے وحشت اب تلک بھی شاخ آہو کی طرح ؛ پیچ کھاتا ہے دھوان میرے چراغ گور کا ؛ (شاد سہ) بل بے بدنامی کہ ہے حسرت ہی حسرت جان زار ؛ اُف رے مایوسی تمنا ہی تمنا دل مین ہے ؛ (میر تقی سہ) بل بے ظالم تیری بے پروائیان ؛ جانین مشتاقون کی لب پر آئیان ؛

ہین فرار شاہجہان پوری اور عشرت لکھنوی دونون نے اسکو بمعنی بتغیر و بے تغیر فصیح و متروک لکھا ہے بعض استادان معاصر کو بھی ہم نے تارک پایا ہے محقق دہلوی نے فرہنگ آصفیہ مین اس کا ذکر کیا ہے اور کوئی اشارہ اس کی غیر فصاحت کا نہین فرمایا مؤلف عرض کرتا ہے کہ بعید استادان سلف کے کلام مین اس کا استعمال ہے تو ہمارے موضوع کے لحاظ سے غیر فصیح نہین ہے زمانہ حال کے معاونین زبان جن کو استادی کا دم و دعوے ہے حلقۂ زبان کے تنگ کرنے پر تلے ہوے ہین۔ اور اپنے ذاتی ذوق کو عالم مین پھیلانا چاہتے ہین وہ ہم کو معاف فرمائین کہ ہمارا ذوق اس کے خلاف نہین ہے (آتش سہ) دام مین لا کر کیا جب بن چھُری مجکو حلال ؛ باغبان بھی ہوگیا عاشق مرے صیاد کا ؛

بو کرنا عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب یہ بمعنی سونگھنا غلط اور غیر فصیح ہے اس کی جگہ سونگھنا صحیح اور فصیح مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ (بو کردن) کا ترجمہ ہے جس کا استعمال استاد مسلم الثبوت معاصر جناب امیر مینائی نے اپنے کلام مین فرمایا ہے جو توسیع زبان کے خواہان تھے اور فارسی کا ذوق کامل رکھتے تھے پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اسکو غلط اور غیر فصیح سمجھین (امیر سہ) مین بھی تو خاک راہ کسی گلبدن کا ہون ؛ سونگھین نہ یہ حسین مری مٹی کو بو کرین ؛ ہماری راے مین سونگھنا اور بو کرنا مین بہت بڑا فرق ہے اور

یہی فرق شمیدن اور بوکردن کا فارسی مین بھی ہے مٹی گویا اور کسی چیز کو سونگھنا ایک فعل ارادی ہے یعنی ناک کے قریب لیجاکر معلوم کرنا کہ اسکی بو کیسی ہے اور بوکرنا خود بخود خوشبو حاصل کرنا جیسے باغ مین جانے سے یا عطر دان کھولنے سے عطر کی بو خود بخود آتی ہے جناب آمیر نے ان دونون معنون کی نزاکت کو مصرع ثانی مین ملحوظ رکھا ہے وہ شعرا جن کو فارسی کا ذوق نہین ہے اس نازک لطف کو کیا جانین۔ (بو کردن) کا ترجمہ اوس نزاکت کے ساتھ جس کا ذکر اوپر ہوا فرمائیے کہ کیا ہوگا (بو لینا) ہوگا یا (بوکرنا) اور ان دونون سے اردو کا روز مرہ معترا ہے جناب آمیر نے باتباع بوکردن اگر (بوکرنا) کا استعمال فرمایا تو اردو پر بہت بڑا احسان کیا اور اسی کا نام اجتہاد ہے عشرت لکھنوی کی یہ غلطی ہے کہ آپنے آمیر کے کلام کی نزاکت کو نہین سمجھا اور اس کے غلط معنے خود قائم کرکے فرما دیا کہ غلط اور غیر فصیح ہے۔ ان بزرگ نے یہ بھی نہین خیال کیا کہ جب کوئی لفظ غلط ہو تو غیر فصیح کیسا۔ افسوس ہے کہ آج اردو کی یہ گت بنی ہے اور سرپرستان اردو جن کو انجمن اصلاح سخن سے بہت بڑا تعلق ہے۔ اس پائے کے افراد ہین۔ **مؤلف** کا ذوق اس کے استعمال کے سراپا موافق ہے۔

بھاریان عشرت لکھنوی فرماتے ہین اب یہ غیر فصیح اور متروک **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ اگرچہ آتش کے کلام ذیل مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذوق بھی اب اس کے خلاف ہے

(سہ) عہد طفلی مین بھی تھا مین بسکہ سودائی مزاج
بیڑیان منت کی بھی پہنین تو مین نے بھاریان

بھانا کمال لکھنوی فرماتے ہین بروزن فعلن متروک اس کی جگہ پسند آنا۔ خوش آنا مستعمل ہے ضیا دہلوی فرماتے ہین کہ خوش آنا تو زبان ہی نہین۔ پسند آنا۔ اچھا معلوم ہونا۔ محاورہ ہے مگر زبان مین جہان بھانا بولا جاتا ہے وہان بھانا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے "یہ چیز ہم کو نہین بھاتی" (انتہی) قرار شاہ جہانپوری فرماتے ہین

تالیف قرار الاصطلاحات مین جو ابھی ابھی شائع
ہوئی ہے (مرغوب ہونا) کے معنون مین اس
کا ذکر کیا ہے اور صاحب فرہنگ آصفیہ نے بھی
اس مصدر پر کوئی اشارہ غیر فصیح ہونے کا
نہین کیا۔ البتہ جلال لکھنوی نے (سرمایۂ زبان
اردو) مین یہ فرمایا ہے کہ بعض فصحاے متاخرین
کے نزدیک متروک ہے مؤلف کا ذوق اس
کے ترک کو نہین پسند کرتا۔ استادون کے کلام مین بھی
اس کا استعمال ہے۔ اور بعض استادان معاصر
کو ہم سے اتفاق ہے (ناسخ سے) بھاگئی کون
سی وہ بات بتون کی ورنہ ٭ نہ کمر رکھتے ہین کافر
نہ دہان رکھتے ہین (رند سے) تجھے کوا نا ہو تو اچک
اے اجل ٭ چھوڑ بچلا تیرا مجھے بھاتا نہین کچھ

بھلا عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ اب
متروک اور اس کے عوض اچھا کا استعمال ہے
قرار شاہجہان پوری نے اپنی تالیف قرار الاصطلاحات
مین اس کے کل ملحقات کا ذکر فرمایا ہے اور
جلال لکھنوی نے (سرمایۂ زبان اردو) مین اسکی
نسبت غیر فصاحت کا کوئی اشارہ نہین کیا ہے
اور محقق دہلوی نے فرہنگ آصفیہ مین بھی اسکو
بغیر کسی ایسے ایما کے قائم فرمایا ہے۔ استادان
سلف کے سوا استادان معاصر کے کلام مین بھی
اس کا استعمال موجود ہے مؤلف کا ذوق اس
کے استعمال کو پسند کرتا ہے (داغ سے) مجال
کسکی ہے اے ستمگر سنائے جو تجھکو چار باتین ٭
بھلا کیا اعتبار تو نے ہزار منہ ہین ہزار باتین ٭

بھولیو قرار شاہجہان پوری نے فرمایا ہے
کہ یہ اب مستعمل نہین ہے۔ بجاے اس کے بھولنا
مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ
انشا کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن
ہمارا ذوق بھولنا ہی کو پسند کرتا ہے (سے)
انشا خیال محض ہے اسپر نہ بھولیو ٭ ہرگز کسی
کے ساتھ نہ ڈوائے خدا غرض ٭

بھون پاس عشرت لکھنوی اور قرار
شاہجہان پوری نے فرمایا ہے کہ یہ غیر فصیح اور
اب اس کے جگہ (بہون کے پاس) مستعمل ہے
مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ غالب دہلوی
کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا

ذوق اس کے موافق نہیں ہے (غالب سے) مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہئے ٭ بھون پاس آنکھ قبلۂ حاجات چاہئے ٭

باب فارسی

پچھلے پہرے عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب یہ غیر فصیح ہے۔ اس کے عوض (پچھلے پہر) مستعمل۔ مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ آتش کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذاتی ذوق (پچھلے پہرے) کو پسند کرتا ہے (آتش سے) روانہ ہوتا ہے پہلو سے پچھلے پہر یار ٭ چراغ صبح سے کرتا ہون پیشتر خاموش ٭

پہ عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ بمعنی لیکن اب یہ غیر فصیح ہے اور کمال لکھنوی نے بھی اسکو متروک کہا ہے اور اس کی جگہ لیکن اور مگر کے استعمال کی ہدایت کی ہے۔ ضیائے دہلوی بہ تردید کمال فرماتے ہین کہ فصحا مین مستعمل ہے محقق دہلوی نے فرہنگ آصفیہ مین فرمایا ہے کہ یہ حرف استثنا ہے بمعنی لیکن۔ مگر۔ الا۔ اور اس معنے مین قدیم فارسی مین بھی پایا جاتا ہے جیسے (ملا وحشی سے) آنکہ ہرگز یاد مشتاقان بمکتوبے نکرد ٭ گرچہ گستاخی است میگوئیم پہ خوبے نکرد ٭ مؤلف عرض کرتا ہے کہ فارسی ہو یا اردو دونون حالت مین استادان سلف کے سوا فصحائے معاصر کے کلام مین بھی اس کا استعمال ہے اور ہمارا ذوق بھی اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے۔ (داغ سے) مشتاق بہت ہین مرے کہنے کے پہ اے داغ ٭ یہ وقت ہی ایسا ہے کہ مین کچھ نہیں کہتا ٭ (امیر مینائی سے) جان آنکھون سے دم تن سے نکلتے ہوئے دیکھا ٭ پہ دل سے نکلتے ہوئے ارمان نہیں دیکھا ٭

پر آرزو کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ اس کا استعمال اب متروک ہے اسی طرح پر اشک۔ پر الم۔ پر جفا۔ پر حسرت۔ پر خون۔ پر وفا۔ پر غرور۔ پر غرور۔ پر فضا۔ پر شین بھی متروک اور غیر فصیح ہین اور صرف پر آشوب۔ پر اثر۔ پر خم۔ پر درد۔ پر ظلم۔ پر نم مستعمل ہین ضیائے دہلوی کو کمال سے بطور عام اختلاف ہے۔ مؤلف عرض کرتا ہے کہ حقیقۃً ایسے الفاظ

محاورہ فارسی مین ہین وہ تمام اردو مین مستعمل
ہو سکتے ہین اور مندرجہ بالا کل الفاظ فارسی مین مستعمل
ہین۔ استادان سلف کے سوا استادان معاصر اردو
کے کلام مین بھی ایسے فارسی الفاظ کا استعمال ہے
(جلال سے) چشمک بھی قاتل دل پر آرزو نہ ہو
شاید تری نگاہ نے مارا ہو تو نہ ہو ۔ (ولہ سے)
جستجو کو جو چلے ہم دل پر حسرت کی ۔ رو دئے دیکھ کے
جو کو غنچہ آباد آیا ۔ واضح ہو کہ کمال کا طرز بیان یہ
ہے کہ سوا چھ الفاظ موخر الذکر کے باقی کل الفاظ
جن کے ساتھ کلمۂ پُر مرکب ہو اس لئے متروک
ہین کہ پُر اردو مین ذم کا پہلو رکھتا ہے مؤلف
عرض کرتا ہے کہ کیا ان چھ الفاظ مین جن کے
استعمال کی اجازت دی گئی ہے وہ ذم کا پہلو
نہین ہے ۔ جلال لکھنوی نے اپنے کلام مین
پُر تاثیر ۔ پُر عتاب ۔ پُر پیچ و خم ۔ پُر داغ ۔ پُر آب
۔ پُر نور ۔ پُر ارمان ۔ پُر فن ۔ پُر خار ۔ پُر سوز ۔ پُر
اضطراب ۔ پُر آبلہ کا استعمال بھی فرمایا ہے جسکے
اشعار ضیا کے تصحیح الدستور مین ہین حاصل یہ
ہے کہ جس حجت پر ان الفاظ کو غیر فصیح کہا گیا ہے وہ
غیر موجہ ہے اور ہمارا ذوق کمال کے خلاف
ہے اور من وجہ ضیا سے متفق ۔

پَر رکھے جاتا ہے عشرت لکھنوی فرماتے
ہین کہ اب یہ متروک ہے اور (پر رکھے ہوئے
جاتا ہے) مستعمل مؤلف عرض کرتا ہے کہ استادان
سلف کے کلام مین اس کا استعمال ہے اور استادان
معاصر بھی اس کے استعمال کو پسند کرتے ہین ہمارا
ذاتی ذوق بھی عشرت کے خلاف ہے (ناسخ
سے) نامۂ شرح جدائی یہ نہین وسنا ہین ۔
پر رکھے جاتا ہے مرغ نامہ بر سرخاب کا ۔

پرستان کمال لکھنوی نے فرمایا ہے یہ لغت
ہندی ہے ۔ اس کا استعمال باخفاے نون
نہ ہونا چاہئے بلکہ باعلان نون ہو ضیا سے
دہلوی فرماتے ہین کہ یہ زبان فارسی کا لغت
اور پرستان کا مخفف ہے صاحب فرہنگ
آصفیہ نے اسکو اردو لکھا ہے اور صراحت کی
ہے کہ یہ لفظ فارسی لغات مین نہین ہے بلکہ
اہل ہند کی گھڑت ہے (انتہی) استادان اردو کر
بحر نے اس کا استعمال باظہار نون کیا ہے کچھ

عجب نہین کہ آپ نے بھی ایسا ہی سمجھا ہو یا باوجود فارسی کا علم ہونے کے اعلان نون کو جائز رکھا ہو (ب) محل پر اس کے پرستان کا ہوا دہو کا ٭ رقیب پر مجھے عفریت کا گمان ہوا ٭ اور اختر نے بھی اعلان نون کے ساتھ استعمال کیا ہے (ب) اک پریزاد ہر انسان نظر آتا ہے ٭ جس طرف دیکھو پرستان نظر آتا ہے ٭ جلال لکھنوی نے اپنی تالیف (سرمایۂ زبان اردو) مین بھی اس لفظ کو اردو مانکر بحر کے کلام مذکورۂ بالا سے سند دی ہے

مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہم نے اپنی تالیف (آصف اللغات) مین اس کو فارسی مانا ہے اور پرستان کا مخفف کہا ہے محققین فارسی کا سکوت لاشے ہے بہت سے الفاظ اون کے لغات مین نہین ہین اور ہم نے کلام فارسی سے انکو پایا ہے اور اپنی تالیف مین جگہ دی ہے (آہی چغتائی سے) چندان پری رخان جہان جلوہ گر شدند ٭ اندر دلم کہ رشک دہ صد پرستانست (نامی اصفہانی سے) عیان از پر تو روئش پرستان ٭ پرستان در شب تاریک زندان (طغرا سے) پیچون تو کسے دیگر اندر نظرم نامد ٭ چندانکہ نگہ کردم در جہان پرستانہا

ضیائے دہلوی نے استاد مکرم کو چھوڑ کر ناحق صاحبزادے کمال کی خبر لی جب اس تسامح مین جلال لکھنوی اور محقق دہلوی بھی شریک ہین تو بیچارے کمال کا کیا قصور ہے استادان سخن سے بحر و اختر کا اعلان نون کے ساتھ اسکو استعمال کرنا اون کا اجتہاد ہے جس سے ہم کو اتفاق ہے ہم ان دونون کو سرپرست زبان سمجھتے ہین جن کا خیال معاصرین زباندان کے برعکس ہے انھون نے حلقۂ زبان کو تنگ کرنا نہین چاہا یا یون سمجھو کہ اس مرکب لفظ کو مفرد قرار دیا اور اس سند پر بوستان اور گلستان اور شبستان وغیرہ مین بھی ہم اظہار نون کر سکتے ہین۔

پرے عشرت لکھنوی فرماتے ہین اب یہ بمعنی (۱) علیحدہ (۲) اس پار غیر فصیح ہے محقق دہلوی نے فرہنگ آصفیہ مین اس کا

ذکر فرمایا ہے اور کوئی اشارہ غیر فصاحت کا نہیں۔
کیا ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ استادان سخن کے
کلام میں اس کا استعمال ہے اور ہمارا ذوق اس
کے استعمال کو پسند اور فصیح خیال کرتا ہے
(انشا سلہ) مفت جل جائیگا پرے سے بھی سرک اے آرسی
میں آگ ہوں اور تو ہے خس ؛ (غالب سلہ) نالہ
جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب ؛ لب تک
آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے ؛

پڑھیو | قرار شاہ جہانپوری فرماتے ہیں کہ
اس کا استعمال اب متروک ہے اور اس کی جگہ
پڑھنا مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہمارا
ذوق بھی اس کے استعمال کو پسند نہیں کرتا۔
لیکن اس کے فصیح ہونے میں ہم کو کچھ شک نہیں
اس لئے کہ سودا کے کلام میں اس کا استعمال
ہے (سہ) عمامہ کو اُتار کے پڑھیو نماز شیخ ؛ سجدے
سے ورد سر کو اُٹھایا نجائے گا ؛

پسارنا | عشرت لکھنوی فرماتے ہیں کہ اب
یہ متروک اور غیر فصیح ہے اور اس کی جگہ پھیلانا
کا استعمال مناسب ہے محقق دہلوی نے فرہنگ
آصفیہ میں اس کا ذکر کیا ہے اور کوئی اشارہ
غیر فصاحت کا نہیں فرمایا۔ آپنے دامن کے ملحقات
میں پسارنا کو ترک اور پھیلانا لکھا ہے۔ اور آتش
نے پسارنا کے ساتھ استعمال کیا ہے (سہ)
گلگوں نظر سے اشک خونی اتارتے ہیں ؛ گلچیں
ہمارے آگے دامن پسارتے ہیں ؛ اور (منہ
پسارنا) پر ظفر اور آتش کی سند دی ہے (ظفر
سہ) اسے صدف کیوں منہ پسارے ہے کہ
اس رزاق کو ؛ ہر جہاں پہنچانا آب و دانہ وان
پہنچے ہی گا ؛ (آتش سہ) شیریں لبوں کے
آگے پر رال اپنی ہے ٹپکتی ؛ بوسہ کا نام سنکر منہ
پسارتے ہیں ؛ اور (ہاتھ پسارنا) پر بھی استادوں
کا استعمال دکھلایا ہے (مروت سہ) بخشے
نہ کیونکہ گوہر مقصود ابر فیض ؛ ہاتھی ہے دونوں
ہاتھ صدف اب پسارکے ؛ (نکہت سہ) میں
گدا سے در احمد ہوں پکارے ہے فلک ؛ کھلتا
ہے دم شب ہاتھ پسارے ہے فلک ؛ (سودا
سہ) کس کے آگے کوئی ہاتھ پسارے کیا ذلیل
مٹھی پانی سے ہو سے ہاتھ آتے تو لڈو گوڈ ؛ (اقا

سہ) نظر کر دعا پر خداوند عالم ؎ کہ ہم ہاتھ اپنے
پسارے ہوئے ہیں ؎ مؤلف عرض کرتا ہے
کہ پسرنا اور اس کا متعدی پسارنا دونوں مصادر
ٹانگوں کے لئے وضع ہوئے ہیں۔ جلال نے
(سرمایۂ زبان اُردو) میں پسرنا پر فرمایا ہے کہ
عورت کا مرد کے آگے لیٹ جانا۔ صاحب فرہنگ
آصفیہ نے بھی ان معنوں کا ذکر کیا ہے۔ پس
پاؤں یا ٹانگوں کے لئے ہی افصح ہے اور مجازاً
ہاتھ کے لئے بھی فصیح اور استادان زبان کا
استعمال کثرت سے ہے جس کا ذکر اوپر ہوا اور
جن استادوں نے دامن اور منہ کے ساتھ بھی
اس کا استعمال کیا ہے اس کے فصیح ہونے میں
بھی کچھ شک نہیں لیکن ہمارا ذوق ذاتی اس
کے خلاف اور عشرت سے موافق ہے۔

پستہ عشرت لکھنوی فرماتے ہیں کہ بکسر موحدہ
اس کا قافیہ بستہ کے ساتھ قابل ترک ہے
اس لئے کہ اختلاف حرکت ماقبل قید اردو میں
کہیں دیکھنے میں نہیں آیا مؤلف عرض کرتا
ہے کہ (ملاحظہ ہو قواعد قافیہ اور کلام ناسخ)

(سہ) سبزۂ خط نے یہ بدلا ہے لب جانان کا رنگ
پیش ازیں عناب جو تھا اندنوں وہ پستہ ہے ؎
کوشش اخفا عبث ہے فاش ہوگا خلق میں ؎
راز دل ناسخ شراب شیشۂ بشکستہ ہے ؎ صبح
اٹھکر آینہ دیکھا تو کیا کہنے لگا ؎ صاف ترا س
سے ہمارا چہرۂ ناشستہ ہے ؎ ہے پرانی بات
کیا ابرو کو کہنا ماہ نو ؎ زلف کو زنجیر کیا باندھیں یہ
مضمون بستہ ہے ؎ اسی لفظ پر کیا منحصر ہے
پژمردہ۔ پردہ۔ اور گردہ کا قافیہ بھی درست ہے
(ولہ سہ) او بہار امسال دل پژمردہ ہے ؎
داغ سودا بھی چراغ مردہ ہے ؎ میری بیتابی
ہے بجلی کی طرح ؎ چاند تو ہے ابر تیرا پردہ ہے ؎
خاک سے اٹھتا نہیں جو نقش پا ؎ کیا مری تصویر
کا یہ گردہ ہے ؎ دل کے جانے کا نہ ہو کیوں غم
مجھے ؎ وہ مرے آغوش کا پروردہ ہے ؎

پس مردن کمال لکھنوی فرماتے ہیں
اب یہ متروک ہے اور پس مرگ یا بعد مرگ مستعمل
ضیائے دہلوی نے اس کی تردید کی ہے اور
اردو میں (پس مردن) کے استعمال کو فصیح

کہا ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ فارسی زبان کا
ذوق ہم کو مجبور کرتا ہے کہ قیاس سے اتفاق نکرین
اس لئے کہ مردن مصدر ہے اور مرگ حاصل بالمصدر
مرکب اضافی مین حاصل بالمصدر سے کام لینا
بہتر سمجھا گیا ہے مگر اون خاص مصادر مین جن کا
حاصل بالمصدر نہین ہے ناگزیر مصدر ہی سے کام
لیا جاتا ہے۔ اگرچہ فارسی زبان مین پس مردن
و خوردن کا استعمال کثرت سے ملیگا لیکن لطف
زبان اسی مین زیادہ ہے کہ ہم حاصل بالمصدر
کو مضاف الیہ قرار دین جب فارسی کے ذوق
کا خود یہ رنگ ہے تو پھر اردو مین تو (پس مردن)
زیادہ تر قابل لحاظ ہے جن شعراے اردو کو
یہ رنگ پسند ہے کہ اون کا اردو مصرع تمام تر
فارسی نظر آئے تو اون کے لئے تو (پس مردن)
مبارک مگر جن شعرا کو یہ رنگ پسند نہین ہے
بے شک اون کا ذوق (پس مرگ) کو پسند کریگا

پسینہ جھاڑنا عشرت لکھنوی فرماتے ہین
کہ اب یہ متروک ہے اسکی جگہ پسینا پوچھنا مستعمل
مؤلف عرض کرتا ہے کہ بعض استادان
معاصر اردو اس استعمال کو فصیح خیال کرتے
ہین بعض کے کلام کا درجہ عشرت سے بڑھا
ہوا ہے اور استادان سلف سے ناسخ کے
کلام مین اس کا استعمال بھی موجود ہے اور
ہمارا ذوق بھی اس کے استعمال کو پسند کرتا
ہے (ناسخ ے) پسینہ اپنے ماتھے کا نہین
جھاڑا ہے انگلی سے ۔ یہ سب بے قدر نے
توڑا ہے سلک دُرّ مکنون کو ؎

پکارے عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ یہہ
(پکار کر کہے) کے معنے مین غیر صحیح ہے مؤلف
عرض کرتا ہے کہ استادان معاصر نہ صرف اسکو
صحیح مانتے ہین بلکہ فصیح بھی اور جناب امیر
مینائی کے کلام مین اس کا استعمال بھی ہے
اور ہمارا ذوق اس کے استعمال کا دلدادہ
ہے (مرآۃ الغیب امیر ے) ہون وہ مے
کش جو کرون رخ در توبہ کی طرف پھیکے جاتے
ہو پکارے دہن خم مجھکو ؎

پلک کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ لفظ موے
مژہ کے معنون مین فارسی نہین ہے بلکہ ہندی

ہے اور فارسی مین لحاف چشم اور پپوٹے کے معنون مین ہی۔ ضیاے دہلوی نے فرمایا ہے کہ پلک فارسی زبان کا لفظ ہی اور یہ صحیح ہے کہ پپوٹے کے معنون مین ہے لیکن مثال مین (پلک چشم) بمعنی موے پلک کو جو غلط بتایا ہے خطا کی دونون ترکیبین فارسی مین صحیح ہین یعنی (پلک چشم) کے معنے لحاف چشم اور (موے پلک) کے معنے موے لحاف چشم (الخ) مولف عرض کرتا ہے کہ ضیا نے گویا نفس بحث مین تو کمال کو مانا ہے اور ایک لفظی بحث پیدا کر کے مخالفت کی ہے ہم واضح الفاظ مین کہتے ہین کہ پلک بمعنی موے مژہ فارسی ہے کتب لغات فارسی کے اجمال بیان اور کمی تلاش نے کمال اور ضیا دونون کو دہوکے مین رکھا ہے ہم نے (حیوۃ العزیز) کے گیارہوین باب مین اس لفظ کی تفصیلی بحث کی ہے۔ یہان اسی قدر کافی ہے کہ دونون شعراے بالا کا تسامح ہے۔ (خسرو سہ) سنون پلکا کدام سوئی چہ پنبہ دہنا کدام روئی چہ انگناہ ہزار یوسف وہر ہاے چہ دفتا کدام کوئی غ

پنھانا کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ بروزن فعولن اب متروک ہے اسکی جگہ پہنانا بروزن مفعولن قابل استعمال۔ ضیاے دہلوی نے اس کی تردید کی ہے اور آتش کے کلام سے سند دی ہے (وہو ہذا سہ) سرمہ منظور نظر ٹھہرا جو چشم یار کو نیلگون گنڈا پنھایا مردم بیمار کو محقق دہلوی نے (پنھانا اور پہنانا) دونون کو قائم کر کے لکھا ہے کہ آج کل پہنانا زیادہ مستعمل اور فصیح ہے۔ جلال نے اپنی تالیف (سرمایۂ زبان اردو) مین صرف (پنھانا) کو قائم فرما کر لکھا ہے کہ پوشیدن کا ترجمہ لیکن یہ زبان متقدمین کی تہی۔ متاخرین کی زبان پر پہنانا ہے بفتح باے فارسی و سکون ہاو نون بعد ہا۔ اب ہم جناب ضیا سے پوچھتے ہین کہ کیا کمال کا قول قابل تصحیح ہے اور کیا ان دونون محققین دہلی و لکھنو کو کمال سے اتفاق نہین ہے۔ ہماری ذاتی راے یہ ہے کہ پہنا لازم اور پہنانا متعدی ۔ اصل ہے اور پنھانا بہ تقدیم نون ۔ قلب بعض۔

ل۵ صاحب فرہنگ آصفیہ۔

اور بلحاظ استعمال آتش غیر فصیح نہین لیکن
معاصرین کا اور نیز ہمارا ذوق اصل ہی کو
پسند کرتا ہے۔

پوجون ہون | قرار شاہجہان پوری فرماتے
ہین کہ اب یہ مستعمل نہین ہے اسکے عوض (پوجتا ہون)
کا استعمال ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ
اگرچہ سودا کے کلام مین اس کا استعمال ہے
لیکن مؤلف کا ذوق بھی اس کے استعمال
کو پسند نہین کرتا (سودا سے) ہندو ہین بت
پرست مسلمان خدا پرست ۔ پوجون ہون مین
اسی کو جو ہو آشنا پرست ۔

پوچھو ہو | قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین
کہ اب یہ متروک ہے اور اس کی جگہ پوچھتے ہو
مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ
میر کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن
ہمارا ذوق بھی اس کے استعمال کو پسند نہین
کرتا (میر سے) کیا بود و باش پوچھو ہو پورب
کے ساکنو ۔ ہم کو غریب جان کے ہنس ہنس
پکار کے ۔

پورے پہ | قرار شاہجہان پوری اور عشرت
لکھنوی فرماتے ہین اب یہ متروک اور غیر
فصیح سمجھا جاتا ہے اس کے عوض (پورے
پر) مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ
اگرچہ مومن کے کلام مین اس کا استعمال ہوا
ہے لیکن ہمارا ذوق ذاتی بھی اس کے استعمال
کو نہین پسند کرتا (مومن سے) کچھ جینے کا
بھی دیکھ لے اسے آہ ٹھکانا ۔ کس پورے پہ
لیتی ہے تو تاثیر دعا قرض ۔

پہ | عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب یہ بمعنی
پر غیر فصیح اور متروک ہے۔ کمال لکھنوی
نے فرمایا ہے کہ بعض فصحاے متاخرین کے
نزدیک ترک اور بعض مگر جملہ فصحا کے نزدیک
متروک اور پر مستعمل ہے۔ ضیاے دہلوی
فرماتے ہین کہ یہ لفظ مخفف ہے پر کا اور صحیح
ہے اور اوپر کے معنے مین اس کا استعمال
فصیح ہے۔ اور رنگ کے معنی ہین. بھی صحیح
و مستعمل ہے ہان بعض نے ترک کر دیا ہے
آپ فرماتے ہین کہ جن لفظون کو جمہور

بالاتفاق ترک کردین وہ ترک مانا جائیگا اور اگر
بعض ترک کرین بعض نکرین یا اکثر نہ کرین تو
وہ متروک نہین یعنی اسپر عام حکم ترک کا نہین
ہوسکتا مؤلف عرض کرتا ہے کہ محقق دہلوی
نے اپنی تالیف فرہنگ آصفیہ مین اسکو بمعنی
پرا ور پر کا مخفف کہا ہے اور کوئی اشارہ
غیر فصیح ہونے کا نہین کیا اور پر پر فرمایا
ہے حرف استثنا ہے اور انھین معنون مین
فارسی قدیم مین بھی پایا جاتا ہے اور اردو
مین بمعنی اوپر بھی مستعمل ہے (فارسی کی مثالین
لفظ پر پر گزری ہے) اب مؤلف کی راے
یہ ہے کہ پہ بمعنی مگر پر کا مخفف نہین ہے بلکہ
مبدل اور مہند ہے اور تہنید اس لئے ہی
کہ فارسی کے پر سے راے مہملہ کو ہندیون
نے ہاے ہوز سے بدل دیا ہے۔ الحاصل ہمارا
ذوق اس کے استعمال کو دونون معنون مین
پسند کرتا ہے اور ہم دونون معنون مین اسکو
فصیح خیال کرتے ہین (جلال ؎) تہ و بالا
کیا انکو کچھ ایسا بیقراری نے ؛ جگر کی جا پہ دل
پایا جہان دل تھا جگر پایا ؛ (امیر ؎) سر سے
اُٹھا کے ہاتھ ہوا سرفراز مین ؛ دنیا پہ لات
مار کے پامردہو گیا ؛ (داغ ؎) ہم پر سے
کیون یہ غصہ مرتے ہین سب بے اجل ہم پہ دشمن
پہ ہو جو ہرگز قائل نہین قضا کا ؛ (میر ؎)
دل کی خواہش ہو کسی کو تو کبھی دل کی نہین ؛
اب بھی یہ جنس بہت ہے پہ خریدار ہین کم ؛
(غالب ؎) غم اگرچہ جانگسل ہے پہ کہان
بچین کہ دل ہے ؛ غم عشق گر نہ ہوتا غم
روزگار ہوتا ؛

پھرسے اقرار شاہ جہان پوری فرماتے
ہین کہ اب یہ متروک اس کے عوض پھر سے
مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ
استادون کے کلام مین اس کا استعمال ہے
لیکن ہمارا ذوق ذاتی اقرار سے متفق ہے
(سودا ؎) طلب نہ چرخ سے کر تام رحمت
اے سودا ؛ پھرسے ہے اپنا وہ کاسہ لئے
گدائی کا ؛

پھلڑا عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب

متروک اور غیر فصیح اور (تلوار کا پھل) مستعمل ہے
صاحب فرہنگ آصفیہ فرماتے ہین کہ یہ پھل کی
تصغیر ہے۔ ہتیار یا چاقو کا وہ حصہ جو دستے یا
قبضے کے علاوہ ہوتا ہے **مؤلف** عرض کرتا ہے
کہ ہمارا ذوق یہ ہے کہ تلوار کے لئے پھل کا
استعمال صحیح ہے اور چاقو یا کٹار یا پیش قبض
کے لئے اس کی تصغیر یعنی پھلڑا خصوصاً
چاقو کے لئے جو کٹار اور پیش قبض سے بھی
چھوٹا ہوتا ہے پھلڑا ہی کہنا چاہئے الحاصل
جہان تصغیر مقصود ہو وہان اس کا استعمال ہوگا
استادان سلف کے کلام مین اس کا استعمال
موجود ہے (آتش ؎) نوش بے صرفہ کرے
خون گنہگاران عشق ؛ پھول سے رنگین پھلڑا
یہ تری شمشیر کا ؛ ہمارا ذوق ذاتی یہ ہے کہ
صرف چاقو کے لئے اس کا استعمال فصیح ہے۔

پھلو عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ بحذف
واو اس کا استعمال ناجائز ہے اس لئے کہ
یہ فارسی زبان کا لفظ ہے **مؤلف** عرض کرتا
ہے کہ اگرچہ بعض استادون کے کلام مین ایسا
حذف پا گیا ہے لیکن ہمارا ذوق عشرت کے
موافق ہے کمال لکھنوی نے (حروف علت
یا کے حذف) کے متعلق جو راے دی ہے۔ ہم نے
اس کی تفصیلی بحث کی ہے۔ اور استادون
کی سندین بھی منقول ہین جس کا بیان آگے
آئیگا (آتش ؎) گرگ بغل کو پہلو مین دل
کی جگہ رکھا ؛ یوسف سے بھی عزیز ہے ہم نے
فزون کیا ؛

پھنچا ہے قرار شاہ جہان پوری فرماتے
ہین کہ اب یہ متروک ہے اس کی جگہ پہنچتا ہے
مستعمل **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ اگرچہ ذوق
کے کلام مین اس کا استعمال ہے مگر ہمارا ذاتی
ذوق اس کے استعمال کو پسند نہین کرتا (ذوق
؎) ہان مدد طاقت کہے ہے ضعف سے سینے
مین دم ؛ دیکھئے لب تک خدا کیونکر مجھے پہنچائے ہے ؛

پھیرنا چاہئے قرار شاہ جہان پوری
فرماتے ہین اب یہ متروک ہے اس کی جگہ پھیرنا
نہ چاہئے مستعمل **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ لکھنؤ
مین میر انیس افصح مانے گئے ہین اور آپ کے

کلام مین اس کا استعمال موجود ہے اور ہمارا ذوق
ذاتی بھی اس کو پسند کرتا ہے اور بعض استادان
معاصر کی بھی یہی راے ہے (انیس سے) کہتے
تھے فاطمہ سے علی گھر مین جو ہو وہ ؎ خالی
کبھی فقیر کو پھیرا نہ پیاسے تھے ۔

پھینکے ہے | قرار شاہجہانپوری فرماتے
ہین کہ یہ اب متروک ہے اس کی جگہ (پھینکتا ہے)
مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ
سودا کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن
ہمارا ذوق ذاتی اس کے استعمال کو نہین
پسند کرتا (سودا سے) گل پھینکے ہے عالم کی
طرف بلکہ ثمر بھی ؎ اے خانہ بر انداز چمن
کچھ تو ادھر بھی ؎

پیجے | کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ غیر فصیح ہے
اور اسی طرح دیجے ۔ لیجے وغیرہ بروزن فعلن
اس کے عوض پیجیے ۔ دیجیے ۔ لیجیے بروزن
فاعلن مستعمل ہے بقاے دہلوی فرماتے ہین کہ
اہل زبان اور فصحا کے کلام مین یہ سب الفاظ
موقع سب طرح آتے ہین مؤلف عرض کرتا

کہ ہمارا ذوق کمال سے متفق (جلال سے) پہلے
تمام ہوجیئے شام فراق سے ؎ دن بھر مین فیصلہ
ہو تو کیون راستہ دیکھیے ؎ تعجب ہے کہ بقانے
پیجے ۔ دیجے ۔ لیجے کے استعمال کی کوئی سند
نہین دی جسکے ہم مشتاق تھے ۔

پھیر | قرار شاہجہانپوری اور عشرت
لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ اب متروک اور غیر
فصیح ہے اور اس کے جگہ پاؤن کا استعمال
فصیح ہے ۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس
کا ذکر کیا ہے اور کوئی اشارہ غیر فصیح ہونے
کا نہین کیا مؤلف عرض کرتا ہے کہ استادان
معاصر اس کے استعمال کو پسند فرماتے ہین اور
استاد داغ مرحوم کے کلام مین بھی اس کا استعمال
ہے ہمارا ذاتی ذوق اس کے استعمال کو پسند
کرتا ہے اور ہم اسکو غیر فصیح نہین سمجھتے (داغ
سے) کیون دعوی رقیب سراسر غلط نہ ہو ؎
جب اس کی بات کا کوئی سر ہو نہ پیر ہو ؎

پھیری | عشرت لکھنوی فرماتے ہین اس
کا استعمال بسقوط یا متروک مؤلف عرض

کرتا ہے (حذف حروف علت) کی بحث ردیف حائے
حطی میں آئیگی اگرچہ ناسخ کے کلام میں اسکا
استعمال ہے۔ لیکن ہمارا ذوق عشرت سے
متفق (ناسخ سے) سچ ہے فراق میں ہوئی قدر شب
فراق ۞ آیا ہی یاد پیری میں عالم شباب کا ۞ (ایک قلمی دیوان
ناسخ کا مصرع ثانی حسب ذیل ہے (ع) پیری میں یاد آیا ہی عالم شباب کا)

پیٹے سے | قرار شاہجہانپوری اور حشمت
لکھنوی بالاتفاق فرماتے ہیں کہ ایسا استعمال
متروک ہے اسکی جگہ (پیٹ سے) مستعمل ہے مؤلف
عرض کرتا ہے کہ آتش کے کلام میں اسکا
استعمال ہے اور استادان معاصر بھی اس
کے استعمال کو پسند فرماتے ہیں اور ہمارا ذوق
بھی یہی ہے (آتش سے) ہوتی ہے ذہن
میں نقشے کے دونی ہوا ہے وصل ۞ کیا
سمجھیں شعر ایسے پیٹے سے ہو نجم نکلا ۞

تاے فوقانی

تاکہ | کمال لکھنوی فرماتے ہیں یہ کاف کے
ساتھ غیر فصیح اور اسی طرح (جبکہ۔ جو کہ۔
چونکہ۔ کاش کہ۔ گو کہ) ضیاے دہلوی نے

اسکی تردید تو نہیں کی مگر تصحیح کے عنوان سے یہ
فرمایا ہے کہ استادوں کے کلام میں ایسا استعمال
ہے جسکی نقل ذیل میں کیجاتی ہے الخ مؤلف
عرض کرتا ہے کہ اردو کے استعمال میں یہ کاف
بیشک زائد ہے اور ہمارا ذوق حتی الامکان
اس سے بچنے کو بہتر سمجھتا ہے واضح ہو کہ
ضیاء نے (کاش کہ) کی نسبت فارسی میں
جامی کی سند دی ہے جو (کاشکے) سے متعلق
ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ موضوع بحث سے
خارج ہے (جلال سے) غرض کہ تیری ستائش کا
کہاں جلال کہاں ۞ دعا قبول کرے ایسے
قادر بیچون ۞ (ولہ سے) جو کہے الفت میں
عاشق آسکے وہاں سے پھر مٹ جائے ۞
غرض کہ یوں آپ کو مٹائے کہ نام ہو جائے
نہ نشان کا ۞

چھپٹ | قرار شاہجہانپوری فرماتے ہیں کہ
اب یہ متروک ہے اور اسکی جگہ (تیر سے) چھرا
مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ ذوق
کے کلام میں اس کا استعمال ہے لیکن ہمارے

ذاتی ذوق کے ناپسند ہے (ذوق سے) شعلہ
بھڑکے نہ کیون کہ محفل مین ؂ شمع تجھ بن ہوا سے
لڑتی ہے ؂

تجھ پاس | بقول قرار شاہ جہان پوری
اب متروک ہے اس کے عوض تیرے پاس
مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ سودا کے
کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذوق
ذاتی اس کے خلاف ہے (سودا سے) خراب
ہین وہ عمارات کیا کہون تجھ پاس ؂ کہ جن کے
دیکھے سے جاتی رہی تھی بھوک اور پیاس ؂

تجھ چشم سے | قرار شاہجہانپوری فرماتے
ہین کہ اب اس کا استعمال متروک ہے اس
کی جگہ (تیری چشم سے) مستعمل ہے مؤلف عرض
کرتا ہے کہ اگرچہ سودا کے کلام مین اس کا استعمال
ہے لیکن ہمارا ذوق ذاتی اس کے خلاف
ہے (سودا سے) اے ابر قسم ہے تجھے رونے
کی ہمارے ؂ تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھی لخت جگر بھی ؂

تربیت | کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ تربیت
۔ تقویت ۔ تصفیہ ۔ تنقیہ ۔ یہ سب الفاظ بہ تشدید یائے
یا غلط ہین ۔ ضیائے دہلوی نے بعنوان تصحیح
جو تردید کی ہے ہماری رائے مین وہ ان کے
غور کرنے کے قابل ہے اس لئے کہ یہ چارون
الفاظ عربی زبان کے ہین اور ان کی لغوی
تحقیق یہ ہے کہ بلا تشدید تحتانی ہین اور اردو
استعمال مین محقق دہلوی نے فرہنگ آصفیہ
مین انکو بلا تشدید قائم کیا ہے اور فصحائے
معاصر نے بھی ان کا استعمال بلا تشدید کیا ہے
شعرائے سلف کے کلام مین بھی ان کا استعمال
بہ تشدید یا ہماری نظر سے نہین گزرا ۔ اس
مین کچھ شک نہین کہ بضرورت شعر عربیون اور
فارسیون نے بعض اپنے مشددات کو استعمال
مین غیر مشدد کر لیا ہے اور اس کے بالعکس
بھی لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ لغوی
صحت سے انکار کیا جائے ۔ استاد جلیل نے
بھی اپنی تالیف تذکیر و تانیث مین ان چارون
الفاظ کو بغیر تشدید لکھا ہے اور مسرور نے
تقویت کا استعمال تخفیف کے ساتھ کیا ہے
(سے) ہو نہ مجھ سے جدا خیال حبیب ؂ اک

تجھی سے ہے تقویت دل کی ٭ اسی طرح منیر
نے تصفیہ کا استعمال بہ تخفیف یا فرمایا ہے (سه)
آپ منھ دیکھنے کو آئینۂ دل مانگا ٭ تصفیہ اس بت
کافر کا خدا ساز ہوا ٭ جانصاحب نے تنقیہ کا استعمال
بھی تخفیف یا ہی سے کیا ہے (سه) جن تھا
موا بخار کہ اترا نہ آج تک ٭ سو طرح سے علاج
ہوئے تنقیے ہوئے ٭ اب حضرت ضیا سے
ہم پوچھتے ہین کہ کیا جلال کی ہدایت غلط ہے
یا مسیح کی تصحیح۔ مؤلف کا ذاتی ذوق کمال
لکھنوی سے متفق ہے اور ان کا شکر گزار

تڑپن قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین
کہ اب یہ متروک اور تڑپ کا استعمال ہے۔
محقق دہلوی نے اپنی فرہنگ آصفیہ مین
اس کو ترک کیا ہے جلال لکھنوی نے (سرمایۂ
زبان اردو) مین بھی اس کو نہین لکھا اگرچہ
شاد کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن
مؤلف کا ذاتی ذوق اس کے خلاف ہے
(شاد سه) دکھائین کس طرح تڑپن دل مضطر
کی ڈرتے ہین ٭ ٹھہر جاتا ہے یہ ظالم وہ جسدم
ہاتھ دھرتے ہین ٭

تصفیہ دیکھو تربیت جس پر اس کا بیان ہے

تعویذ لحد کمال لکھنوی نے فرمایا ہے کہ
یہ قابل ترک ہے۔ اس لئے کہ عربی یا فارسی
مین تعویذ ان معنون مین نہین ہے۔ جن
معنون مین اردو والون نے اس مرکب کا
استعمال کیا ہے۔ ضیاے دہلوی نے کمال
لکھنوی سے اختلاف کیا ہے اور مؤلف
کو ضیا سے اتفاق ہے۔ ہم تعویذ کو اس مرکب
مین ہندی خیال کرتے ہین اور الفاظ ہندی
کی اضافت بقاعدہ فارسی ہماری راے مین
صحیح ہے۔ جس کی کامل صراحت ہم نے اپنی تالیف
(حیوۃ العزیز) کے گیارہوین باب مین کی
ہے جو اسی مجموعہ کی ابتدا مین ہے۔

تقویت دیکھو تربیت جس پر اس کا بیان ہے

تلک قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین کہ
یہ اب متروک ہے اس کے عوض تک کا استعمال
ہے۔ محقق دہلوی نے فرہنگ آصفیہ مین فرمایا
ہے کہ پرانی ہندی کا لفظ ہے اور تک اسی کا

مخفف ہے اور تلک آج کل کم مستعمل ہے مگر
شعرا نے بضرورت اس کو جائز رکھا ہے۔ جلال
لکھنوی (سرمایۂ زبان اردو) مین فرماتے ہین
لفظ تک کا مرادف یا مزید علیہ اور بعض فصحاے
متاخرین کے نزدیک متروک الاستعمال ہے۔
مؤلف عرض کرتا ہے کہ فصحاے معاصرین سے
جناب امیر مینائی کے کلام مین اس کا استعمال
ہے اور ہمارا ذوق ذاتی بھی اس کے استعمال
کو پسند کرتا ہے (امیر ؎) جب تلک تم تھے
کشیدہ دل تھا شکوون سے بھرا ؛ تم گلے سے
مل گئے سارا گلہ جاتا رہا ؛

تلے قرار شاد جہان پوری اور کامل لکھنوی
نے اس کے ترک کی راے دی ہے۔ اور اس
کے عوض نیچے کو فصیح مانا ہے۔ ضیاے دہلوی
کو کمال سے اختلاف ہے۔ اگرچہ جلال لکھنوی
اور ہمارے استاد داغ کے کلام مین اس کا
استعمال ہے لیکن ہمارا ذاتی ذوق اس کے
خلاف ہے لیکن ہم کبھی اس کو غیر فصیح نہین
کہتے (جلال ؎) کیا جا کے مینگی اوپر ہی سے اوپر
وہ ادائین ؛ پھرتی جنھین پاتے ہین ان آنکھون
کے تلے ہم ؛ (داغ ؎) وہ دل ہے جو ترے
تلوون تلے ہوا پامال ؛ وہ سر ہے جو ترے
نیزے پہ سربلند ہوا ؛

تمھاری قسم کمال لکھنوی فرماتے ہین
یہ متروک ہے اور اسی طرح (تمھاری خاطر)
(ہماری قسم) (ہماری خاطر) بھی متروک اور
اسکی جگہ تمھارے سر کی قسم۔ ہماری جان کی قسم۔ تمھارے
واسطے۔ ہمارے واسطے یا تمھارے لئے اور ہمارے
لئے مستعمل ہین۔ ضیاے دہلوی فرماتے ہین کہ الفاظ مذکورہ
مین یہ سب لفظ سب طرح مستعمل ہین اور استادان
معاصر کو بھی کمال سے اتفاق نہین مؤلف کا
ذوق بھی ان الفاظ کے موافق ہے۔

تم ہی کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ متروک
ہے۔ اور اسی طرح۔ مین ہی۔ ہم ہی۔ وہ ہی
یہ ہی بھی غیر فصیح اور ان کے جگہ تمھین تجھین
ہمین۔ وہی۔ یہی مستعمل۔ ضیاے دہلوی
بعنوان تصحیح فرماتے ہین کہ گو فصحا مین اسی
طرح استعمال ہے مگر تمھین کے عوض تمہین ہی

فصحا مین مستعمل ہے پس کمال نے جس کو فصیح
کہا وہ متروک ہے (الخ) استاد ضیا اعنی جلال
لکھنوی نے (سرمایہ زبان اردو) مین لکھا ہے
کہ مھین تحتانی معروف اور اخفاے نون کے
ساتھ ایک کلمہ ہے کہ فائدہ اپنی ذات کے حصر کے
معنی کا دیتا ہے اور جو اس لفظ کو (مین ہی)
پڑھتے مین یا لکھتے ہین غلط ہے مؤلف عرض
کرتا ہے کہ ضیا نے تصحیح الدستور کی تالیف کے
وقت غالباً استاد مکرم کے قول کو ملاحظہ نہ فرمایا
ہوگا اور اب آپ یہ فرما سکتے ہین کہ ہماری دلی
مین مھین متروک اور (مین ہی) کا استعمال ہے
بیچارے کمال کا تو کچھ قصور نہین جس نے لکھنو
کے استعمال کی صراحت کی اور ہمارا ذاتی ذوق
دونون کے استعمال کو پسند کرتا ہے۔

تنقیہ | دیکھو تربیت جس پر اس کا بیان ہے

تو | کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ اور نیز جو
واو مجہول کے ساتھ شرط و جزا کے محل پر باظہار
واو متروک اور باخفاے واو مستعمل ہے ضیا
دہلوی کہتے ہین خواہ کسی معنے مین ہو باظہار
واو بھی مستعمل ہے۔ محقق دہلوی نے فرہنگ
آصفیہ مین اور جلال لکھنوی نے (سرمایہ زبان
اردو) مین اظہار و اخفاے واو کا کوئی اشارہ
نہین کیا۔ استادان معاصر کے کلام مین اظہار
واو کے ساتھ تو کا استعمال ہے اور ہمارا ذوق
بھی تو مین واو کے اظہار کو پسند کرتا ہے۔
(جلال ؎) ضعف ہو تو ہو پہنچ جائینگے کوے
یار تک ؛ بیٹھتے اٹھتے ہوے ہم گرد منزل کی
طرح ؛ (ولہ ؎) جو ہم سے پوچھتے ہو تو اگر
سو بار غش آتا ؛ کلیم اللہ ہم کو طالب دیدار رہتا تھا
لیکن جو کے متعلق (بمقام شرط) ہم کو کمال
لکھنوی سے اتفاق ہے۔ استادون کے
کلام مین اس کا استعمال باظہار واو ہماری
نظر سے نہین گزرا اگر کوئی سند استعمال ملے
بھی تو ہم اپنے ذوق سے مجبور ہون گے اور
ہمارا خیال ہے کہ استادان معاصر دہلی و لکھنو
سے کسی کو ضیا کے ساتھ اتفاق نہ ہوگا۔

تیئین | قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین۔
(اپنے تیئین) اب متروک ہے۔ اسکی جگہ (آپکو)

مستعمل۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس پر
کوئی اشارہ غیر فصاحت کا نہین کیا ہے اور
(اپنے تئین) کے استعمال کو صحیح مانا ہے البتہ
جلال لکھنوی نے اس لفظ پر لکھا ہے کہ یہ روز
مرہ قدما کا تھا لیکن فصحاے متاخرین نے
اس لفظ کا بولنا ترک کر دیا ہے۔ جناب امیر
مینائی نے (امیر اللغات) مین (اپنے تئین) پر
فرمایا ہے کہ اس جگہ دلی مین (اپنے کو) اور
لکھنؤ مین (آپ کو اور اپنے آپ کو) کہتے ہین
مؤلف عرض کرتا ہے کہ متعدد استادون
کے کلام مین اس کا استعمال ہے۔ ہم اس کو
بے شک فصیح خیال کرتے ہین لیکن ہمارا ذوق
ذاتی اس کے استعمال کے خلاف ہے (جرأت
سے) نہین پہچانتے اپنے تئین ہم ٭ زیادہ
اس سے کیا کوئی لٹے گا ٭ (درد سے) اپنے
تئین تو کام کچھ خرقہ و جامہ سے نہین ٭ درد
اگر لباس ہے دیدۂ عیب پوش ہے ٭ (سوز
سے) فنا کر آپ کو تا جز سے ایدل کل تو ہو جاوے
گنوا اپنے جب جاب اپنے تئین اسوقت دریا ہو ٭

(میر حسن سے) شعر کہنے سے یہ حاصل ہے کہ
شاید کوئی ٭ بعد مرنے کے حسن اپنے تئین یاد کرے ٭

تاے ہندی

ٹپکے ہے قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین
کہ اب یہ مستعمل نہین ہے اس کے عوض (ٹپکتا
ہے) مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ
غالب کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن
ہمارا ذوق ذاتی اس کے استعمال کو نہین
پسند کرتا (غالب سے) گریہ چاہے ہے خرابی
مرے کاشانے کی ٭ در و دیوار سے ٹپکے ہے
بیابان ہونا۔

ٹک قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین کہ
بمعنی (۱) ذرا اور (۲) اب۔ متروک ہے صاحب
فرہنگ آصفیہ نے اسکو بمعنی ذرا گنوارون کی
زبان کہا ہے اور نظیر کی سند دی ہے (غالباً
ان کا شمار گنوارون مین ہوگا) (ع) ٹک دیکھ
لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوے اور چل نکلے ٭
(از آصفیہ سے) گر جان تلک مانگو تو وسواس
نہین ہے ٭ اور نقد اگر چاہو تو ٹک پاس نہین ہے ٭

آپ ہی نے فرمایا ہے یعنی (ذرا سی دیر، تھوڑی دیر کے لئے) بھی مستعمل ہے (منہ ۵) اور من

اوٹھا کے جانے والے ٹک ہم کو بھی خاک سے اٹھالے ۔ جلال لکھنوی (سرمایۂ زبان اردو) میں فرماتے ہیں کہ ایک کلمہ ہے ذرا کے معنے کا فائدہ دیتا ہے لیکن فی زماننا متروک الاستعمال ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ اسکا استعمال میر اور سودا اور نظیر نے کیا ہے جو استادان مسلم الثبوت تھے اور گنوار نہ تھے لیکن مؤلف کا ذاتی ذوق اس کے استعمال کو پسند نہیں کرتا اور کبھی اس کو غیر فصیح نہیں سمجھتا (میر ۵)

سرہانے میر کے آہستہ بولو ۔ ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے ۔ (سودا ۵) سودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات ۔ آئی ہے سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی ۔

	ثائے مثلثہ	

ثمرہ کمال لکھنوی فرماتے ہیں بسکون دوم غلط ہے اور بفتحتین صحیح اگر ثقات شعرائے ہند کے کلام میں بسکون میم پایا جائے تو مبتذل سمجھنا چاہیئے ۔ ضیاء دہلوی نے کہا ہے کہ نامی اصفہانی نے فارسی میں بسکون میم استعمال فرمایا ہے (س) گر حنظل تخم حنظل می دہد ۔ بیار رو ثمرہ شیرین بشکر ۔ مؤلف عرض کرتا ہے کمال لکھنوی سچ کہتے ہیں کہ یہ عربی زبان میں بہ فتح میم ہے ۔ لیکن آپ کی نظر سے فارسی کا استعمال نہیں گزرا اسی لئے آپ نے سکون میم کے ساتھ اس کو مبتذل کہا ہے اور درحقیقت مفرس ہے ۔ محقق دہلوی یعنی صاحب فرہنگ آصفیہ نے اسکو بفتحتین لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ بول چال میں بسکون ثانی مستعمل ہے جیسے دہلوی فرماتے ہیں کہ کمال اپنے والد جلال کو جن کے کلام میں اس کا استعمال بسکون میم ہے (ثقات شعرا میں نہ سمجھتے ہوں) ہم کہتے ہیں کہ کمال کے حق میں ضیا کی یہ تہذیب گالی انصاف سے بعید ہے اگر اون کے والد ماجد کا کلام جس میں اس لفظ کا استعمال ہے کمال کی نظر سے نہ گزرا ہو تو کوئی تعجب کا محل نہیں ہے کمال کے قول سے حضرت جلال ثقات شعرا

مین داخل ہین بیچارے کمال نے کوئی بے
تہذیبی نھین کی (جلال ع) ثمرہ شتاب دے
مرے نخل مراد کا ۞ (میر ے) پودہ ستم کا اس نے
جس باغ مین لگایا ۞ اپنے کئے کا اس نے ثمرہ
شتاب پایا ۞ ہمارا ذاتی ذوق اس کے استعمال
کو باتباع جلال و میر پسند کرتا ہے۔

جیم عربی

جاتے قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین کہ اب اس کی جگہ (جانے والے) مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ (جانے والے) ترجمہ ہے (اردو) کا جو اسم فاعل ہے اور (جاتے) ترجمہ ہے۔ اسم حال (یعنی روان) کا۔ قرار شاہجہان پوری نے اس نزاکت پر غور نھین فرمایا استادان سلف کے علاوہ فصحاے معاصر نے بھی اس کا استعمال فرمایا ہے (امیر مینائی ے) پادشاہون کا ہے دربار در پیر مغان ۞ سیکڑون جاتے گئے سیکڑون آتے آگئے ۞ ہمارا ذوق اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے۔

جان قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین کہ باخفاے نون بمعنی روح اب مستعمل نھین ہے رکمال لکھنوی نے فرمایا ہے کہ حالت انفرادی مین نون کے اخفا سے متروک اور اعلان سے مستعمل۔ ضیاے دہلوی کہتے ہین لفظ جان گو نون کے اعلان سے ہے لیکن نظماً باخفاے نون بھی باندھتے ہین صاحب فرہنگ آصفیہ نے اسپر کوئی اشارہ اظہار نون کا نھین کیا البتہ جلال لکھنوی نے (سرمایہ زبان اردو) مین (باعلان نون) کہا ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ جن جن معنون مین یہ فارسی ہے اون مین اخفاے نون کے ساتھ اردو مین اس کا استعمال غلط نھین ہے اور استادون نے ایسا کیا ہے۔ لیکن ہمارا ذوق ذاتی اعلان نون کو زیادہ پسند کرتا ہے (جلال ے) جو دل کو دل نہ جانکو جان ہم دن کے عشق مین سمجھین ۞ الٰہی کیا ضرور ایسون کو پھر دینا دل وجان کا ۞ (ذوق ے) پڑے تفرقہ یہ جدائی سے تیری ۞ کہ مین ہون کھین دل کھین جان کھین ہے ۞ (سالک ے) تم تو مشق ستم کرتے ہو ذکر عدو مگر ۞ جاتی رہے نہ جان کسی بیقرار کی

(ذوق س) تم جان ہو ہماری اور جان ہے
توسب کچھ ۔ ایمان کی کہین گے۔ایمان ہے تو
سب کچھ ۔ (ناسخ س) میری تربت پہ خدا را گزر
اے جان کرو ۔ خاک کو جسم کرو جسم کو پھر جان
کرو ۔ مخفی نہ رہے کہ صاحب فرہنگ آصفیہ نے
اس لفظ کو بمعنی معشوق غالباً ہندی سمجھا ہے
اور لغات فارسی بھی ان معنون سے ساکت
ہین ۔لیکن ہماری تحقیق مین یہ لفظ ان معنون
مین بھی فارسی ہے جس کا مکمل بیان ہم نے
(حیوۃ العزیز) کے گیارہوین باب مین کیا ہے

جانان | جانانہ کمال لکھنوی فرماتے
ہین بغیر عطف و اضافت ۔ بالانفراد اس کا استعمال
اردو مین غیر فصیح اور متروک ہے ۔ضیاے
دہلوی کو اس سے اختلاف ہے آپ کی راے
مین یہ دونون الفاظ بحالت انفرادی یعنی بحالت غیر
ترکیب بھی اردو مین مستعمل ہین اگرچہ آپکو اردو استعمال کی
سند صرف ایک معزز شاعر کی یاد ہے جن کا
نام یاد نہین ہے لیکن فارسی استادونکے نام یاد
ہین (جامی س) بہ بیداریست یارب یا بخوا

ہے کہ جان من زجانان کامیاب است ۔ (عرفی ع)
ہو چشم بہ نگاہے بر روجانانہ چنین باید ۔ (جامی
س) در بزم قدح نوشان در چشم وفاکوشان
ہو معشوق ترا دانم جانانہ ترا یابم ۔ صاحب
آصفیہ نے (جانان) کا ذکر کیا ہے اور کوئی
اشارہ مثل کمال کے نہین فرمایا مؤلف عرض
کرتا ہے کہ ان کا انفرادی استعمال باتباع فارسی
ہم اردو مین کر تو سکتے ہین لیکن ہمارا ذاتی
ذوق یہ ہے کہ (جانانہ) کے انفرادی استعمال
کو ہم مستحسن نہین خیال کرتے۔ اپنا اپنا ذوق۔

جانے ہے قرار شاہجہان پوری فرماتے
ہین کہ اب اس کا استعمال بمعنی جاتا ہے نہین ہے
مؤلف عرض کرتا ہے کہ استادان سلف کے
کلام مین اگرچہ اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا
ذوق ذاتی بھی اس کے خلاف ہے (سودا س)
دہمین جانے کا جو صحرا کی طرف کرتا ہون عزم ۔
جانے ہے اس سمت دیوانہ جدہر کہسار ہے ۔

جائیو قرار لکھنوی فرماتے ہین کہ اب بمعنی
جانا اس کا استعمال نہین ہے مؤلف عرض

کرتا ہے کہ اگرچہ شاد کے کلام میں اس کا استعمال پایا جاتا ہے اور دیگر استادان سلف نے بھی کیا ہے لیکن ہمارا ذاتی ذوق بھی اس کے خلاف ہے (شاد ؎) خونباری چشم تر تو دم لے ﴿ گھبرا گئیو منہ ذرا تو تھم لے ﴿

جب نہ تب قرار شاہجہانپوری فرماتے ہیں کہ اب اس کا استعمال بمعنی بے موقع نہیں ہے۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ جلال لکھنوی نے اپنی تالیف (سرمایۂ زبان اردو) میں فرمایا ہے یہ ایک کلمہ ہے کہ فائدہ معنی ہمیشہ کا دیتا ہے (ناسخ ؎) وہ گئے دن جو ہمیشہ مجھ سے سیدھی آنکھ تھی ﴿ جب نہ تب میں اب تو پاتا ہوں نگاہ یار کج ﴿ آپ نے اس کے ترک یا غیر فصاحت کا کوئی اشارہ نہیں کیا اور استادان معاصر کو بھی قرار سے اتفاق نہیں اور رند کے کلام میں بھی اس کا استعمال ہے اور ہمارا ذوق بھی اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے (رند ؎) جھنجلا کے وہ پکارتے ہیں جب نہ تب مجھے ﴿ آزردگی کا کچھ نہیں کھلتا سبب مجھے ﴿

قرار نے اس لفظ کے جو معنے لکھے ہیں اون سے محققین زبان ساکت ہیں اور ہر دو استادان بالا کے کلام میں بھی اس لفظ کے وہی معنے پائے جاتے ہیں جن کا ذکر جلال نے فرمایا پس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بقول قرار (بے موقع) کے معنوں میں شاید مستعمل نہ ہوگا (تھا کب جواب نہ ہوگا) برخلاف اس کے ہمیشہ کے معنوں میں مستعمل تھا یہی اور اب ہے بھی۔ واضح ہو کہ معاصرین زبان دان کا یہ تیار نگ ہے ایک فصیح لفظ کو اپنے ذہن مبارک میں ایک اوکھے معنے میں فرض کر کے اس کے ترک کا اشارہ فرماتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ درحقیقت وہی معنے قابل ترک ہیں نہ لفظ۔ بعض اور الفاظ میں بھی اسی قسم کی دل لگی اور بے تحقیقی نظر آئی ہے جیسے (ڈبو کرنا۔ وغیرہ) پس اس طرز سے یہ نتیجہ ہاتھ آتا ہے کہ یہ نازک کام محتاط محققین کے ہاتھ سے ہونا چاہئے۔

جرار کمال لکھنوی نے فرمایا ہے اس کا استعمال بمعنی دلیر و بہادر غلط جیسا کہ شعرا سے ہند

استعمال کرتے ہین ان معنون مین نہ لغات عربیہ
مین ہے اور نہ کلام شعرائے عجم مین ضیائے دہلوی
بتصیح قول کمال فرماتے ہین کہ اس کے معنے لشکر
بسیار اور بہوسے خودکشتہ کے ہین اگر لشکر جرار
کسی نے باندہا تو صحیح اور اگر (مرد جرار) لکھا تو غلط -
مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ عربی زبان کا لفظ ہی
بمعنی مذکورہ بالا - فارسیون نے لشکر آراستہ انبوہ
بسیاری کے معنون مین استعمال کیا ہے (دیکھو
برہان قاطع) محقق دہلوی نے فرہنگ آصفیہ
مین لغوی معنون کے سوا - بہادر - سورما - دلاور
- دلیر - جنگجو کے معنون مین بھی دلی کا استعمال
لکھا ہے اور ان معنون مین یہ لفظ ہند سے
استعمال اردو کے مجازی معنے معنی حقیقی سے
تعلق رکھتے ہین پس (مرد جرار) کی ترکیب
ہماری راے مین صحیح ہے - ضیائے دہلوی
کو جسطرح آپنے (تعویذ لحد) کی ترکیب اضافی کو
صحیح مانا ہے اسی طرح (مرد جرار) کی ترکیب
توصیفی کو بھی صحیح ماننا پڑیگا - آپ کا یہان
(مرد جرار) کو غلط فرمانا یک بام و دو ہوا کا
مصداق ہوگا یا تو آپ نے فرہنگ آصفیہ کو
نہین ملاحظہ فرمایا یا کمال کی تردید کی رو مین
(تعویذ لحد) خیال مین نہین رہا - ہم نے اسکی
تفصیلی بحث (حیوۃ العزیز) کے گیارہوین
باب مین بھی کی ہے -

جگنو کمال لکہنوی فرماتے ہین کہ گلے کے
ایک زیور کے معنون مین غلط اور جگنی صحیح
ہے ضیائے دہلوی فرماتے ہین کہ دلی مین
تو بے شک جگنی کہتے ہین لیکن لکہنو مین جگنی
اور جگنو دونون طرح مستعمل ہے (افسون
لکہنوی سے) شب کو آئے جو نظر اس کے گلے
کا جگنو ؏ جو شرارہ ہو مری آہ کا جگنو ہوجائے ؏
(ماہر لکہنوی سے) کبھی آیا نہ چمکتا ہوا آنکھون کو
نظر ؏ بخت کا میرے ستارہ ہے کہ جگنو تیرا ؏ (زند
سے) سر کا دوپٹہ شب کو جو گردن کے پاس
سے ؏ جگنی کی طرح یار کا جگنو چمک گیا ؏ آپ
ہی نے فرمایا ہے کہ آخر کے شعر سے ظاہر کہ جگنی
اور جگنو دونون نام دو وضع کے زیور کے
ہین اور (تذکرہ یادگار وطن) مین مرقوم ہے

کہ جگنوا ور جگنی مین فرق چھوٹے بڑے کا ہوتا ہے محقق دہلوی نے فرہنگ آصفیہ مین جگنو اور جگنی کو ایک کہا ہے اور جلال لکھنوی استاد ضیا دہلوی نے جگنی پر بطور تنبیہ فرمایا ہے کہ بعضے جگنی کو جگنو بوا و معروف بولتے ہین اور بنا بر محاورہ فصحاے لکھنو اس کی صحت مین کلام ہے البتہ جگنو بمعنی کرمک شب تاب صحیح ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ جلال کی تصحیح ضیا نے کی ہے وہ درحقیقت استاد جلال کی تصحیح ہماری راے مین یہ تصحیح غلط ہے۔ دکن مین بھی اس زیور کو جگنی کہتے ہین ہمارا ذوق جلال و کمال سے متفق ہے اب رہا محقق دہلوی کا یہ خیال کہ دونون ایک ہین ہم کو اس مین اختلاف تسامح معلوم ہوتا ہے۔ رند کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جگنی اور ہے اور جگنو اور۔

جگنو دیکھو تو جس پر اس کا بیان ہے۔

جوبن کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ پستان کے معنون مین غلط ہے۔ ضیاے دہلوی نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ برج بھاکا ہے اور زبان مذکور مین بمعنی شباب و حسن و جمال و جوانی و پستان مستعمل لیکن پستان کے معنون مین فصحاے دہلی نہین کہتے فصحاے لکھنو نے باندہا ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ محقق دہلوی یعنی (صاحب فرہنگ آصفیہ) نے جوبن کو بمعنی کچ۔ پستان۔ چرچی لکھا ہے اور آپ نے یہ صراحت نہین کی کہ ان معنون مین صرف لکھنو کا استعمال ہے الحاصل ضیا نے یہ تردید کمال۔ کمال کے ابا جان اور اپنے استاد محترم جلال لکھنوی کی سند دی ہے (ع) اُٹھتے جوبن کو ذرا پہلے سنبھالے اپنے ٭ سینے پر کوئی دوپٹے کے سنبھلنے کے لیئے ٭ (ولہ) دل آیا ہے تری اُٹھتی جوانی ابھرے جوبن پر ٭ اکیلے پر تمھین معلوم ڈاکین کیا ستم دونون ٭ (ولہ) اُبھری محرم اُٹھتے جوبن کو تمھارے دیکھکر ٭ دیر سے ششدر ہے دل کس کا ہین ان چار پر دن مین ہون ٭ ہماری تحقیق یہ ہے کہ اردو مین جوبن بمعنی شگفتگی اور ابھار اور بالیدگی مستعمل ہے اور اس تعمیم مین چھاتیان داخل

ہین اور قرینۂ مقام کے لحاظ سے جوین کے مراد کی
معنے پستان بھی ہو سکتے ہین لیکن یہ کبھی نہین
کہا جائیگا کہ ’’اس کے بیٹنے پر دو جوبن ہین‘‘
اور غالباً کمال کا یہی مقصد ہے اور جلال
کے کلام سے بھی وہی معنے پیدا ہین جن کی
صراحت ہم نے کی اور صاحب فرہنگ آصفیہ
کا بھی غالباً یہی مقصد ہے جس کی صراحت سے
محقق دہلوی قاصر ہے۔ ضیا سے دہلوی کا ذوق
بھی غالباً انھین معنون کو پسند کرتا ہے جیسا کہ آپ
نے دلی کو بچا کر تردید کمال کا سارا بار لکھنؤ پہ
ڈالا ہے اور جوش تردید نے مضمون کو گول
گول رکھدیا مؤلف کے خیال مین دلی اور
لکھنؤ دونون کے فصحا کا استعمال ایسا ہی ہے
جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اگر ضیا کو اپنی تردید
پر اصرار ہو تو کوئی ایسی سند استادان لکھنؤ کی
پیش فرمائین جس مین جوبن کا استعمال بمعنی
پستان ہوا ہو۔ آپ خود قائل ہین کہ فصحا سے
دہلی کو کمال سے اتفاق ہے (آشنا جو بن
انگیا سے نہین چھپ سکتا) یہ بہتر مثال
اس بحث کے تصفیہ کی ہے۔

جون | قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین
کہ بمعنی طرح اب متروک ہے۔ صاحب فرہنگ
آصفیہ نے فرمایا ہے کہ سنسکرت مین جم تھا
اس سے جون ہوا اور جون سے جیون بن
گیا۔ کوئی اشارہ ترک کا آپ نے نہین کیا جلال
نے (سرمایۂ زبان اردو) مین اسکو ترک کیا
ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ استادون کے
کلام مین اس کا استعمال ہے اور ہمارا ذوق
اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے۔ بعض استادان
معاصر البتہ تارک ہین اپنا اپنا ذوق (سودا
ــہ) مقدور نہین اس کی تجلی کے بیان کا تو
جون شمع سراپا ہو اگر صرف زبان کا ؎ (ذوق
ــہ) رخسارہ گلچین کا ہے سرخی سے یہ عالم
جون وقت غضب چہرۂ ترکان خطائی ؎

جون تون | قرار شاہجہان پوری فرماتے
ہین کہ بمعنی (۱) بہر طور و (۲) بدشواری اب
متروک ہے۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس
کا ذکر فرمایا ہے اور کوئی اشارہ غیر فصاحت یا

ترک کا تعین کیا اسی طرح جلال لکھنوی نے (سرمایۂ زبان اردو) مین بھی اور دونون محققین نے اس کو بمعنی اوّل ہی کہا ہے۔ مؤلف عرض کرتا ہے کہ استادون کے کلام مین اس کا استعمال ہے اور ہمارا ذوق بھی اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے (ناسخ سہ) دن گزر جاتا ہے جون تون رات کٹتی ہی نہین ؀ ناگوارا ہجر مین ہے چاندنی آجائے دہوپ ؀ (مصحفی سہ) مرض تھا مصحفی کو صعب تر پر خوب وہ سمجھا ؀ کہ جون تون آپ کو اس نے ترے کوچے مین لا ڈالا ؀ (رنگین سہ) اس وحشی کو پھسلاتا ہون اور دام مین جون تون لاتا ہون ؀ نزدیک جب اس کے جاتا ہون ہے مجھ سے پھر وہ ویسا ہی ؀ (داغ سہ) اشک پیکر رنج کہا کر ہجر مین ہو گیا جون تون گذارا ہو گیا ؀ قرار نے معنی دوم کی سند کلام شوق سے دی ہے اور ہماری رائے مین وہ معنی اوّل ہی سے متعلق ہے (سہ) غرض دن تو جون تون وہ اس کا کٹا ؀ مگر دل نہ الفت سے اس کا ہٹا ؀

جون جون قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین کہ بمعنی جس قدر اب متروک ہے۔ محقق دہلوی نے فرہنگ آصفیہ مین اور جلال لکھنوی نے (سرمایۂ زبان اردو) مین کوئی اشارہ اس کی غیر فصاحت یا ترک کا تعین کیا مؤلف عرض کرتا ہے استادون کے کلام مین اس کا استعمال ہے ہمارا ذوق اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے (ناسخ سہ) اس نے تلوارین جڑین فریاد پر جون جون مین ؀ ہر دہان زخم سے کرنے لگے فریاد ہم ؀ (ذوق سہ) مریض عشق پر رحمت خدا کی ؀ مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی ؀

جہان تہان قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین کہ بمعنی ہر جگہ اب متروک ہے صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس کی غیر فصاحت یا ترک کا کوئی اشارہ نہین فرمایا مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ استادون کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذاتی ذوق

اس کے خلاف ہے (رند سے) نکالیو نہ قدم آشیان
سے اوبلبل ؛ لگائے بیٹھے ہین پھندے جہان
تہان صیاد ؛

جیم فارسی

چاہے ہے قرار شاہ جہان پوری فرماتے
ہین اب یہ یعنی چاہتا ہے متروک مؤلف عرض
کرتا ہے کہ اگرچہ استادون کے کلام مین اس کا
استعمال ہے۔ لیکن ہمارا ذاتی ذوق اس کے
خلاف ہے (غالب سے) گریہ چاہے ہے خرابی
مرے کاشانے کی ؛ در و دیوار سے ٹپکے ہے
بیابان ہونا ؛

چلیو کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ اور
اسی طرح سنبھلیو۔ نکلیو بھی متروک ہے اس
کی جگہ چلیو یا چلنا۔ سنبھلیو یا سنبھلنا۔ نکلیو یا نکلنا
مستعمل ضیاے دہلوی کی راے کمال کے خلاف
جس کا بیان اٹھائیو پر گزرا مؤلف نے
اپنا ذوق وہین عرض کیا ہے

چمکے ہے قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین
کہ بمعنی چمکتی ہے اب متروک مؤلف عرض کرتا
ہے کہ اگرچہ استادون کے کلام مین اس کا استعمال
موجود ہے۔ مگر ہمارا ذاتی ذوق اس کے خلاف
ہے (ذوق سے) شرارے متصل نکلے یہان تک
سنگ طفلان سے ؛ کہ چمکے ہے سر مجنون پہ بجلی
سنگ باران سے ؛

حاے حطّی

حاتم کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ اس کا
استعمال بفتح فوقانی غلط اور کسرے کے ساتھ
صحیح ہے۔ ضیاے دہلوی اس کے خلاف ہین
اس لئے کہ فارسی اور اردو مین اس کا استعمال
فتح فوقانی سے ثابت ہے (صائب سے) فقر بے
قدر کند سلطنت عالم را ؛ ہوس ملک نیا شد
پسر ادہم را ؛ کار اکسیر کند ہمت ذاتی صائب ؛
خاک در دست زر و سیم شود حاتم را ؛ (ناسخ
سے) صبح فرقت تیرگی شام سے کچھ کم نہین ؛
چاند نکلا ہے افق سے نیر اعظم نہین ؛ شکل انکی
دیکھکر ہوتا ہے استغنا مجھے ؛ یہ بخیل اس عہد
کے ناسخ کم از حاتم نہین مؤلف عرض کرتا ہے
کہ یہ لغت بکسر فوقانی کے ساتھ زبان عربی کا ہے

صاحب منتخب (محقق لغات عرب) نے اس کی
صراحت کی ہے کہ فتح کے ساتھ مشہور ہے اور فارسیون
نے فتح کے ساتھ ہی اس کا استعمال کیا ہے الو
یہ تفریس ہے پس نشخ کا استعمال صحیح اور ہماری
رائے مین دونون طرح استعمال ہو سکتا ہے
یعنی بلحاظ صحت لغت بالکسر اور بلحاظ تفریس بالفتح

حروف علت کا تقطیع مین گرانا

لکھنوی فرماتے ہین کہ الف - واو - یا ان
تینون حرفون کو عربی اور فارسی الفاظ کے
آخر سے گرانا (جیسا کہ اساتذہ زبان اردو نے
بیشتر گرایا ہے) ہرگز صحیح نہین ہے - شعراے
عجم کے کلام مین ان حرفون کا اسقاط نہین
پایا جاتا پس شعراے اردو جو ان کے مقلد ہین
کیونکر گرا سکتے ہین - ضیاے دہلوی فرماتے
ہین الف گرتا ہوا تو اب تک ہماری نظر سے نہین
گزرا عجب نہین کہ کسی کے کلام مین نکلے ہی البتہ
یے کو بعض متقدمین اساتذہ عجم نے کہین کہین
گرایا ہے اور اساتذہ ہند نے یے اور واو
دونون کو گرایا ہے جن کے اسناد کی نقل ذیل مین
کی جاتی ہے - خلاصہ یہ ہے کہ اگر حرف علت کو عربی
اور فارسی الفاظ کے آخر سے اردو مین کوئی
گرائے تو غلط نہین کہہ سکتے اس لئے کہ استعمال
ہے اور اگر نہ گرائے تو التزام ہے اس کی ذات
کے واسطے گو وہ اپنے نزدیک گرانے کو غلط سمجھے
مگر اساتذہ کو غلط گو اور ناموزون گو قرار دینا
جنون کی دلیل ہے (انتہی) مؤلف حقیر
عرض کرتا ہے کہ اب ہم ضیا کے پیش کئے ہوے
اسناد کی نقل ذیل مین - اور ہر ایک کی نسبت
اپنا خیال عرض کرتے ہین اور آخر پر اپنا ذوق

(۱) (خاقانی سے) ہست بہ پیرامنش طوف
کنان آفتاب ٭ آرے بگرد قطب چرخ زند
آفتاب ٭ مؤلف کہتا ہے کہ اس مین سقوط
یا نہین ہے بلکہ سکتہ ہے جس کو شعراے عجم
نے جائز قرار دیا ہے یہ سند غیر متعلق از موضوع ہے

(۲) (ولہ سے) تیر چون درزہ نشاندی در
کمان چرخ وش ٭ گفتی محور اہمی راند زخط
استوا ٭ مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس شعر کی
نقل کرنے مین تحریف ہوئی ہے یعنی مصرع

ثانی مین کلمۂ را بڑہا یا گیا ہے نسخ مطبوعہ و قلمی
مین مصرع ثانی حسب ذیل ہے (ع) گفتی این
محور ہمی اندر خطا استواء بعض نسخ مین لفظ این
نہین ہے۔ صورت اوّل مین الف وصل کا سقوط
ہے۔ اور صورت ثانی مین سقوط یا نہین ہے
بلکہ سکتہ جائز ہے۔

(۳۲) (فرخاری سمرقندی) اضداد شور جمع
چو می آئی بپئے عدل و انعام کند تیلق گر بخشش
انعام مؤلف عرض کرتا ہے کہ متقدمین
(آئی) کو ہمیشہ (آئی) ایک یائے معروف کے
ساتھ لکھتے تھے اور اسکی رسم الخط صرف الف اور
ایک یا اور اسپر ہمزہ ہوتی تھی اور شعر مین بر
وزن (فاع) باندہتے تھے اور بعض متقدمین
اردو کا بھی یہی رنگ تھا اور رسم الخط بھی ویسی
ہی تھی۔ زمانۂ حال تک بھی یہی رنگ رہا چنانچہ
امیر اللغات مین سارے الفاظ جن مین ی و یا
معروف ہین اسی طرح ایک یا اور ہمزہ سے
مکتوب ہین اور بعض اور کتب مین بھی ایسا
ہی پایا گیا ہے اور یہ قدمائے فارسی کی پیروی
ہے۔ لیکن معاصرین اردو نے اصلیت لفظ او
قاعدہ حمل پر غور کرکے اس کو ترک کیا اور دو
یا کے ساتھ لکھنے لگے پہلی یے پر ہمزہ دینے لگے
اور آئی بر وزن فاعل پڑہنے اور باندہنے
لگے۔ لیکن معاصرین عجم اب تک اپنے اسی لہجہ
پر قائم ہین۔ ان کے استادان معاصر البتہ
اس کے تارک ہین۔ لیکن بعض متقدمین و
متاخرین سلف کے کلام مین بروزن فاعل
بھی پایا گیا ہے۔ الحاصل رسم الخط کے اس
طریقے نے استادان عجم و ہند کے بعض اشعار
مین آئی و مثل کو اس طرح بند ہوا ہے کہ
آج ہم دو یا کے لحاظ سے ایک کو تقطیع سے
ساقط خیال کرتے ہین اور وہ سمجھ رہے تھے
کہ ایک ہی یا اور بروزن فاع ہے اور یہی
رنگ فرخاری سمرقندی کے اس شعر کا ہے
جس کو ضیا نے بسند سقوط یا پیش کیا ہے
بہ حقیقت ان تینون استادان فارسی کی
ضیا نے سقوط یائے تحتانی کی سند مین پیش
فرمایا تھا جن مین سے ایک شعر بھی قابل سند

نہین رہا - اب ہم اون شعراے اردو کے کلام
کی نقل کرتے ہین جس سے ضیا نے استناد کیا ہے
(۴) (جلال ؎) آہ اگر سینۂ پر سوز سے لپٹے
کہینچون ٭ دہوئین اڑجائین ترے اے فلک
نیلوفری ٭ (داغ ؎) گر دیہ روضۂ اقدس کے
پہرا کرتا ہے ٭ نہین بے فائدہ سیر فلک نیلوفر کو
ان دونون شعر سے ضیا نے سقوط واو کی سند
دی ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ چونکہ واو
کا سقوط آخر لفظ مین نہین ہے اپنے کمال کے
خلاف مین یہ سند حجت نہین ہو سکتی لیکن
با وجود اس کے ہم اس پر روشنی ڈالنا پسند
کرتے ہین حقیقت یہ ہے کہ جلال لکہنوی نے
ان دونون اشعار مین (نیلفری) باندہا ہو
اور وہ ضرور واقف رہے ہون کہ فارسی
مین (نیلوفر) کا مخفف (نیلفر) مستعمل ہے
(دیکہو برہان قاطع) کاتبین مطبع نے کم
لیاقتی سے اسکو واو کے ساتھ لکہا اور
ضیا نے غور نہ فرمایا کر یا اغماض نظر سے اپنے
استاد کے کلام کو تردید کمال کیلئے غنیمت سمجہا ہو

(۵) (ناسخ ؎) قیس کی قیس جانے مین لیکن ٭
وحشی ہون آدمی کے جنگل کا ٭ ضیا نے اس شعر
سے سقوط یا کی سند دی ہے اور مؤلف عرض
کرتا ہے کہ ناسخ نے مصرع ثانی مین وحش کا
استعمال کیا ہو صاحب منتہی الارب فرماتے ہین
وحش بالفتح جانور دشتی - پس اس حالت
مین تقطیع سے سقوط یا باقی نہ رہا - کاتبین
کم سواد مطابع نے دیوان ناسخ مین غلط نقل
کی ہو اور حضرت ضیا نے غور سے کام نہ لیکر
تردید کمال کے لیے اس کو غنیمت سمجہا ہو -
(۶) (دولہ ؎) کام خونریزی ہے اُس یوسف
بازاری کا ٭ جان بیچے سو کرے قصد خریداری
کا ٭ اس شعر مین ضیا نے (خونریزی) سے
مدد لی ہے اور سقوط یا کو ثابت کرنا چاہا ہے
اور ہمارا خیال یہ ہے کہ استاد نے اپنے
کلام مین (خونریز) کا استعمال کیا ہو اور کاتبین
کم سواد نے تحریف کی ہو (خونریز) فارسی مین
بمعنی خونریزی بھی مستعمل ہے (ابو طالب کلیم
؎) بنازم ترک چشمت را کہ ترکش بستہ میخواہد ٭

بخونریزِ اسیران انچنین با یدمیان بستن (والہ ہروی
سے) در دانیم کشت وشرق کشتم جا مدادباز پہ کرنیچے
خونریزہ والہ آستین پچیدہ ورفت (صائب سے)
تیغست آبدار بخونریزِ سائلان ؛ ہر آستانہ کہ بہ رو
آبرو چکد ؛ (علی خراسانی سے) نگہ دو اسپہ بتازد
بقلب خستہ دلان ؛ چو صف کشد پی خونریز خلق
مژگانش ؛ محققین لغات فارسی نے بھی ان
مضمون کی صراحت کی ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ
آکسال کی تردید کی ضرورت نے غلطی پر غور کرنے نہ دیا
(۷) (آتش سے) شعر مین قافیہ پیمائی بہت کی
آتش چو اب ارادہ ہے مرا با دیہ پیمائی کا ؛ (منیر
سے) کب دل مرا تقریر سے کہتا نہین کرتے ؛ تم
اپنی ترشروئی سے چوکا نہین کرتے ؛ (امیر
سے) رسوائی ہوئی تیری ہی اسے ترک ہمین کیا
کیون لاش ہماری سر بازار نکالی ؛ ضیا نے
ان تینون اشعار مین (قافیہ پیمائی) (ترشروئی)
(رسوائی) کے استعمال سے سقوط یا کی سند دی
ہے مؤلف عرض کرتا ہے ان تینون الفاظ
مین رسم الخط کی وہی بحث ہے جو ہم فرخاری ہم تقلید کی

سکے فارسی کلام مین کرچکے ان استادان اردو فی
باتباع سخنوران فرس ان تینون الفاظ کو ایک
یا اور ہمزہ سے لکھا بھی ہے اور پڑھا بھی یعنی
(پیمائی) بروزن مفعول (ترشروئی) بروزن
مفاعل (رسوائی) بروزن مفعول دیکھو نمبر ۳
(۸) (امیر سے) حال ہشیاری کا بیدار دلون
سے پوچھو ؛ ہم تو غافل رہے غافل گئے غافل
آئے ؛ ضیا نے (ہشیاری) سے سقوط یا کی سند
لی ہے اور مؤلف عرض کرتا ہے کہ کلام جناب
امیر مینائی مین لفظ ہشیار کا استعمال ہوا ہوا ور
کاتبین نے اس کی نقل مین تحریف کی ہو اور
مصححین نے غور و نزاکت سے کام نہ لیا ہو۔
ذوق شاعری اور مصرع ثانی کا لفظ غافل خود
کہہ رہا ہے کہ مصرع اول مین ہشیاری سے ہشیار
بہتر ہے۔ پس اس حالت مین اس سند سے
بھی سقوط یا کا جواز ثابت نہین ہوتا۔ بعض
معاصرین زباندان ہماری اس بحث کو تاول
کہتے ہین۔ سخنوران نکتہ سنج خود اس کا فیصلہ کرینگے
کہ ہم نے کیا کام کیا ہے۔ استادان سلف کی

ہمہ دانی اور کاتبین مطابع کی تصحیف کی
بھرمار کے لحاظ سے ہمارا ایسا خیال کرنا کچھ بیجا
نہین ہے۔ اگر آپ استادان زبان اردو یا فارسی
کے کلام مین فارسی یا عربی الفاظ مستعملہ سے سقوط
حروف علت کی کوئی ایسی سند پیش کرین جس
مین سقوط کے تسلیم کرنے کے سوا ہم کو چارہ
نہ ہو تو ہم اس کو ان کا تسامح کہین گے اور کبھی
اس کی کوشش نہ کرین گے کہ کمال کی تردید
کے لئے ایک غلطی کو صحت کا لقب دین اردو
شعرا نے اردو الفاظ مین اگر ایسا
کیا ہو تو غلط نہین ہے اس لئے کہ بقول
ضیا ہندیون کا لہجہ اکثر حروف علت کے گرانے
کا ہے۔ لیکن ہمارا ذاتی ذوق یہ ہے کہ ہم
اردو الفاظ مین بھی سقوط حروف علت کو اچھا
نہین سمجھتے۔ اب استادان معاصر خود اس بات
کا فیصلہ کر سکتے ہین کہ بیچارے کمال نے کیا
برا کیا جو ایک سچی بات کی ہدایت کی ہم اسکو
کبھی مجنون نہین خیال کرتے۔

حضور عشرت لکھنوی فرماتے ہین اب یہ
لفظ بمعنی سامنے متروک ہے مؤلف عرض کرتا
ہے کہ محقق دہلوی (صاحب فرہنگ آصفیہ)
نے اس کا ذکر ان معنون مین کیا ہے۔ اور
کوئی اشارہ ترک کا نہین فرمایا۔ فارسی مین
اس کا استعمال انہین معنون مین ہے اور
استادان سلف و معاصر اردو کے کلام مین بھی
اس کا استعمال موجود ہے اور ہمارا ذاتی ذوق
بھی اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے اور بعض
استادان معاصر کو بھی ہم سے اتفاق ہے (ناسخ
ے) دل کیا ہین میری آہ کی تاثیر کے حضور ؎
دم بھر مین کرے قطرۂ خون ہر شرار کو ؎

حقا قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین کہ اب
یہ بمعنی حقیقت مین متروک ہے۔ صاحب فرہنگ
آصفیہ نے اس کا ذکر نہین کیا اور نہ جلال نے
(سرمایۂ زبان اردو) مین مؤلف عرض کرتا
ہے کہ فارسی مین اس کا استعمال بمعنی سچ ہے
اور تجدا مستعمل ہے۔ اور انہین معنون
مین اردو مین بھی اس کا استعمال ہے (جرأت
ے) حقا کہ تو وہ جنس ہے بازار حسن مین ؎

بے اختیار جس پہ خریدار گر پڑے ؎ بعض استادان
معاصر بھی اس کے استعمال کو پسند کرتے ہیں
اور ہمارا ذوق بھی یہی ہے

حورا عشرت لکھنوی فرماتے ہیں کہ حورا
حور کی جمع غیر فصیح ہے اور منتخب اللغات اور حور
مستعمل۔ کمال لکھنوی نے فرمایا ہے کہ حور امفرد
ہے اور حور اس کی جمع لیکن فارسی اور ہندی
دونوں میں حور مفرد مستعمل ہے پھر حورا کے
استعمال کی کیا ضرورت جو غیر فصیح ہے۔ شفیق
دہلوی نے کمال سے اختلاف کیا ہے آپ فرماتے
ہیں کہ استادان اردو نے حورا کا استعمال کیا ہے
صاحب فرہنگ آصفیہ نے حورا کو ترک فرمایا
جس کا یہ مطلب ہے کہ اردو میں مستعمل نہیں
ہے اور جلال نے (سرمایۂ زبان اردو) میں
بھی نہیں لکھا مؤلف کہتا ہے کہ اگرچہ متقدمین
استادوں نے حورا کا استعمال کیا ہے لیکن ہمارا
ذوق ذاتی حور ہی کے استعمال کو پسند کرتا ہے (آتش
مرحوم) غم نہیں کوسے بتاں میں جو نہیں جا خالی ؎
باغ فردوس میں ہے پہلو حورا خالی ؎ (بحر مرحوم)
زلف حورا کی ہے زنجیر در خانۂ عشق ؎ صبح فردوس
کی ہے شام سیہ خانۂ عشق ؎ (جلال مرحوم) وہ
جواہر ہیں ترے اسم گرامی کے حرف ؎ نورتن
بازو حورا کے ہیں جن پر سے نثار ؎

حیثیت بلا تشدید کمال لکھنوی فرماتے ہیں کہ
اس کا استعمال بہ تخفیف تحتانی غلط ہے تشدید
کے ساتھ صحیح اور اسی طرح خاصیت۔ خیریت۔
علمیت۔ غیریت۔ کیفیت۔ قیاس ہے۔ دہلوی
نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ
بقول زمخشری عربی میں ضرورت شعر تخفیف
و تشدید جائز ہے۔ انوری اور جامی نے خاصیت
کو اور ظہیری قمی نے کیفیت کو تخفیف کے
ساتھ فارسی میں استعمال کیا ہے (بس آپ کی
تحقیق اور تصحیح کا لب لباب اسی قدر ہے)
مؤلف عرض کرتا ہے کہ جناب نے استعمال
اردو کی کوئی سند کیوں نہیں دی جس کی یہاں
بحث ہے۔ اب ہم ہر ایک لفظ کا تصفیہ جدا
جدا کرتے ہیں۔
(۱) حیثیت بقول صاحب غیاث بالتشدید ی

کا مصدر جعلی ہے (لغات عرب اس سے ساکت)
صاحب فرہنگ آصفیہ نے بھی اس کو ترک کیا
ہے اور (حیثیت عرفی) اور (حیثیت سے بگڑی)
کو بالصراحت اعراب لکھا ہے لیکن مسرور نے
اس کا استعمال بہ تخفیف کیا ہے (س) چلیگی
سامنے میرے نہ تمکنت تیری ٭ رقیب مجکو ہے
معلوم حیثیت تیری ٭ ہماری راے مین یہ مشدد
ہے۔ اور اس کا استعمال تخفیف کے ساتھ غیر
فصیح نہین ہے ۔

(۳) خاصیت بقول محیط المحیط تشدید صاد و جملہ
و یا کے ساتھ لغت عرب ہے ۔ یعنی مذہب حکما
محاورۂ فارسی مین اس کا استعمال تخفیف کے
ساتھ ہے۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے اردو
کا استعمال تشدید کے ساتھ لکھا ہے ۔ اور
سحر کے کلام مین بھی مشدد ہے (س) جان
آئی تن بیجان مین ملا ہاتھ سے ہاتھ ٭ اور
اعضا مین بھی خاصیت لب ہوتی ہے مولف
کا ذوق تشدید اور تخفیف دونون کے ساتھ ہے
(۴) خیریت بقول محیط المحیط تشدید کے ساتھ
لغت عرب ہے بمعنی جودت و فضل ۔ فارسی مین
اس کا استعمال نہین ہے ۔ صاحب فرہنگ
آصفیہ نے استعمال اردو بہ تشدید یا بمعنی نیکی
بھلائی ۔ تندرستی ۔ سلامتی لکھا ہے ۔ تسلیم نے
تخفیف کے ساتھ استعمال کیا ہے (س)
نامہ و نامہ بر سے کیا مطلب ٭ مجکو ملجاے
خیریت تیری ٭ مولف کی راے مین مشدد
اور مولف کا ذوق تخفیف کے ساتھ ہے ۔
(۴) علیت ۔ لغات عرب اس سے ساکت
ہین ۔ فارسی محاورہ مین بھی اسکا استعمال
نہین پایا گیا ۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے
اردو مین یا کی تشدید کے ساتھ لکھا ۔ استاد
جلیل نے رسالۂ تذکیر و تانیث مین اس کو مشدد
تحریر فرمایا ہے ۔ مولف کی راے مین مشدد
اور مولف کا ذوق بھی تشدید کے ساتھ ہے ۔
(۵) غیریت ۔ بقول محیط المحیط تشدید کے ساتھ
لغت عرب ہے بمعنی مخالفت ۔ فارسی محاورہ
مین اس کا استعمال نہین پایا گیا ۔ صاحب
فرہنگ آصفیہ نے بمعنی اجنبیت و بیگانگی

اس کو اردو کا لغت کہا ہے اور بدون تشدید لکھا
ہے اور کلام اردو میں ہم کو اس کا استعمال نہیں
ملا مؤلف کا ذوق تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ ہے
(۶) کیفیت بقول محیط المحیط تشدید کے ساتھ لغت
عرب ہے بمعنی حال شے۔ محاورۂ فارسی میں اس
کا استعمال تخفیف کے ساتھ بھی ہے۔ صاحب فرہنگ
آصفیہ نے اردو میں تشدید کے ساتھ لکھا ہے
(امیر ؎) بجا ہے گر تغیر آگیا اعضا میں پیری سے ۔
سحر ہوتے ہی کیفیت بدل جاتی ہے محفل کی ۔
(نصیر ؎) یاد کوشی سے سکھلاتے ہیں کیا ہی
قرینے ساون بھادوں ۔ کیفیت کے جو ہم نے
دیکھے دو ہیں مہینے ساون بھادوں ۔ صاحب
فرہنگ آصفیہ نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ فارسی
اور اردو والے بلا تشدید اکثر استعمال کرتے ہیں
مؤلف کو آپ سے اتفاق ہے۔
(۷) محویت۔ لغات عرب اس سے ساکت ہیں
فارسی محاورہ میں اس کا استعمال نہیں پایا گیا
صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس کو عربی کہا ہے
اور تشدید کے ساتھ لکھا ہے۔ کلام اردو میں
اس کا استعمال نہیں ملا۔ مؤلف اس کو مہمل
خیال کرتا ہے اور مؤلف کا ذوق تخفیف کو پسند کرتا ہے

خاصیت | دیکھو حیثیت جس پر اس کا بیان ہے

خضر | کمال لکھنوی فرماتے ہیں کہ بکسر اول و فتح
دوم غلط ہے۔ ضیائے دہلوی نے (صباحی
کاشی) کے کلام سے فارسی کی سند دی ہے اور
اردو میں ذوق دہلوی سے (؎) وحشت جنوں
میں کون مجھے راہ پر ملے ۔ گر غول بھی ملے تو یہ
جانوں خضر ملے ۔ (ولہ ؎) زخمی ہوں میں
اس ناوک دزدیدہ نظر سے ۔ جائیگا نہیں چور
مرے زخم جگر سے ۔ اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ
کا ملنا ۔ بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے ۔ مؤلف
عرض کرتا ہے کہ یہ لغت عربی میں بالکسر اور فتح
خا و کسر ضاد معجمہ ہے مگر فارسیوں نے بکسر اول
و فتح دوم بھی استعمال کیا ہے (عز الدین کاشی
؎) او بیوفا و بخت بد و آہ نارسا ۔ در آرزوی
دیدہ دگر زیستن چہ سود ۔ گر آرزو نداری دل
پایدت چو خضر ۔ گر عشق نیست مثل خضر زیستن چہ سود
(صہبائے قمی ؎) مرگ است نقش سکہ آن اوک نظر

دل شد نشانش زبان پس جگر نیز ٭ در جستجویش

چون باد کنبا ٭ ہر سو پریشان من ہم خضر نیز ٭

صاحب فرہنگ آصفیہ نے فرمایا ہے یہ لفظ بکسر

اوّل و سکون دوم اور بفتح اوّل و سکون ثانی

اساتذۂ فارس کے کلام مین اور بکسر اوّل و فتح

دوم بعض متاخرین فارس و اردو کے اشعار

مین اور عوام الناس اہل اردو دان کی بول چال

مین پایا جاتا ہے لیکن شعراے اردو نے

اکثر متقدمین فارس کا تتبع کیا ہے (غالب ؎

وہ زندہ ہم ہین کہ ہین روشناس خلق اے خضر ٭

نہ تم کہ چور بنے عمر جاودان کے لئے ٭ (عارف

؎) لے گر عمر بھر ہم کو گزارین بادہ خواری مین ٭

خضر کی طرح کیون پھر خضر کے ہستی رایگان کیجے ٭

(آتش ؎) عمر خضر سے اس کی زیادہ ہو زندگی ٭

وہ ہو وہ تن چہیئے جو یار کی زلف دراز کا ٭ مؤلف

عرض کرتا ہے کہ ہمارا ذوق - ذوق - غالب

عارف اور آتش سے موافق ہے - ہم کو کسی

سے اتفاق نہین -

خفگی | کمال لکہنوی فرماتے ہین کہ اس کا

استعمال بمعنی آزردگی و ناخوشی بفتحتین غلط ہی

اور بسکون دوم صحیح ہے - ضیاے دہلوی نے

فرمایا ہے کہ دونون طرح صحیح ہے - صاحب

غیاث اللغات نے اس لفظ کو فارسی کہا ہے

اور بسکون ثانی غلط لکہا ہے آپ فرماتے ہین کہ

اس کے معنے افسردگی گلو اور ضبط غضب اور

آزردگی خاطر ہین - صاحب فرہنگ آصفیہ نے

اس کو بسکون دوم بمعنی ناراضی و ناخوشی

و غضب اردو کہا ہے اور جلال نے بھی (رسالہ

سرمایۂ زبان اردو) مین بالفتح بمعنی آزردگی

لکہا ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ خفہ بفتحتین

بند گلو کے معنون مین زبان فارسی کا

لغت ہے جس کا ذکر اہل لغت نے کیا ہے اور

یہ اسم مصدر ہے اور اسی کا مصدر خفیدن

بمعنی گلو فشردن آیا ہے اور اسی کا حاصل

بالمصدر خفگی بفتحتین - صاحب غیاث نے

خفگی کے معنون مین آزردگی خاطر کو خلاف

محاورۂ عجم داخل کر دیا ہے اور حق یہی ہے کہ

اردو والون نے ان معنون مین اس کو ہمشہ

کر لیا ہے اور استعمال اردو سکون دوم کے ساتھ
ہے۔ کمال لکھنوی نے صحیح کہا کہ اس کا استعمال
بمعنی آزردگی فتح اول و دوم کے ساتھ غلط ہے
ان معنوں میں ہم کو تخفیف کا لحاظ کرنا چاہئے اور
تخفیف بسکون دوم ہے۔ صاحب غیاث اور
اس کا نقل نگار صاحب فرہنگ آنندراج نے
غلطی کی جو اس لفظ تخفیف کو آزردگی کے معنوں
میں خواہ مخواہ فارسی قرار دیا اور اس پر طرہ
یہ کہ ان معنوں میں فتح اول و دوم کی ہدایت
بھی کی ان کی یہ ہدایت اس اعراب کے ساتھ
گلا گھونٹنے کی حد تک صحیح ہے۔ کمال کا احسان
ہے کہ اس نازک غلطی سے ہم کو آگاہ کیا فتح اول
و دوم کے ساتھ اسی وقت اس کا استعمال صحیح
مانا جا سکتا ہے جب کہ کسی استاد زبان اردو کی
سند پیش ہو ضیا کا ارشاد مجرد کوئی چیز نہیں ہے

خمار | کمال لکھنوی (بذیل مخمور) فرماتے ہیں
کہ بمعنی زوال مستی ہے۔ ضیائے دہلوی نے
بعنوان تصحیح فرمایا ہے کہ بمعنی مست بیہوش
و بحالت نشہ فارسی میں مستعمل اور یہ معنے خمار
ناصری میں ہے یا اساتذان فارسی سے سماعت
اساتذہ کے کلام میں اس کا استعمال ہے (الخ)
محقق دہلوی یعنی صاحب فرہنگ آصفیہ نے
اس کو بمعنی (۱) نشہ۔ سرور۔ مستی شراب۔
و (۲) بقیہ مستی اور نشہ اترنے کا کسل (عربی)
لکھا ہے۔ اور معنی اول کے استعمال اردو کے
لئے ناسخ کی سند دی ہے۔ مؤلف حقیر
عرض کرتا ہے کہ بقول محیط المحیط عربی میں خمار
کے معنے (شراب کا درد سر اور تکلیف) اور
بقول منتہی الارب (بقیہ مستی و درد سر و کرب
تب و صداع و رنج آن) لغات فارسی سے
برہان قاطع و برہان جامع نے بالاتفاق کہا
ہے (نام شہرے از ترکستان و زنان منسوب بہ خوبرویان
و در عربی ملالت و کدورت و کسالتے کہ بعد از
رفتن کیفیت شراب و تغیر حاصل شود) خان
آرزو نے سراج اللغات میں فرمایا ہے (در
عربی بقیہ مستی و در فارسی بقول قوسی شکستگی
کہ بعد شراب خوردن از درد سر و بیداری
و خمیازہ بہم رسد و نیز شورے از خیال کشش

خیز است) صاحب فرہنگ رشیدی فرماتے ہیں
کہ (در عربی معروف و شہریست در ملک ختا منسوب
بخوبان (فرخی سلہ) تو بار خدا سے ہمہ خوبان
خماری ٭ در عشق تو ہر روز مرا تازہ خمار است ٭
صاحب لغات سروری نے لکھا ہے (در
فرہنگ نام شہریست منسوب بخوبان در ختا
و بعربی ملالتے کہ بعد از کیف شراب بہم رسد
و مثال ہر دو معنی از کلام فرخی پیداست) (یہ
فرخی کا وہی کلام ہے جس کی نقل قول رشیدی
مین گزری) صاحب فرہنگ ناصری کا قول ہے
(بضم اول نام شہرے در ترکستان منسوب بخوبرویان
کہ در کلام حکیم فرخی مذکور و بعربی درد سر است
و من نیز گفتہ ام (سہ) کاخ تو چو فرخار زترکان
خجندی ٭ قصر تو چو نوشاد زخوبان خماری ٭ خوبان
خماری ہمہ در بزم تو سرمست ٭ با زلف پراشفتہ
و چشمان خماری ٭) اب مؤلف حقیر عرض
کرتا ہے کہ ضیا سے دہلوی نے اسکو بمعنی (۱) مست
و بیہوش و (۲) حالت نشہ اور صاحب فرہنگ آنندیہ
نے بمعنی نشہ و سرور مستی شراب جو لکھا ہے
ان معنون سے لغات عربی و فارسی دونون
ساکت اور ضیا نے اپنے بیان کئے ہوے
دونون معنون کی نسبت (فرہنگ ناصری)
کا جو حوالہ دیا ہے وہ غیر صحیح ہے۔ اب رہین
کلام استادان فارس کی اسناد جن سے ضیا
نے اپنے قول کا استدلال فرمایا ہے وہ حسب
ذیل ہین (۱) پہلی سند حکیم فرخی کا وہی
کلام ہے جو اوپر مذکور ہوا جس کے مصرع اول
مین (خوبان خماری) سے ملک خمار کے خوبان مراد
ہین اور مصرع ثانی مین (تازہ خمار) سے وہی
عربی معنے مراد ہین جن کا ذکر اوپر ہوا۔ ضیا نے
مصرع ثانی مین (تازہ خمار) بمعنی تازہ مستی
عشق لیا ہے۔ ہمارا ذوق سخن اسکو بمعنی
تازہ کلفت خیال کرتا ہے (۲) ضیا کی دوسری
سند صائب کے کلام سے ہے (سہ) نیست
زندگی خضر ہم آب رسیدہ ٭ میتوزاز دم تیغش
خماری ریزد ٭ شاعر نے (دم تیغ) سے معشوق
کی آنکھ کا استعارہ کیا ہے اور خمار سے (خمار
چشم) مراد ہے۔ اور فارسیون نے (چشم

پر خمار کا بھی استعمال کیا ہے اس کے معنے چڑھی
ہوئی آنکھین اور یہ کیفیت یا تو حالت بخار مین
ہوتی ہے ۔ یا حالت خمار مین یعنی تپ کے بیمار
اور مخمور کی آنکھین ہمیشہ چڑھی ہوئی ہوتی ہین ۔
اور انھین کو مخمور آنکھین بھی کہتے ہین ۔ ضیا نے
اس شعر صائب مین بھی خمار بمعنی مستی سمجھا ہے
اور ہم بمعنی خمار چشم خیال کرتے ہین (۳) ضیا
کی تیسری سند اسیری لاہجی کے کلام سے ہے ۔
(ف) روزیکہ از شراب وز ساغر نبود نام ٭ جام
ز جام وصل تو مست و خمار بود ٭ ضیا نے اس شعر
مین خمار بمعنی مست و بے خود لیا ہے مؤلف عرض
کرتا ہے کہ یہان فارسیون نے خمار کو بمعنی مخمور
استعمال کیا ہے اور مخمور سے خمار دار زدہ مراد
ہے ۔ یعنی بقیہ مستی شراب ازدہ اس استعمال
کا ذکر صاحب بہار عجم نے بھی کیا ہے اور انھین
معنون مین اسیری کا دوسرا شعر بھی ہے (ف)
گہ ز چشمش مست بودم گہ خمار ٭ گہ ز زلف مشکبوش
بے قرار ٭ اب شعرائے نازک خیال جن کو اردو
کے ساتھ فارسی شاعری کا بھی ذوق ہو غور
فرمائین کہ اسیری کے پہلے شعر مین (مست و
خمار) مین تکرار سے لطف ملتا ہے یا مقابلہ سے
اس تصفیہ مین مصرع اول کا مضمون بہت مدد
دیگا ۔ اور اسیری کے دوسرے شعر نے تو (گاہ
مست و گاہ خمار) سے صاف ظاہر کر دیا ہے کہ
کہ خمار سے مخمور مراد ہے اور مخمور سے ہرگز مست مراد
نہین ہے بلکہ خمار زدہ و مبتلائے خمار یعنی بقیہ
مستی کی کلفت مین مبتلا اور اسی استعمال مین
میرزا جلال اسیر کے کلام نے تو معاملہ کو اور صاف
کر دیا (ف) بلائے شب جمعہ و اگشتہ از سر ٭
خماریم ساقی بدہ می بدہ می ٭ اب ملاحظہ فرمایا جائے
کہ یہان خماریم) کیا بمعنی مخموریم نہین ہے (بے
شک ہے) اور مخموریم کیا بمعنی مستیم ہے (کبھی
نہین) بلکہ بمعنی (مبتلائے کلفت بقیہ مستی ایم)
ہے (فتامل) (۴) ضیا کی چوتھی سند کلام خواجہ
حافظ سے ہے (ف) خمار عشق تو دیشب ور اند
رونم بود ٭ کجاست وقت عبادت چہ وقت جائے
دعاست ٭ غالباً ضیا نے (لا تقربوا الصلوٰۃ و
انتم سکاریٰ) پر خیال فرما کر یہان خمار کو بمعنی مستی

لیا ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ خلاف لغت عرب
فرس بلبل شیراز پر ایک انوکھے نغمے کا اتہام نہ
لگانا چاہیئے۔ ہر گاہ خمار کے معنون مین تکلیف
کے ساتھ بقیۂ مستی بھی ہے تو خمار زدہ بھی حالت
خمار مین نماز نہین پڑھ سکتا اس لئے کہ خمار مین
بھی مستی کا وجود ہے (۵) ضیا کی پانچوین سند صبا
کاشی کے کلام سے ہے (ص) ساقی دوران
اگر آسے بجام خاک ریخت چو کانچہ اندر گلستان
سیہ بارہ پیش راخمار چو ضیا نے اس شعر مین
بھی خمار کے معنے مستی کے لئے ہین درحالیکہ
شاعر کا مقصد انھین چڑھی ہوئی آنکھون سے
ہے جس کی صراحت ہم نے دوسری سند پر کی
ہے مستی سے یہان کوئی تعلق نہین ہے۔
(فنا آئی) (۶) ضیا کی چھٹی سند (رفیق اصفہانی)
کے کلام سے ہے (ص) راحت و رنج است بعد
بھر احباب و عدو چون خمار سے کہ او ہم مستی و
ہم دردسر چو شعر اسے نازک خیال کو اس شعر
سے بڑا لطف آئیگا۔ مدعی کا شاہد فریق مقابل
کے حق مین شہادت دے رہا ہے خمار مین لیکن
محققین عرب و عجم (بقیۂ مستی و دردسر) موجود ہے
جس کو شاعر نے صاف لفظون مین بیان کیا ہے
نہ معلوم ضیا نے اس شعر کو اپنے مطلب کے موافق
کیونکر سمجھا۔ (۷) ضیا کی آخری سند فنا آئی
کے کلام سے ہے (ص) بجز از چشم او ندیدہ کسی
نرگس بے بادہ در خمار بود چو مؤلف عرض کرتا
ہے کہ یہان بھی خمار اپنے عربی معنون مین ہے
مستی کے فرضی معنے لینے کی ضرورت نہین ہے
جن کا استعمال نہ عربون نے کیا اور نہ فارسیون
نے پھر ضرورت ہی کیا ہے کہ حقیقی معنون سے
لطف شعر حاصل ہونے کے باوجود خواہ مخواہ
فرضی معنون سے کام لیا جاے۔ مؤلف
عرض کرتا ہے کہ ضیا کی پیش کی ہوئی ساتون
سندون سے کسی سند نے بھی ہم کو مجبور نہین کیا
کہ ہم اُن کے قائم کئے ہوے جدید معنون سے
کام لین برخلاف اس کے فارسیون کا کلام
حقیقی معنون کے استعمال کے ساتھ بھرا پڑا
ہے جس کی نقل صاحب بہار عجم نے کی ہے جس
مین خمار کا تمام تر استعمال فرس یعنی حقیقی ہے

جس کا ذکر محققین عربی و فارسی نے بالاتفاق کیا ہے
اب ہم ضیا کی اس سند کو معزز ناظرین کے
ملاحظہ مین پیش کرتے ہین جو اردو استعمال کے
متعلق اپنے بیان کئے ہوے معانی (مست و
بیہوش وحالت نشہ) کے ثبوت مین استاد جلال
کے کلام سے پیش کی گئی ہے (س) کیا یاد
آرہی ہین کسی شوخ مست کی وہ کچھ نیند کچھ (خمار
مین آنکھین کھلی ہوئین) اور پھر ضیا ہی سے
ہمارا سوال ہے کہ یہ آپ کا شاہد آپ کے موافق
ہے یا ہمارے موافق - اور پھر ہم ناسخ کے اس
شعر کو ہدیہ ناظرین کرتے ہین جس کو محقق دہلوی
یعنی صاحب فرہنگ آصفیہ نے بہ سند معنی
(نشہ و سرور و مستی شراب) پیش فرمایا ہے
(س) شکست پائی ہے توبہ کی طرح اپنے بھی
ہمارے پاس جو اے مے کشو خمار آیا - مؤلف
عرض کرتا ہے کہ آپ ہی فرمائین کہ اس سند سے
آپ کے دعوے کو شکست ہوئی یا ہمارے -
سچ یہ ہے کہ محقق دہلوی کا تسامح ہے کہ آپ نے
خمار کو (عربی) مین بمعنی نشہ و سرور لکھا اور

ضیاے دہلوی کی بھی غلطی ہے کہ آپ نے بمعنی
(مست و بیہوش وحالت نشہ) فارسیون کا
استعمال کہا - ہماری راے اور ہمارا ذوق
یہ ہے کہ ان معنون مین اردو مین بھی مستعمل
نہین ہے - اور استعمال اردو کے دونون اہل زبان
یعنی جلال و ناسخ سے محقق دہلوی اور ضیا
کا دعوی ثابت نہین ہوا - اگر دلی کے اس استعمال
پر اصرار ہے تو ہم ان دونون بزرگون کے ادعا
کو بلحاظ اس کے کہ دونون خود دلی کے ہین - دلی
مین مان سکتے ہین لیکن فارس اور لکھنؤ کے
لئے بغیر شہادت جدید نہین مان سکتے اور ہماری
راے مین کمال لکھنوی کا دعوی صحیح نظر آتا
ہے (انصاف بالاے طاعت است)

(۱) خود رفتگی | (۲) خود رفتہ کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ ان
کا استعمال غلط ہے - از خود رفتگی و از خود رفتہ
صحیح - ضیاے دہلوی فرماتے ہین کہ قلق لکھنوی
کے کلام مین اس کا استعمال ہوا ہے (قلق
(س) بغیر انجام ہو جس کا وہ ہے خود رفتگی ان کی
چلے تھے ہم کلیسا کی طرف کعبے کو جا نکلے) (قلق

سہ) یار خود رفتہ ہے شکوہ ہے فراموشی مجھ پر
گوش کر اسکو ملے ہین لب خاموش مجھے پر ہو مؤلف
عرض کرتا ہے کہ صاحب فرہنگ آصفیہ نے
(خود رفتگی) بمعنی بے خودی اور (خود رفتہ)
بمعنی بے خود قائم کیا ہے ۔ ضیا کے استاد یعنی
جلال لکھنوی نے اپنی تالیف (سرمایۂ زبان
اردو) مین ان دونون کو ترک کیا ہے اور
جناب امیر نے امیر اللغات مین (از خود رفتہ)
بمعنی بے خود قائم فرمایا ہے ۔ اور رند و آتش
کی سند دی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ (خود رفتگی و خود رفتہ) کا استعمال دہلی مین
ہے اور (از خود رفتہ) کا استعمال لکھنؤ مین
اور فارسی مین (از خود رفتن) بمعنی بے خود
شدن اور (از خود رفتہ) بمعنی بے خود مستعمل
ہے (دیکھو آصف اللغات) اور (از خود
رفتگی) اسی مصدر کا حاصل بالمصدر ہے
برخلاف اس کے (خود رفتگی و خود رفتہ)
محاورۂ فارسی مین مستعمل نہین ہے (قلق)
کے استعمال کو ہم دلی کی خاطر سے چھوڑ نہ سکتے
ہین لیکن جلال و امیر کی احتیاط کو کمال کے
موافق پاتے ہین ۔ جو شعرا ان الفاظ کا استعمال
برسبیل تہدید کرین ۔ ہم اون پر اعتراض نہین
کرتے اور کمال کے قول کی تردید کو انصاف
نہین سمجھتے ۔ ہماری راے مین کمال لکھنوی
نے بہت نازک غلطی سے شعراے معاصر اردو
کو آگاہ کیا ۔

خوش عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ
بمعنی حقیقی بقافیۂ غش جیسا کہ ناسخ نے استعمال
کیا ہے قابل ترک ہے (ناسخ سہ) آج خلوت
مین دل مرا خوش ہے پر ساقی سیم ساق بیہوش
ہے پر ہم سفر وہ ہے جس پہ جی غش ہے پر وحشت
غربت مقام اش اش ہے پر مؤلف عرض
کرتا ہے کہ یہ بالفتح و واو معدولہ فارسی زبان
کا لفظ اور معاصرین عجم کا استعمال فتحۂ خاے
معجمہ کے ساتھ ہے اردو مین اس کا استعمال
ضمۂ اول ہی کے ساتھ پایا جاتا ہے اور جلال
لکھنوی نے (سرمایۂ زبان اردو) مین اس کے
بعض مرکبات کو بھی ضمۂ اول کے ساتھ لکھا ہے

اور زبان اردو کا یہ تصرف اس لئے برسبیل
تصفیہ نہیں کہا جاسکتا کہ معاصرین عجم کی زبان
پر بھی ضمہ کے ساتھ ہے۔ الحاصل ناسخ کا استعمال
بلحاظ صحت لفظ صحیح ہے لیکن مؤلف کا ذوق
ضمۂ اوّل کو پسند کرتا ہے اور استادان معاصر کو
کمال سے اتفاق ہے۔

خوشی | قرار شاہجہان پوری اور عشرت لکھنوی
فرماتے ہین کہ اس کا استعمال بمعنی خوش اب
متروک ہے۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے
(خوشی) کو بمعنی سرور و انبساط لکھا ہے اور
(خوشی خوشی) کو بمعنی خوشی سے مؤلف عرض
کرتا ہے کہ اگرچہ آتش کے کلام مین خوشی بمعنی
خوش مستعمل ہے لیکن ہمارا ذوق اس کے
خلاف ہے (آتش ـــ) بہار گلستان کی ہے
آمد آمد ؎ خوشی پھرتے ہین باغبان کیسے کیسے
اس لفظ کی تکرار البتہ ہمارے ذوق کے موافق
ہے جیسے ؎ خوشی خوشی ہم وہان ہوآئے

خوش | قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین
کہ اس کا استعمال بمعنی حقیقی باخفاے نون اب
متروک ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ فارسی
زبان کا لفظ ہے غالب نے اس کا استعمال
باخفاے نون کیا ہے (ـــ) ضعف سے اے
گریہ کچھ باقی مرے تن مین نہین ؎ رنگ ہو کر
اڑ گیا جو خون کہ دامن مین نہین ؎ استادان
معاصر کو قرار سے اتفاق نہین۔ ہمارا ذوق
اخفا و اظہار نون دونون کو پسند کرتا ہے۔

خون جگر کھا لینا | عشرت لکھنوی فرماتے
ہین یہ اب متروک ہے اور اسکی جگہ خون جگر پی لینا
مستعمل مؤلف عرض کرتا ہے کہ صاحب
فرہنگ آصفیہ نے (خون جگر پینا اور کھانا)
دونون کو قائم کیا ہے۔ اور جلال لکھنوی نے
بھی اپنی تالیف (سرمایۂ زبان اردو) مین
(خون جگر کھانا) کو لکھا ہے۔ استادان معاصر
بھی اس کا استعمال کرتے ہین۔ فارسیون نے
بھی (خون جگر خوردن) کا استعمال کیا ہے
الحاصل ہمارا ذوق اس کے استعمال کو پسند
کرتا ہے (داغ ـــ) کھا لیا ہم نے شب ہجر مین
سب خون جگر ؎ روز فرقت ہین اب صاف

گزر جاے گا ؎

خونخواری عشرت لکھنوی فرماتے ہین کو سقوط یار کے ساتھہ۔ اب اس کا استعمال متروک ہے اور ناسخ کے کلام مین اس کا استعمال ہے (ناسخ ؎) شب وصل مین بھی ہاتھ سے تلوار نہ چھوٹی ؎ خونخواری کی عادت ہے جو اے یار نہ چھوٹی ؎ مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہم نے سقوط حروف علت کی مفصل بحث ردیف حاے حطی مین کی ہے اور ہم کو عشرت لکھنوی سے اتفاق ہے۔ بعض نسخ قلمی دیوان ناسخ مین ہم نے مصرع ثانی مین بجاے (خونخواری) لفظ (خونخوار) دیکھا ہے کچھہ عجب نہین کہ ناسخ نے خونخوار کا استعمال اس شعر مین کیا ہو اور کاتبین مطبع نے اس کو بہ تحریف (خونخواری) لکھدیا ہو۔ ناسخ کے اکثر مطبوعہ کلام مین ایسی تحریفین پائی گئی ہین جن کی وجہ سے ناحق اون پر معاصرین کو اعتراضات کا موقع ملا ہے۔ بانانان اردو کا یہ خیال کہ بعض قدما نے فارسی اور عربی الفاظ مین یا کا سقوط جائز رکھا ہے) ہماری راے کے خلاف ہے۔ اگر ہم مصرع ثانی مین بعوض خونخواری (خونخوار) کو صحیح سمجھین تو معنی شعر مین کوئی نقصان نہین پیدا ہوتا بلکہ اس موقع پر ذوق زبان (خونخوار) کو (خونخواری) سے بہتر سمجھتا ہے۔

خیریت دیکھو خیثیت جس پر اس کا بیان ہے

دال مہملہ

دانت جھڑنا عشرت لکھنوی فرماتے ہین۔ اب یہ متروک ہے اور اس کے عوض دانت گرنا مستعمل ہے۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور کوئی اشارہ غیر فصاحت کا نہین کیا۔ مؤلف عرض کرتا ہے ذوق کے کلام مین بھی اس کا استعمال ہے اور ہمارا ذوق ذاتی بھی اس کے موافق اور بعض استادان معاصر بھی اس کے استعمال کو پسند کرتے ہین (ذوق ؎) مارے گر سیلی وہ زلف پر عرق ؎ جھڑ پڑین دندان دہان مار سے ؎

دِلا | قرار شاہجہان پوری فرماتے ہیں کہ اب اس کا استعمال بمعنی ایدل متروک ہے۔ کمال لکھنوی نے فرمایا ہے کہ اسی طرح ترا ہدا۔ تا صحا۔ واعظا بھی متروک ہے۔ فصحائے دہلوی کو کمال سے اختلاف ہے اور فصحائے معاصر کے کلام میں اس کا استعمال موجود ہے دیگر شعرائے معاصر نے بھی اس کے استعمال کو پسند کیا ہے مؤلف کا ذوق بھی قرار و کمال کے خلاف ہے (امیر سے) دِلا ہم سے گلا اس دلربا کا ؛ شکایت آشنا سے آشنا کی ؛

دل کھول کرکے | قرار شاہجہان پوری فرماتے ہیں اب یہ متروک اور (دل کھول کے) مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ متقدمین کے کلام میں اس کا استعمال ہے اور اس کی فصاحت میں کوئی شبہ نہیں لیکن ہمارا ذاتی ذوق اس کے خلاف ہے (سودا سے) کون ایسا ہے کہ یہ سودا گلی میں اس کی ؛ لا تجھ کو لے چلیں ہم دل کھول کرکے رو لے ؛

دم میں آنا | قرار شاہجہان پوری فرماتے ہیں کہ اب اس کی جگہ (دام میں آنا) مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس کا ذکر کیا ہے اور کوئی اشارہ بحیثیت فصاحت کا نہیں فرمایا۔ فصحا کے کلام میں اس کا استعمال موجود اور ہمارا ذوق اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے (جرأت سے) گر لگا نہیں کچھ اس سے کسی نے تو بھلا ؛ دم میں آزردہ وہ سو بار ہوا کس باعث ؛ (امانت سے) سختی جانی نے مری پھیر دیا منہ دم میں ؛ دل کڑا کرکے اگر خنجر فولاد آیا ؛

دم ہو چکا | عشرت لکھنوی فرماتے ہیں کہ اب اس کے عوض (دم آ چکا) مستعمل ہے استادان معاصر کو عشرت سے اتفاق نہیں (داغ سے) بحر الفت سے نکالیں آشنا ؛ تھک گیا ہوں مجھ میں دم بس ہو چکا ؛ مؤلف کا ذاتی ذوق بھی اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے

دولت | قرار شاہجہان پوری فرماتے ہیں کہ اب یہ بمعنی (۱) بدولت (۲) باعث متروک ہے۔ استادان سلف نے اس کا

استعمال فرمایا ہے (ناسخ ؎) نقد جان مانگے
جو سائل کوے جانان کا تو دون ٭ اندتون
مین عشق کی دولت پڑا حاتم ہوا ٭ (ذوق ؎)
نہ دیکھی کیسی کیسی آفت جہان مین ہم نے تمہارے
باعث ٭ اور آگے کیا کیا غم والم ہم تمہاری
دولت نہ دیکھ لینگے ٭ مؤلف عرض کرتا ہے
کہ فارسیون نے بھی اس موقع پر (بدولت)
کا استعمال کیا ہے (دیکھو آصف اللغات) فارسی
اور عربی مین صرف (دولت) کا استعمال بمعنی
بدولت نہین ہے۔ اردو مین صاحب فرہنگ
آصفیہ نے بھی (بدولت) کو ان معنون مین
قائم فرمایا ہے اور (دولت) پر صراحت کی
ہے کہ بمعنی بدولت (اردو) ہے۔ ہم عرض کرتے
ہین کہ اردو نہین بلکہ ہندی ہے۔ اگرچہ استادان
سلف کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن
ہمارا ذوق ذاتی اسکو نہین پسند کرتا۔

دون کی لینا عشرت لکھنوی فرماتے ہین
کہ بمعنی ڈینگ مارنا تعلی کرنا شیخی بگھارنا۔
متروک ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ جلال نے
(سرمایۂ زبان اردو) مین اور محقق دہلوی نے
(فرہنگ آصفیہ) مین اس کو قائم کیا ہے
اور (قرار اللغات) مؤلفۂ قرار شاہجہان
پوری مین بھی (جو زمانۂ حال کی فرہنگ ہے)
اس اصطلاح کا ذکر ہے۔ اور کسی نے اس کی
غیر فصاحت کا کوئی اشارہ نہین کیا اور استادان
معاصر کے کلام مین اس کا استعمال موجود اور
ہمارے ذوق ذاتی کے موافق ہے (امیر
؎) بس بس زبان روک لو اتنا نہ بڑھ چلو ٭
ہم جیب مین آپ دون کی سو بار لے چکے ٭

دہرنا بقول عشرت و کمال لکھنوی اب
اس کا استعمال بمعنی رکھنا متروک ہے اور
ضیاے دہلوی کو کمال سے اختلاف مؤلف
عرض کرتا ہے کہ محقق دہلوی نے (فرہنگ آصفیہ)
مین اور نیر جلال نے (سرمایۂ زبان اردو)
مین اس کا ذکر کیا ہے اور کوئی اشارہ اس
کی غیر فصاحت کا نہین کیا استادان سلف
اور معاصرین کے کلام مین اس کا استعمال
ہے اور ہمارا ذوق ذاتی بھی اس کے استعمال

کو پسند کرتا ہے (ناسخ سے) کاوشین اب تک چلی
جاتی ہین گو مین مرگیا ۞ جاسے گل کانٹے مری تربت
پہ ظالم دہر گیا ۞ (امیر سے) نہ یہ کی کسی نے انہین
خبر کہ گیا جھان سے کوئی گزر ۞ اسی آرزو مین گئی
پھر مری لاش در پہ دہری رہی ۞ (دولہ سے)
لگاتے ہین جو سرمہ آئینے کو دور دہرتے ہین ۞
ستم دیکھو وہ اپنی چتونون سے آپ ڈرتے ہین ۞
(جلال سے) دل بہچے آتے ہی کیا کھینچے اسکی
تصویر ۞ سینے پر ہاتھ دہرے مانی و بہزاد آئی

دہول دہپا عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ
اب اس کا استعمال متروک ہے مؤلف عرض کرتا
ہے کہ محقق دہلوی نے (فرہنگ آصفیہ) مین اور
جلال نے (سرمایۂ زبان اردو) مین اس کا ذکر کیا
ہے اور کوئی اشارہ غیر فصاحت اور ترک کا نہین
کیا۔ استادان معاصر کو عشرت سے اتفاق نہین
اور ہمارا ذوق ذاتی بھی یہی ہے (غالب سے)
دہول دہپا اس سراپا ناز کا شیوہ نہ تھا ۞ ہم ہی
کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک دن ۞

دیکھو قرار شاہجہانپوری فرماتے ہین کہ یعنی
(دینا) قابل ترک ہے مؤلف عرض کرتا ہے
کہ اگرچہ سودا کے کلام مین اس کا استعمال ہے
لیکن ہمارا ذوق ہی اسکے استعمال کے خلاف
ہے (سودا سے) یہ وصیت کرکے بلبل باغبان
سے مرگئی ۞ فصل گلکو گر گئی تخت چمن پر دیکھیو ۞

دیر عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب بیاے
معروف متروک مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ
ناسخ کے کلام مین اس کا استعمال ہے۔ لیکن ہمارے
ذوق کے خلاف (ناسخ سے) ہم نمازون مین جو
تا دیر کھڑے رہتے ہین ۞ سامنے یہ بت بہی پہر
کھڑے رہتے ہین ۞

دیکھون ہون یعنی دیکھتا ہون۔ قرار
شاہجہان پوری فرماتے ہین کہ یہ اب متروک
ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ سودا کے کلام
مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارے ذوق
کے خلاف ہے (سودا سے) تجھ نگاہ گرم کی حسرت
سے دل مارے ہے جوش ۞ رات کو دیکھون ہون
مین جب شمع پروانے مین ہو موم ۞

دیکھے سے یعنی دیکھنے سے بقول قرار

شاہجہانپوری متروک مؤلف عرض کرتا ہے
بعض استادان معاصر کو قرار سے اتفاق نہین
اور ہمارا ذوق بھی اس کے استعمال کا موافق ہے (فائب
سے) ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے

دینی عشرت لکھنوی فرماتے ہین اب یہ متروک ہوگیا
ہے یعنی (روٹی کہانی تھی) (مٹھائی لائی تھی) (کلام
(تعذیر دینی تھی) اب نہین کہتے بلکہ (روٹی
کہانا تھی) (مٹھائی لانا تھی) (تعذیر دینا تھی)
فصیح اور مستعمل ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا ہے
کہ فصحاے دلی اسکا استعمال کرتے ہین مؤلف
عرض کرتا ہے کہ ہمارا ذوق دلی کے موافق ہے
اور بعض استادان لکھنو بھی دلی کے استعمال
کو پسند اور قابل ترک نہین خیال کرتے۔

ذال معجمہ

ذرا کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ بمعنی اندک
قلیل ذال تحتانی سے غلط ہے ضیاے دہلوی
نے فرمایا ہے کہ یہ (ذرہ) سے ماخوذ اور ہندی
ہے لہذا ذال معجمہ ہی سے صحیح ہے مؤلف
عرض کرتا ہے کہ صاحب فرہنگ آصفیہ نے بھی
اس کو ذال ہی سے قائم کیا ہے۔ اور ذرہ عربی
سے ماخوذ کہا ہے ہم کو بھی ضیا سے اتفاق ہے

ذری عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ بمعنی
ذرا اب متروک ہے مؤلف عرض کرتا ہے
اگرچہ محقق دہلوی نے فرہنگ آصفیہ مین اس
کا ذکر کیا ہے اور ذوق کے استعمال مین بھی
یہ لفظ پایا گیا ہے لیکن ہمارا ذوق ذاتی اس
کے استعمال کو نہین پسند کرتا۔ (ذوق سے)
ہنگام بوسہ گرم جو وہ اک ذری ہوے
تو تجھے پسینے سے شکر تری ہوے

راے مہملہ

رات کمال لکھنوی فرماتے ہین یہ بلا علامت
مفعولی یعنی کو اب متروک ہے اور اسی طرح
شب۔ سحر۔ صبح۔ ان سب کا استعمال بھی بغیر کلمہ
کو ہونا چاہیئے ضیاے دہلوی فرماتے ہین صبح
تو دونون طرح مستعمل ہے یعنی کو کے ساتھ
بھی اور بغیر کو کے بھی باقی الفاظ دلی کے فصحا
اب نہین باندھتے۔ مگر فصحاے لکھنو مین

ابھی تک برابر مستعمل ہین (جلال ؎) کس بات
پہ بات اس نے نہ تلوار نکالی ٭ سو مرتبہ کی میان
مین سو بار نکالی ٭ مؤلف عرض کرتا ہے کہ
ہمارا ذوق یہ ہے کہ ہم ان کل الفاظ کو دونون
طرح استعمال کرتے ہین۔

رخ پر سے کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ
اب متروک ہے اور اسی طرح (سینے پر سے)
ومثلہ۔ ان کی جگہ (رخ سے) (سینے سے) مستعمل
ضیاے دہلوی کو کمال سے اختلاف ہے آپ
فرماتے ہین فصحا کے کلام مین ایسا استعمال
ہے (جلال ؎) ہم ازل ہی مین پکارے جو بلا
بخت سیاہ ٭ یہ بلا آئی ہے سر پر سے نہ ٹلنے
کے لئے ٭ (ولہ ؎) ہمین بیکار رکھا عمر بھر
درد محبت نے ٭ کوئی کام اور جب ہوتا کہ اٹھتے
ہاتھ دل پر سے ٭ مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہمارا
ذوق ذاتی کمال سے متفق ہے۔ البتہ خاص
مواقع مین ان کے خلاف ہے جیسے "ہم آج
گھر پر سے گزرے مگر ان کو خبر نہین ہوئی کہ ہمارے
سینے پر سے ایک بوجھ اتر گیا"

رکھا قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین یہ
بدون تشدید کاف اب متروک ہے۔ اور اس
کی جگہ رکّھا بہ تشدید مستعمل مؤلف عرض کرتا
ہے کہ استادون کے کلام مین دونون طرح
مستعمل ہے۔ اور بعض استادان معاصر مشدد
کو غیر مشدد پر ترجیح دیتے ہین مؤلف کا ذوق
بھی ترک کی اجازت نہین دیتا اور مشدد کو
اولی سمجھتا ہے دونون طرح فصیح ہے (ذوق
؎) وبال دوش ہے اس ناتوان کو سر لیکن
لگا رکھا ہے ترے خنجر و سنان کے لئے۔

رکھون ہون قرار شاہجہان پوری
فرماتے ہین کہ اب اس کا استعمال بمعنی رکھتا
ہون غیر فصیح سمجھا جاتا ہے مؤلف عرض
کرتا ہے سودا کے کلام مین استعمال ہے لیکن
ہمارا ذوق قرار سے متفق ہے (سودا ؎)
مرے سجود کی دیر و حرم سے گزری قدر ٭ رکھون
ہون دعوے ترے در پہ جبہ سائی کا ٭

رکھیو قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین کہ
اب اسکی جگہ رکھنا مستعمل ہے مؤلف عرض

کرتا ہے کہ اگرچہ غالب نے اس کا استعمال
کیا ہے لیکن ہمارا ذوق اس کے استعمال کو پسند
نہیں کرتا (غالب سے) رکھیو غالب مجھے اس
تلخ نوائی میں معاف ✽ آج کچھ درد مرے دل
میں سوا ہوتا ہے ✽

رمضان کمال لکھنوی نے اسکو بسکون دوم
غلط فرمایا ہے۔ ضیاے دہلوی فرماتے ہیں کہ
اگر فارسی میں بسکون دوم بھی نکل آئیگا تو تعرض
ٹھریگا۔ اردو کے روزمرہ میں بسکون دوم و باعلان
نون ہی بولا جاتا ہے پس جب تک فارسی
کلام سے مثال نہ ملے بسکون دوم جہندہ ہے
مؤلف عرض کرتا ہے۔ یہ لغت عربی ہے بفتح
اوّل و دوم و سوم۔ فارسی میں بھی بھر سے
حرکت مذکور مستعمل ہے (صائب سے) من در
طلب یار م وا و با دگران است ✽ چون غرہ
شوّال کہ عید رمضان است ✽ اردو میں صاحب
فرہنگ آصفیہ نے بسکون دوم لکھا ہے اور
اس کے مرکبات میں (رمضانی) (رمضان
رہنا) کو بھر سے حروف مفتوح لکھا و سالک
نے رمضان کو فتح اوّل و دوم و سوم سے
استعمال کیا ہے (سے) دکان مے فروش
پہ سالک پڑا رہا ✽ اچھا گزر گیا رمضان بادہ
خوار کا ✽ ہماری تحقیق میں بسکون دوم و
اظہار نون عوام کی زبان ہے فصحاے اردو
نے اردو میں بھی مثل عربی و فارسی کے یہ
تحریک اوّل دوم و سوم استعمال کیا ہے اگر
ضیاے دہلوی کسی استاد اردو کے کلام میں
بسکون دوم دکھلا دیتے تو ہم کو آپ کے قول
سے اتفاق ہوتا اب ہم کو کمال لکھنوی سے
اتفاق اور ہمارا ذاتی ذوق بھی یہی ہے۔

زاے معجمہ

زبان پھرنا عشرت لکھنوی فرماتے ہیں
کہ اب یہ متروک اور اسکی جگہ زبان کھلنا مستعمل
ہے صاحبان فرہنگ آصفیہ و (سرمایہ زبان
اردو) و قرار اللغات اور مخزن المحاورات
نے اس کو ترک کیا ہے۔ باوجود اس کے ہم کو
عشرت سے اس لئے اتفاق نہیں کہ اس کے
استعمال کو بعض استادان معاصر پسند کرتے

اور استاد داغ کے کلام مین اس کا استعمال
ہے اور مؤلف کے ذوق کے موافق۔
(۵) اس کے آگے زبان مشکل سے ۔ وہین
نامہ بر بین پھرتی ہے۔

زمرد | کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ بفتح سوم
غلط ہے اور بضم سوم صحیح فصحاے دہلوی نے فرمایا
ہے کہ اگر زمرد بفتح سوم شعراے عجم کے کلام
مین آئیگا تو وہی تصرف سمجھا جائیگا (راقم) مؤلف
عرض کرتا ہے اگر اور مگر شان تحقیق سے بعید ہے
صاحب غیاث اللغات نے فرمایا ہے کہ بضم
اول و دوم و راے مہملہ مضموم ایک قیمتی سبز
نگینہ کا نام ہے جس کا معرب ذال معجمہ کے ساتھ
ہے اور آپ ہی نے اسکو فتح راے مہملہ سے
بھی صحیح مانا ہے۔ صاحب بہار عجم نے اس کو
فتح راے مشددہ کے ساتھ قائم کرکے ظہیر
فاریابی کی سند دی ہے (۵) زہرۂ سنگ
از شکوہ او چو بر آمد چہ گردش چرخش لقب نہاد
زمرد ۔ نیز صراحت کی ہے یہ شعر ایک ایسے
قصیدے کا ہے جس کا قافیہ قد و خد ہے۔
صاحبان برہان قاطع۔ برہان جامع۔ فرہنگ
انجمن آراے ناصری۔ سراج اللغات۔ لغات
سروری۔ فرہنگ جہانگیری و رشیدی نے اس
لفظ کو ترک کیا ہے۔ محققین عرب سے صاحب
منتخب اس سے ساکت اور زمرذ۔ بذال معجمہ
پر فرماتے ہین کہ معرب ہے زمرد بدال مہملہ کا
صاحب سواء السبیل نے (جو محقق معربات ہین)
زمرد کو فارسی کہا ہے۔ صاحب منتہی الارب
نے اس کو بضم راے مہملہ عربی کہا ہے
اور آپ ہی کا قول ہے کہ کبھی فتح میم
سے بھی آتا ہے۔ صاحب محیط المحیط نے بھی اسکو
عربی مانا ہے اور زبرجد کا مرادف قرار دیا ہے
اور اعراب مین ضم اول و سوم ہی کی صراحت
کی ہے۔ محققین اردو سے صاحب فرہنگ آصفیہ
نے اسکو بلا اعراب لکھکر عربی تسلیم کیا ہے۔ نتیجہ
تحقیق یہ ہے کہ فصحاے اردو کی زبان پر بضم
راے مہملہ ہے اگرچہ ہم بلحاظ تفریس اس کا
استعمال بفتح راے مہملہ بھی کرسکتے ہین لیکن
ہمارا ذاتی ذوق کمال سے متفق ہے۔

زور عشرت لکھنوی فرماتے ہین یہ لفظ ابمعنی خوب متروک ہے محقق دہلوی (صاحب فرہنگ آصفیہ) نے اسکو فارسی اور بمعنی خوب و عجیب وغریب بھی لکھا ہے اور استادان ذیل کی سند دی ہے اور غیر فصاحت یا ترک کا کوئی اشارہ نہین کیا (جرأت سے) یار کا آستان پایا ہے ؎ زور دل نے مکان بنایا ہے ؎ (منشی نول سے) زور کیفیت اس شراب مین بھی ؎ لب پہ رکھتے ہی بس ہوے بیہوش ؎ (ناسخ سے) خاک سر پہ ہے چہرہ ہے پامال ؎ اے فلک زور انقلاب ہوا ؎ جلال لکھنوی نے (سرمایہ زبان اردو) مین اسکو بمعنی عجیب (اردو) کا لفظ قرار دیا ہے اور آپ نے بھی کوئی اشارہ ترک کا نہین کیا۔ اور عشرت نے کلام ناسخ سے اس کا جو استعمال دکھلایا ہے وہ یہ ہے (ناسخ سے) خود بنتے ہو اغیار سے ہنسواتے ہو ہم کو ؎ یہ زور ہنسی سے کہ رُلا جاتے ہو ہم کو ؎ اب مؤلف عرض کرتا ہے کہ دیوان ناسخ مین اس شعر ناسخ کی ردیف (دیکھو) ہے نہ (ہمکو) اگرچہ دواوین مطبوعہ مین زور بہ زاے ہوز اول لکھا ہے لیکن بعض قلمی نسخون مین اس کے عوض (روز) بہ راے مہملہ اول و زاے معجمہ سوم ہے۔ ہمارا ذوق شاعری بھی اسی کو پسند کرتا ہے لیکن اگر اسکو زاے ہوز اول سے ہی تسلیم کیا جاے تو ہمارا ذوق اس کے خلاف ہے یعنی ہم اس لفظ کو بمعنی خوب استعمال کرنا نہین پسند کرتے اور یہ ان معنون مین فارسی نہین ہے محقق دہلوی کا تسامح ہے کہ اسکو ان معنون مین بھی فارسی سمجھا

سین مہملہ

ساتھ کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ اس کا قافیہ۔ بات۔ رات کے ساتھ متروک ہے اور یہی راے (ہاتھ) کی نسبت ہے اور وجہ ترک یہ ہے کہ ان دونون الفاظ کے آخر مین ہاے ہوز ہے۔ ضیاے دہلوی نے جرأت اور داغ کی سند کے ساتھ کمال کی مخالفت تو کی ہے لیکن وجہ ترک کے فیصلہ سے سکوت فرمایا ہے (جرأت سے) شب کسی کافر کی گھات ہے واللہ ؎

کیا رات ہے کیا رات ہے کیا رات ہے واللہ؎
دل چھین لیا اس نے دکھا دست حنائی ؎ کیا
بات ہے کیا بات ہے کیا بات ہے واللہ؎ (داغ
۵) تم کو صحبت غیر سے ونرات ہے ؎ دیکھو
اپنی بات اپنے بات ہے ؎ یہان امر تنقیح طلب
یہی ہے کہ ساتھ اور ہاتھ کا املا بغیر ہائے ہوز
صحیح ہے یا نہین محقق دہلوی یعنی صاحب
فرہنگ آصفیہ نے ان دونون الفاظ کی کتابت
ہائے ہوز آخر کے ساتھ کی ہے۔ اور جلال
لکھنوی نے (سرمایۂ زبان اردو) مین بھی
ساتھ کو ہائے آخر کے ساتھ لکھا ہے۔ اور یہ
لکھتے ہین کہ اگرچہ اسکو رات۔ لات کے قافیہ
مین باندھا ہے۔ لیکن ہائے مخلوط التلفظ
کے ساتھ صحیح ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ
ضیا نے بعنوان تصحیح جو کچھ لکھا ہے وہ آپکے
استاد جلال۔ کی تردید ہے نہ کمال کی ہم نوا
ہین کہ آپ اپنے کلام مین ساتھ اور ہاتھ کو
رات کے ساتھ قافیہ کرنا پسند نہین فرماتے
اور ساتھ اور ہاتھ کو بحذف ہائے ہوز آخر
لکھنا بھی صحیح نہین خیال کرتے۔ اگرچہ ہمارے
استاد داغ کی سند ہے اور ہم اس مثال سے
ایسا کرنا جائز توکہہ سکتے ہین۔ لیکن مثال غلط
باشد کا مصداق ہوگا پس اس کے ترک کو
اولے سمجھتے ہین اس لئے کہ جن الفاظ کی
کتابت ہائے ہوز آخر کے ساتھ
واجب ہے اُن کا قافیہ ایسے الفاظ
کے ساتھ جن کے آخر مین صرف تے ہے کیونکر
صحیح ہوگا۔ ہمارا ذوق ذاتی جلال مغفور
اور کمال لکھنوی کے موافق اور ضیا سے
دہلوی کے خلاف ہے۔ استادان معاصر
کو بھی ہمارے ذوق سے اتفاق ہے۔

سان عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب
اس کا استعمال بمعنی مانند متروک ہے مؤلف
عرض کرتا ہے کہ محقق دہلوی نے فرہنگ
آصفیہ مین اور جلال لکھنوی نے (سرمایۂ
زبان اردو) مین اسکو ترک کیا ہے اور
یہ فارسی زبان کا لفظ بمعنی رسم وعادت و
طرز و روش ہے (دیکھو بہار عجم اور برہان

قاطع اور اسی کا مخفف ہے (سا) بمعنی شبیہ ونظیر (دیکھو فرہنگ انجمن آرائے ناصری) صاحب فرہنگ آصفیہ نے (سا) پر فرمایا ہے کہ یہ اردو ہے۔ غالباً آپ سے تسامح ہوا ہے جو فارسی کو اردو لکھا الحاصل (سایہ سان) کا استعمال بمعنی مثل سایہ ناسخ کے کلام میں ہے جو قلب اضافت ہے ہمارا ذوق اس استعمال کو پسند کرتا ہے (ناسخ ۵) وہ ہوں عاشق کہ اگر قتل مجھے کرکے چلے ٭ سایہ سان روح بھی میری رہے جلاد کے ساتھ ٭ واضح ہو کہ ناسخ کے اس شعر کو ہم نے (اصلاح زبان اردو مولفہ عشق لکھنوی) سے نقل کیا ہے لیکن دیوان ناسخ مطبوعہ (مطبع اودھ گزٹ لکھنؤ) میں حسب ذیل ہے (۵) ہوں وہ سودائی اگر قتل مجھے کرکے چلے ٭ سایہ سان خون سے بھی چلے جلاد کے ساتھ ٭

سبھوں کو | قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہیں کہ اب یہ بمعنی سب کو متروک ہے مولف عرض کرتا ہے کہ استادان سلف کے کلام میں اس کا استعمال ہے اور ہمارے ذوق کے موافق (سوداسہ) نہ صرف خاص میں آیا نہ خالصہ جاری ہو سکا ہے تا متقدمین سبھوں کو پہنچا

سجانا | کٹانا۔ کہپانا۔ لکہانا۔ یہ سب بقول کمال لکھنوی متروک ہیں۔ ان کی جگہ سجوانا۔ کٹوانا۔ کہپوانا۔ لکہوانا مستعمل

ضیائے دہلوی فرماتے ہیں کہ ہر ایک سجانے خود درست ہے اول متعدی بیک مفعول اور دوم متعدی بدو مفعول یعنی سجانا خود اپنے ہاتھ سے کسی چیز کو آراستہ کرنا ہے اور سجوانا دوسرے کے ہاتھ سے آراستگی کروانے کو کہتے ہیں۔ گو لکھنؤ میں سجانا متعدی بیک مفعول نہ بولتے ہوں مگر دلی میں بولا جاتا ہے۔ اور کہپانا۔ لکہانا۔ حالت انفراد میں فصحا کے نزدیک متروک ہیں۔ دوسری صورتوں میں مستعمل مثلاً یوں کہیں کہ کچھ لکھنا لکھانا نہیں ہوتا تو اس طرح لکھانا وغیرہ کا استعمال درست ہے (فافہم) مولف

عرض کرتا ہے کہ ہم ہر ایک مصدر کا تصفیہ جدا
جدا کرین گے تا معلوم ہو جائے کہ ضیا سے دہلوی کا
کا تصحیحی عنوان کہان تک جامع اور ہماری مدد
کر سکتا ہے (۱) سجانا یہ بقول ضیا دلی کا متعدی
بیک مفعول ہے (اور فرہنگ آصفیہ مین بھی
اس کا ذکر ہے) اس کی جگہ لکھنؤ والے سجنا کہتے
ہین (دیکھو جلال کا رسالہ سرمایۂ زبان اردو)
اس کا متعدی بدو مفعول سجوانا ہے۔ اور
فرہنگ آصفیہ مین بھی اس کا ذکر ہے۔ اور
ضیا بھی اسکو مانتے ہین چونکہ بعض شعرا اس
کے عوض سجانا ہی کا استعمال کرتے تھے۔ کمال
نے انکو آگاہ کر دیا کہ متعدی بدو مفعول کے
لئے سجوانا سے کام لو اور ان معنون مین سجانا
کو ترک کرو۔ اور کمال کی یہ راے صحیح ہے (۲)
کٹانا یہ بھی متعدی بدو مفعول ہے اس کا متعدی
بیک مفعول کاٹنا ہے۔ کمال نے اس کے متعلق
یہ ہدایت کی ہے کہ کٹانا کو ترک کرو اور کٹوانا
سے کام لو۔ اور فرہنگ آصفیہ مین بھی کٹوانا
انھین معنون مین ہے۔ مگر ضیا نے اسکی بحث

کو ترک کرتے ہوئے وہ جو عام لفظون مین فرماتا
ہے کہ ہر ایک بجاے خود درست ہے۔ یعنی کٹانا
متعدی بیک مفعول ہے یہ اون کا ارشاد صحیح
نہین ہے۔ متعدی بیک مفعول تو کاٹنا ہے
۔ نہ کٹانا غالباً آپ سے تسامح ہوا ہے ہمارا
ذوق کمال کی اس ہدایت کو بھی پسند کرتا ہے
(۳) کھچانا۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس کا
ذکر نہین کیا۔ اور کھچوانا کو بھی نہین لکھا۔ جلال
لکھنوی نے (سرمایۂ زبان اردو) مین بھی
ان دونون کو ترک کیا ہے مؤلف عرض کرتا ہے
کہ کھینچنا متعدی بیک مفعول ہے اور کھچوانا
متعدی بدو مفعول کھچانا بعوض کھچوانا واقعی
زبان نہین ہے۔ ہماری سمجھ مین نہ آیا کہ ضیا
نے (کھچانا۔ کھچوانا) دونون کو بجاے خود درست
کیونکر لکھا۔ کھچانا نہ لازم ہے اور نہ متعدی
بیک مفعول۔ اگر بقول ضیا کھچانا۔ دلی مین
متروک ہے تو بقول کمال لکھنو مین بھی متروک
ہے پھر ترجیح کی ضرورت ہی کیا تھی۔ البتہ
ترجیح کے ضمن مین ضیا سے یہ غلطی ہوئی ہے

کر کہپانا کو متعدی بیک مفعول کہا گیا۔ درحالیکہ
کہ متعدی بیک مفعول کہنچنا ہے۔ الحاصل
ہم کو اس لفظ کے متعلق کمال سے اتفاق ہے
اور ہماری راے مین ضیا کا یہ خیال غلط ہے
جو آپ نے کہچانا کو متعدی بیک مفعول کہا (۴)
لکھانا۔ اور لکھوانا دونون متعدی بہ دو مفعول
ہین۔ اور دونون کا ذکر فرہنگ آصفیہ نے بھی
کیا ہے۔ اور اس کا متعدی بیک مفعول لکھنا
ہے۔ کمال نے لکہانا کو متروک قرار دیا اور
اسکی جگہ لکھوانا کے استعمال کی ہدایت دی
تعجب ہے کہ ضیا نے لکھانا کو اپنے بیان عام
مین متعدی بیک مفعول کہا اور لکھوانا کو
متعدی بدو مفعول فرمایا ہماری راے مین لکھوانا
تو بے شک متعدی بدو مفعول ہے۔ لیکن
لکھانا کی نسبت آپکی راے غلط ہے۔ اس لئے
کہ اس کا متعدی بیک مفعول تو لکھنا ہے
نہ لکھانا اور پھر آپ ہی فرماتے ہین کہ لکھانا
حالت انفراد مین فصحا کے نزدیک متروک ہے
کمال کی ہدایت اس کے ترک کے متعلق صحیح
ٹھہری۔ کیا برا ہوا جو اس نے صراحت کر دی
فتاملوا یا ایہا الناظرون۔

سچ مچ عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب
یہ متروک ہے **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ محقق
دہلوی یعنی صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس
کا ذکر کیا ہے بمعنی ہو بہو۔ بعینہ۔ ہو بہو۔
بے شک۔ اور کوئی اشارہ غیر فصاحت کا نہین
کیا۔ اور جلال مغفور نے بھی (سرمایۂ زبان
اردو) مین اس کو بغیر کسی اشارۂ ترک کے
لکھا ہے۔ استادان سلف کے کلام مین اس
کا استعمال ہے۔ اور استادان معاصر بھی
اس کے استعمال کو پسند کرتے ہین۔ اور ہمارا
ذوق بھی اس کے موافق ہے (میر حسن ؎)
وہ جوگن جو سچ مچ تھی زہرہ جبین ؏ سو مجلس
مین آئی لئے ہاتھ مین (ناسخ ؎) کھچ چلا
آخر کو جذب حسن سے ؏ سچ مچ اسے ناسخ
تو اب مجذوب ہے ؏ (سودا ؎) یہ تو نہین
کہتا ہون کہ سچ مچ کرو الطاف ؏ جھوٹی بھی
تسلی ہو تو ضائع تو نہ ہون مین ؏ (شیفتہ ؎)

وعدہ کس شخص کا اور وہ بھی نھایت کچا ٭ ہم
بھی کیا خوب ہین سچ مچ ہمین باور آیا ٭

سدا عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ بمعنی
ہمیشہ اب متروک ہی۔ کمال لکھنوی نے بھی
اس کو متروک کہا ہے۔ ضیاے دہلوی فرماتے
ہین کہ اکثر شعرا اس کے تارک ہین۔ مگر یہ لفظ
ترک کرنے کے قابل نہ تھا اس لئے کہ مدام
اور ہمیشہ کے ترجمہ کے لئے اردو مین یہ
ایک ہی لفظ ہے یہی وجہ ہے کہ بعضے اب
بھی باندھتے ہین۔ جلال لکھنوی نے (سرمایۂ
زبان اردو) مین فرمایا ہے کہ اس زمانے کے
فصحا اس لفظ کو نہین بولتے اب متروک
الاستعمال ہوگیا ہے۔ محقق دہلوی (غنی صاحب)
فرہنگ آصفیہ نے اس پر کوئی اشارہ غیر
فصاحت یا ترک کا نہین کیا۔ اور بعض استادان
معاصر اس کے استعمال کو پسند کرتے ہین۔ اور
استادون کے کلام مین بھی اس کا استعمال
ہے مؤلف کا ذاتی ذوق اس کے استعمال
کو پسند کرتا ہے۔ ضیا نے ناانصافی کی جو اپنی راے
کو تصحیح کے عنوان سے لکھا اس لئے کہ انھون
نے کمال کی کوئی تصحیح نہین کی (شاد سے)

سدا دیدہ بازی مین اسے شاد گزری ٭ تماشا
ان آنکھون نے کیا کیا نہ دیکھا ٭

سر کمال لکھنوی فرماتے ہین یہ کل فصحای
ہند کی زبان پر بکسر سین ہے جیسے " سر پھرتا
ہے۔ سر دُکھتا ہے " پس اسکو بغیر عطف
و اضافت بفتح سین استعمال کرنا خلاف
فصاحت ہے۔ اور بفتح سین فارسی ہے
اگر سحر۔ کمر۔ نظر کے قوافی مین سر کو بہ عطف
و اضافت لائین تو بے شبہ بفتح سین پڑھا
جائیگا۔ اور اس حالت مین فارسی تصور
کیا جائیگا۔ ضیاے دہلوی کا قول ہے کہ سر بفتح
فارسی ہے اور بالکسر ہندی لیکن سحر و کمر
کے قافیہ مین بلا ترکیب بھی مستعمل ہے جیسے
(جلال سے) سجدون سے بھی زیادہ ہے
کچھ اسکی حرمت ٭ در میخانہ پہ جھکتا ہے جو سر
آپ سے آپ ٭ (اس غزل کا قافیہ نظر۔ اثر
ہے) مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہم کو ضیا کی

اس صراحت سے اتفاق ہے کہ سَر کا بالفتح
استعمال مفرد بھی صحیح ہے۔ اور اس حالت مین
سَر فارسی سمجھا جائیگا۔ لیکن بکسور سِر کو ہندی
کہنا ہماری راے مین صحیح نہین ہے۔ اگرچہ
صاحب فرہنگ آصفیہ نے بھی اسکو ہندی
کہا ہے۔ لیکن ہماری تحقیق مین سنسکرت
ہے (دیکھو دلیل ساطع) اور اردو مین ہند
فارسیون نے اسی کی تفریس سے سَر بالفتح
وضع کیا ہے۔ اور اردو مین دونون کا استعمال
ہے۔ الحاصل مؤلف کا ذوق کمال لکھنوی
کے خلاف ہے یعنی اس کا استعمال بالفتح بدون
عطف و اضافت بھی فصیح ہے جیسا کہ جلال
نے اپنے کلام مین استعمال فرمایا ہے۔ ہم کو
ضیا سے اتفاق ہے۔ اور بعض استادان
معاصر کا بھی یہی خیال ہے۔

سر پہ ستے قرار شاہجہان پوری فرماتے
ہین کہ اب یہ یعنی سر سے متروک ہے **مؤلف**
عرض کرتا ہے کہ ہمارا ذوق اس کے ترک کو
تحسین پسند کرتا۔ اور بعض استادان معاصر بھی
ہمارے ساتھ متفق ہین۔ (داغ ؎) ہمسری
تجھ سے کرے گر آسمان پہ صدقہ کر ڈالین
ترے سر پہ ستے ہم ؏

سرشار بقول کمال لکھنوی بمعنی مست
ہوشمند ہے آپ فرماتے ہین کہ اسکو فارسی تصور
کرنا غلط ہے۔ اور یہ ترکیب فارسی استعمال
کرنے سے احتیاط لازم۔ ضیا سے دہلوی اس
اجمالی جواب پر قانع ہین کہ مجازاً مستعمل ہے
مؤلف عرض کرتا ہے کہ سرشار فارسی زبان
کا مرکب لفظ ہے۔ اسم فاعل ترکیبی۔ سَر بمعنی
فرق و شار بمعنی ریزش۔ از قبیل آبشار۔
فارسیون نے لبریز کے معنون مین اس کا
استعمال کیا یعنی اُبلنے والا اور یہ بوجہ کہ مست و
بدمست کا ظرف ذات بھی مستی سے لبریز ہوتا ہے مجازاً
(مست از سر خود رفتہ) کو بھی سرشار کہا (صائب
؎) مخمور را نگاہ تو سرشار می کند ٭ بدمست را نگاہ
تو ہشیار می کند ٭ اب ہم شعراے اردو کا کلام ہدیہ
ناظرین کرتے ہین جسمین اس فارسی لفظ کو ترکیب فارسی کیسا اچھا
استعمال کیا ہے (شہیدی ؎) سیکڑوں سرخ رہین

آنکھین جو تمہاری شاید ہ شب تمہین ساقی سرشار
نے سونے نہ دیا ہو واضح ہو کہ محقق دہلوی یعنی
صاحب فرہنگ آصفیہ نے بھی دونون معنون کا ذکر
کیا ہے - اور بمعنی مجازی اردو مین مستعمل کہا
ہے - پس مؤلف کو کمال لکھنوی سے اتفاق نہین

سکھلانا عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ
بمعنی سکھانا اب متروک ہے آپ نے فرمایا ہے
کہ سکھلانا عوام کا بنایا ہوا ہے اور سکھانا
خود متعدی ہے جس کو لازم سمجھکر اسکا متعدی
سکھلانا سمجھا گیا ہے جو غلط ہے (مومن ؎)
پھرتے ہین سو سو وسوسے دلمین رچی ہین سود کے
آتے ہین تو کوٹھے پر وہ دھوپ مین اپنے بال
کھڑے سکھلاتے ہین ۔ مؤلف عرض کرتا
ہے کہ کیا مومن کا شمار عوام مین تھا اور کیا
انکو لازم اور متعدی مین امتیاز نہ تھا تعجب
ہے کہ عشرت نے کیون ایسا خیال کیا - اور
ایک استاد مسلم الثبوت پر کیون ایسا حملہ کیا -
کیا آپ نے محقق دہلوی کی تالیف
(فرہنگ آصفیہ) نہین دیکھی جس مین سکھانا
اور سکھلانا دونون کا ذکر ہے - بے شک
ہمارا ذوق سکھانا کو پسند کرتا ہے اور سکھلانا
ہمارے ذوق کے خلاف ہے - لیکن جب
ایک آفتاب وقت کے کلام مین اس کا استعمال
ہے اور فرہنگ آصفیہ مین اس کا ذکر بلا
صراحت (عوام) ہے تو ہم کبھی اس کو عوام
کی زبان نہین کہ سکتے - اس کا لازم سوکھنا
ہے وہ جاہل ہوگا جس نے سکھانا کو لازم
سمجھا ہوگا یا جس کو یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ
مومن زبان اردو کا مسلم الثبوت استاد نہین ہے

سلائے عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ
سینا کا متعدی سلوانا ہے - اس لئے سلائے
کی جگہ سلوائے کہنا چاہئے - بعض استادان
معاصر کو آپ سے اختلاف ہے مؤلف عرض
کرتا ہے کہ سلانا اور سلوانا دونون زبان
پر ہین - صاحب فرہنگ آصفیہ نے دونون
کا ذکر کیا ہے - ناسخ کا استعمال سلانا کی سند
ہے - ہمارا ذوق دونون کے استعمال کو
پسند کرتا ہے (ناسخ ؎) ایسا خفا ہوا مرے

نالون سے اسے جنون پہ ظالم نے جاے چاک
گریبان سلائے ہونٹ ؂

سمجھا ہون ہین عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اس کی جگہ (سمجھا ہون ہین) کا استعمال زیادہ فصیح ہے۔ بعض استادان معاصر کو عشرت سے اختلاف ہے مؤلف عرض کرتا ہے سمجھا ہون ہین ماضی قریب ہے اور سمجھتا ہون حال اور یہ مصدر لازم اور متعدی دونون طرح مستعمل ہے۔ ناسخ کے کلام ہین (سمجھا ہون) کا استعمال ہے ہمارا ذوق دونون طرح استعمال کو پسند کرتا ہے (ناسخ سے) دیکھکر روز سپہ گرما ہین یہہ
سمجھا ہون ہین ؂ دہوپ کی شدت سے
دن کا رنگ کالا ہوگیا ؂

سمیت قرار شاہجہانپوری فرماتے ہین یہ بمعنی ساتھ متروک ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ شاد اور نصیر کے کلام ہین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذاتی ذوق اس کے عوض (کے ساتھ) کو پسند کرتا ہے (شاد سے) ہم غریبون کو ضرورت سامان
کی کچھ نہین ؂ آئے تھے تنہا چلے رنج و غم و
حرمان سمیت ؂ (نصیر سے) مہر ہاے داغ
سے معمور ہے سینہ تمام ؂ روبرو اللہ کے
جائینگے ہم محضر سمیت ؂

سندیسا عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ بمعنی پیغام اب یہ غیر فصیح اور متروک ہے بعض استادان معاصر کو آپ سے اختلاف ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ محقق دہلوی نے فرہنگ آصفیہ ہین اس کا ذکر کیا ہے۔ اور کوئی اشارہ اس کی غیر فصاحت اور ترک کا نہین فرمایا۔ استادان معاصر کے کلام ہین بھی اس کا استعمال ہے۔ اور ہمارا ذوق اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے (داغ سے) سنکے وہ حال مرا غیر سے فرماتے ہین ؂
آئے ہین آپ محبت کا سندیسا لیکر ؂

سو بقول کمال لکھنوی و مجہول سی متروک ہے۔ اور اسکی جگہ تو مستعمل۔ ضیاے دہلوی فرماتے ہین ہر جگہ سو کے بدلے تو کی گنجائش ہے

نہین جیسے (ہوئی ہو سو ہو) (ہوا سو ہوا) ایسے مقام پر سو ہی اچھا معلوم ہوتا ہے مؤلف عرض کرتا ہے عشرت لکھنوی بھی کمال کے ہمزبان ہین۔ استادون کے کلام مین سو کا استعمال ہے۔ ہمارا ذوق ذاتی دونون کے استعمال کو حسب موقع پسند کرتا ہے (غالب ؎) بھاگے تھے ہم بہت سو اسی کی سزا ملی ٭ ہوکر اسیر دابتے ہین راہزن کے پاؤن ٭ (داغ ؎) پہنچا جو میرے نخل پہ تیرہ صدمہ نیل ہوگئے پتّھی یاسمن سفید سو جسے یاسمن کبود ہو ٭

سیکڑون کمال لکھنوی فرماتے ہین۔ (سیکڑون ہزارون۔ یا لاکھون) آفرین تحسین اور مرحبا کے ساتھ متروک ہے۔ ان کے بدلے سیکڑون یا ہزارون یا لاکھون۔ آفرینین تحسینین۔ مرحبائین۔ مستعمل۔ ضیا دہلوی فرماتے ہین کہ اسکے آگے قاعدے کی کچھ حقیقت نہین۔ جمع کے ساتھ معدود مؤنث کو واحد و جمع دونو طرح بولتے ہین جیسے فلان شادی مین سیکڑون عورت تھی اور سیکڑون عورتین تھین۔ اتھجر ان کے بدلے صد آفرین صد ہزار آفرین بولتے ہین۔ گو یہ ترکیبین فارسی کی ہین مؤلف کا ذوق ضیا کی آخری راے کے موافق ہے۔

سیہ عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ بقافیہ کہہ رہ اب متروک ہے بعض استادان معاصر کو عشرت سے اختلاف ہے مؤلف کا ذوق بھی عشرت کے خلاف۔ استاد داغ کے کلام مین اس کا استعمال ہے واضح ہو کہ سیہ مخفف ہے سیاہ کا اور زبان فارسی کا لغت ہے۔ اس کا استعمال اردو مین کبھی غیر فصیح نہین ہوسکتا (داغ ؎) وہ رشک حور شب کو کہین جا کے رہ گیا ٭ کوئی فرشتہ کان مین میرے یہ کہہ گیا ٭ سایہ ہے جس کے داغ پڑے ہین زمین پر ٭ یہ کون آج گھر سے ترے رو سیہ گیا ٭

	نہین تحقیق	

شائق کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ

بمعنی شوق وارندہ یعنی عاشق اور مشتاق کے
معنون مین غلط ہے اور بمشوق آورندہ یعنی
معشوق کے معنون مین صحیح ہے۔ ضیاے
دہلوی کہتے ہین کہ شائق بمعنی آرزومند
منتہی الارب مین موجود ہے۔ اور بمعنی عاشق
ومشتاق شعراے عجم کا استعمال یہی ہے
(حزین سے) از انجذاب ذاتی ورتست رونق
عالم ٭ با آفتاب تابان ہر ذرہ ایست شائق
٭ (قاآنی سے) شائق فردوس نیست عاشق
یزدان ٭ مائل انسان نیست مائل افسر ٭
مؤلف عرض کرتا ہے کہ صاحب منتہی الارب
نے شائق بمعنی آرزمند و بآرزو آورندہ
ومعشوق کہا ہے۔ اور صاحب محیط المحیط
نے صرف معشوق پر قناعت کی ہے۔ اور بقول
صاحب صراح مشوق بمعنی آرزومند گردانیدن
اور شائق بمعنی معشوق اور مشوق بمعنی
عاشق نہ معلوم ضیاے دہلوی کے ملاحظہ مین
وہ کون کتاب تھی جس کو آپ نے منتہی الارب
خیال کیا۔ لیکن اس مین کچھ شک نہین کہ
فارسی مین اس کا استعمال بمعنی عاشق ہے
(خاقانی سے) شائقان تو ندا از صبح نرشام
آزادند ٭ کہ دل از ہرچہ دورنگی است
شکیبا بشنید ٭ اور ہماری راے مین
ان معنون مین منفرس ہے اگرچہ فارسی
لغات نے باوجود تفریس اس کو ترک کیا
ہے۔ لیکن استادون کے کلام مین اس
کا استعمال موجود ہے۔ صاحب فرہنگ آصفیہ
نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ اور منفرس مانا
ہے۔ شعراے اردو کو بمعنی عاشق و شوق
وارندہ استعمال کرنے مین ذرا تامل ہونا چاہیے

شرماجانا — قرار شاہجہان پوری
فرماتے ہین کہ اب یہ بمعنی شرماجانا ہے متروک
ہے **مؤلف** عرض کرتا ہے اگرچہ استادون
کے کلام مین اس کا استعمال ان معنون
مین ہے لیکن ہمارا ذوق ذاتی اس کے
خلاف ہے۔ (غالب سے) کبھی نیکی بھی اس کے
جی مین گر آجاے ہے مجھ سے ٭ جفائین کرکے
اپنی یاد شرماجاے ہے مجھ سے ٭

شمشیر بقول کمال لکھنوی یاے معروف کے ساتھ تدبیر و تقدیر کے قافیہ مین متروک۔ ضیاے دہلوی نے اس کی تردید کی ہے اور کلام استادان زبان اردو سے کسی کے استعمال کی مثال نہین دی مؤلف عرض کرتا ہے کہ فارسی مین اس کا استعمال یاے معروف کے ساتھ ہر طرح سے ثابت ہے اور اس لحاظ سے اردو مین بھی اس کا استعمال ہو سکتا ہے صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس قدر صراحت کی ہے کہ اردو والون نے اس کا استعمال بروزن نخچیر کیا ہے۔ ہمارا ذوق ذاتی یہ ہے کہ ہم دونون طرح استعمال کرتے ہین۔

صاد مہملہ

صدقہ کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ اس کا استعمال بسکون دال مہملہ غلط ہے اور شعراے عجم نے بالتحریک استعمال کیا ہے پس بسکون دال ہمین تصور کرنا چاہئے۔ ضیاے دہلوی فرماتے ہین کہ تسکین و تحریک شعرا کا تصرف ہے۔ مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس قدر اجمال بیان عنوان تصحیح کے شایان نہین ہے۔ یہ لغت عرب ہے بہ فتح اوّل و دوم۔ فارسیون نے اس کا استعمال بسکون دوم نہین کیا۔ اور بعض محقّقین فارسی نے صراحت کی ہے کہ دال کو ساکن کرنا غلطی ہے (میر نجات اصفہانی سے) من نہ آنم کہ تلافی نہ کنم نازترا ؎ صدقہ ہ‍‍شوم و گرد سرت می گردم ؎ صاحب فرہنگ آصفیہ نے اسکو بتحقیق لکّہا ہے اور صراحت فرمائی ہے کہ زبان زد بسکون دال ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ اردو کا تصرّف ہے اور باتّفاق کمال بے شک ہنّد ہے۔ (نسیم سے) بلا ملتی ہے بخشش سے بہا اے چشم تر آنسو ؎ ملے کچھ دامن خالی کو صدقہ روے نمکین کا ؎ (امیر سے) اس طرف بھی نگاہِ لطف کبھی ؎ صدقہ اے نوجوان جوانی کا ؎ حاصل یہ ہے کہ ہم کو کمال کی راے سے اتفاق ہے لیکن ہمارے موضوع کے لحاظ سے جس کی صراحت حیوۃ العزیز کے گیارہوین باب مین ہوئی ہے اس لغت ہنّد کا استعمال بتحریک

فارسی ہو سکتا ہے۔

صفت کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ اس لفظ کو بمعنی فرش بوریا وغیرہ فارسی تصور کرنا غلطی ہے بلکہ ہندا ور بترکیب فارسی استعمال کرنا غلط ہے۔ ضیاے دہلوی نے تصحیح کے ذیل مین اس ارشاد پر قناعت کی ہے کہ صاحب (ازاحۃ الاغلاط) نے لکھا ہے۔ صف بمعنی بوریا غلط آرسے بترکیب (صف ماتم) بمعنی قطار ماتم مضائقہ ندارد (انتہی) مؤلف عرض کرتا ہے کہ صفت بقول منتہی الارب بمعنی قطار عربی ہے اور صفوف اس کی جمع۔ لغات فارسی نے بھی انھین معنون کی صراحت کی ہے۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے معنی مذکور کا ذکر فرما کر بوریا و چٹائی کے معنی بھی لکھا ہے اوران معنون مین اردو زبان کا لغت مانا ہے اور آپ ہی نے (صف ماتم) پر لکھا ہے کہ وہ فرش جس پر ماتم کرنے والے یا ماتمی آکر بیٹھین (الخ) ہم کہتے ہین کہ جب اس لفظ زیر بحث کا ذکر مفرد و مرکب دونی کے ایک محقق نے کیا ہے جس کی تردید قول کمال لکھنوی مین ہے تو ضیاے دہلوی کا فرض تھا کہ اس کی حقیقت پر روشنی ڈالتے اور صرف (ازاحۃ الاغلاط) کی نقل پر یون نہ قناعت کرتے رہیئے اب ہم اس کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہین پچاس برس کے آگے تک عجم مین یہ دستور تھا (اور کیا عجب ہے کہ اب بھی ہو) کہ مجلس عزا مین منبر پر ایک سیاہ غلاف پہناتے تھے اور منبر کے روبرو یعنی منبر کے زینہ سے ختم مکان تک بقدر عرض منبر ایک سیاہ چاندنی کا فرش کرتے تھے اور اسی فرش پر سے منبر نشین تشریف لاتے جن کے ساتھ سیاہ لباس مین وہ مخصوص افراد آتے جو گریان اور ماتمی کہلاتے جب منبر نشین منبر پر چڑھتے تو یہ افراد خاص ایک دوسرے کی جانب منہ کئے ہوئے دو صفون مین اسی سیاہ فرش پر بیٹھتے اور منبر نشین کے وعظ کے مابین موقع موقع سے بکا و زاری اور ماتم اسی خاص گروہ کا فریضہ ہوتا۔ فارسیون

نے اس خاص گروہ کو (صف ماتم) اور بر سبیل
مجاز اس سیاہ فرش کو بھی (صف ماتم) کہا ہے
تقریباً چالیس سال پہلے جب حیدرآباد دین
(نواب تہور جنگ خاندوران) کے مکان مین
مجلس عزا قائم تھی اور میر انیس مرحوم مرثیہ
خوان تھے تو اتفاق سے ہم بھی ایک دن
شریک مجلس ہوے اور ہمارے ساتھ (آغا
محمد حسین ٹھکاک شیرازی) بھی تھے جو نو وارد
اور جنکو اس مجلس عزا سے حیدرآباد وہین شریک
ہونے کا یہ پہلا اتفاق تھا ہم دونون اپنے
لئے منبر سے قریب جگہ لینے کے لیئے کسی قدر
وقت سے پہلے پہونچ گئے تھے۔ آغا نے ہم
سے خطاب کرکے کہا کہ مکان خوب است
و انتظام ہم خیلے درست و لیکن حیف است
کہ صف ماتم اینجا نیست۔ ہم نے ان کے ارشاد
کو نہین سمجھا اور انھون نے مہربانی سے واقعات
بالا سے ہم کو آگاہ کیا جن کا ذکر ہم نے اوپر
کیا ہے۔ کچھ عجب نہین کہ دلی بلکہ لکھنؤ مین بھی
(صف ماتم) کا طریقہ جاری رہا ہو جب ہی
تو یہ لغت مرکب فرہنگ آصفیہ مین آیا۔ اہل
زبان نے البتہ ستم کیا کہ اس لغت مرکب کے
لحاظ سے صرف لفظ (صف) کو بھی چٹائی
کے معنون مین لکھا۔ بہرحال محقق دہلوی یعنی
صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس پرانی اصطلاح
کو مٹنے نہ دیا۔ افسوس ہے کہ انھون نے
اس کی کامل تعریف نہین کی۔ صاحبزادہ محمد
کمال لکھنوی نے قدرے لکھا اور خاندان
انیس و دبیر سے اس لفظ کی تحقیق نہین
کی اور اپنے معلومات مجرد سے اس مرکب
کی تردید کر دی۔ اب ہم عرض کرتے ہین کہ
مجرد (صف) بمعنی چٹائی و بوریا نہین ہے
بلکہ بمعنی فرش مخصوص ہے اور مناسب یہی
ہے کہ ہم اسکو اردو مانین جیسا کہ صاحب فرہنگ
آصفیہ کا خیال ہے لیکن (صف ماتم) بمعنی
فرش خاص خاصا مرکب اضافی اور بلا
تامل زبان معاصرین عجم کا لفظ ہے اور اسکے
مجازی معنے وہی فرش خاص ہین جس کا
ذکر اوپر گزرا۔ کتب لغات فارسی اگر اس سے

ساکت ہین تو ہوا کرین زبان کا انحصار ان
کتابون پر نہین ہے۔ صاحبزادے کمال
نے (صف) کو ہندی کہا ہے اور ہم اپنے
موضوع کے لحاظ سے جس کی صراحت (حیوۃ
العزیز) کے گیارہوین باب مین ہوئی ہے
اس کو ہندی کہنا نہین چاہتے بلکہ باتفاق
صاحب فرہنگ آصفیہ اردو کہین گے واضح
ہو کہ (صف ماتم) کا مرکب اس (اردو صف)
سے متعلق نہ ہوگا۔ بلکہ معاصرین عجم کا مستعمل
مرکب اضافی بمعنی مجازی ہوگا۔ لیکن (صف)
کا ماخذ اردو بھی وہی (صف ماتم) ہے جو
فارسی کا مرکب اضافی ہے۔ اسی مرکب
اضافی کی بنیاد پر خواص دہلی نے (صف)
کو بمعنی چٹائی استعمال کیا ہے۔ صاحب (اغلاط
الاغلاط) کی دوڑ مطبوعہ کتب لغات فارسی
تک رہی جنھون نے کمی معلومات کی وجہ
سے اس بحث مین غلطی کی ہے۔ مناسب
ہوتا کہ ضیائے دہلوی اس بحث مین انکو اپنا
رہبر نہ بناتے بلکہ محقق دہلوی کے سہارے

پر میدان تحقیق مین اپنی طبیعت کا جوہر دکھاتے

صفا قرار شاہجہان پوری اور عشرت
لکھنوی فرماتے ہین کہ اب یہ بمعنی صاف و
پاک غیر مستعمل اور متروک ہے کمال لکھنوی
فرماتے ہین کہ اس کا استعمال صاف کے محل
پر غلط ہے۔ ضیائے دہلوی کو کمال سے
اختلاف ہے آپ فرماتے ہین کہ مصدر کا
استعمال بمعنی فاعل صحیح ہے اور اردو کے
روزمرہ مین تو صفا بمعنی صاف بکثرت مستعمل
ہے مؤلف عرض کرتا ہے زبان عربی کا
لفظ ہے اور محقق دہلوی صاحب فرہنگ
آصفیہ نے اس کو بمعنی مذکور اردو مین مستعمل
قرار دیا ہے اور کوئی اشارہ اس کی غیر
فصاحت یا ترک کا نہین کیا۔ استادان
معاصر اس کو غیر فصیح نہین سمجھتے استادان
سلف اور معاصر دونون کے کلام مین
اس کا استعمال ہے اور ہمارا ذوق بھی
اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے (آتش
سے) صفا ہوا نہ ریاضت سے نفس امارہ

کوئی نجاست سگ کا ازالہ کیا کرتا ہو (داغ ؎)
آئینہ منہ پہ برا ویہلا کہتا ہے ٭ سچ یہ ہے صاف
جو ہوتا ہے صفا کہتا ہے ٭

طائے حطی

طرفدار | عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اس
کو اضافت کے ساتھ بمعنی جانب وار باندھنا جیسا کہ
حضرت امیر مینائی نے باندھا ہے۔ ناجائز ہے اور
بغیر ترکیب اضافی اردو مین صحیح۔ صاحب فرہنگ
آصفیہ نے (طرفدار) پر فرمایا ہے۔ پاسداری
کرنے والا۔ ساتھی۔ حامی۔ حمایتی۔ مددگار۔
جانب دار (امیر ؎) ہوا جب سے وہ گل طرفدار
غیر ٭ مرے حق مین کانٹے ہی بویا کیا ٭ مولف
عرض کرتا ہے کہ (طرفدار) بمعنی جنبہ دار۔ فارسی
کا اسم فاعل ترکیبی ہے معاصرین عجم کہتے ہین ''
او طرفداری دشمن می کند'' یعنی جنبہ داری۔
اور یہ معنے اس لئے صحیح ہین کہ طرف فارسی
مین بمعنی میلان مستعمل ہے جیسے (طرف کلاہ)
پس بقاعدۂ فارسی (طرفداری) بمعنی جنبہ
داری) اور (طرف دار) بمعنی (جنبہ دار)
صحیح ہے۔ اور فارسیون نے (طرف گرفتن)
بمعنی حمایت کردن کہا ہے (دیکھو بحر عجم و بہار
عجم) (عرفی ؎) نگرفتہ ز انصاف تو در معرکہ
لاف ٭ شادی طرف شادی و غم جانب غم
را ٭ جب فارسی مین طرف بمعنی حمایت مستعمل
ہے تو (طرفدار) بمعنی حمایتی اسم فاعل ترکیبی فارسی
ہونے مین کیا شک۔ اگر عشرت لکھنوی کو
فارسی پر عبور نہ تھا تو جناب امیر مینائی
کے کلام پر اعتراض کرنے سے پہلے لازم تھا
کہ فارسیون کے کلام کی سیر کرین۔

عین مہملہ

عادی | کمال لکھنوی فرماتے ہین یہ بمعنی عادت
گیرندہ غلط ہے۔ ضیائے دہلوی نے فرمایا ہے
کہ قاآنی نے اپنی گلستان مین اسکو بمعنی عادت
کردہ شدہ یعنی وہ چیز جس کی عادت لگ گئی
ہو لکھا ہے '' خادم ازین معنی غافل کہ این
سخن عادی امیر است '' آپ فرماتے ہین کہ
ہمارے روزمرہ مین بمعنی عادت گیرندہ مستعمل
ہے اور ہمنار (وزیر لکھنوی ؎) ذکر ابرو

کی زبان عادی ہوئی ؎ بات سیدھی بھی جو
کی ٹیڑھی ہوئی کو (آتش لکھنوی سے) تلخ کامی
شہد ہے سودائے زلف یار میں ؎ عشق
افعی نے کیا ہے زہر کا عادی مجھے ؎ مؤلف
عرض کرتا ہے کہ صاحب فرہنگ آصفیہ نے
اس لفظ کو اردو کہا ہے۔ اور نزاکت سے
کام نہیں لیا۔ ہم کو ضیا سے اتفاق ہے
اور کمال سے اختلاف۔

عرصہ | بقول کمال لکھنوی بمعنی روزگار
و زمانہ و مدت فارسی اور عربی نہیں ہے بلکہ
مہند ہے جس کا استعمال بہ ترکیب فارسی نہ
ہونا چاہئے۔ عشرت لکھنوی فرماتے ہیں
کہ اگرچہ آج کل زبانوں پر جاری ہے۔ مگر احتیاط
لازم اس لئے کہ یہ بمعنی میدان صحیح ہے بقول
قرار شاہجہانپوری متروک۔ ضیا سے دہلوی
فرماتے ہیں۔ حزین نے اس کا استعمال
انھیں معنوں میں کیا ہے جو معنی
حقیقی یعنی میدان کا مجاز ہے (نثر) گاہے
در عرصۂ ما ہے یک دو بیت از وحشت کیشاں
بصفحۂ اظہار جلوہ می گشت ؎ مؤلف عرض
کرتا ہے کہ صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس کو
بمعنی زمانۂ دراز فارسی کہا ہے اور بمعنی
مدت قلیل و وقفہ و اثنا (اردو) مؤلف کی رائے
میں بمعنی زمانہ و مدت مفرس ہے۔ اگر بقول
کمال یہ مہند بھی ہوتا تو ہم اپنے موضوع کے
لحاظ سے جسکی صراحت (حیوۃ العزیز) کے گیارہویں
باب میں ہوئی ہے۔ اس کے استعمال کو بہ ترکیب
فارسی جائز سمجھتے۔ معاصرین عجم کا روزمرہ
ہے ”از عرصۂ دراز مشرف بزیارت نشدہ ام“
اردو میں بھی اس کا استعمال ہو سکتا ہے
الحاصل ہم کو ضیا سے اتفاق ہے۔ عشرت
لکھنوی اور قرار شاہجہانپوری نے ترکیب
سے بحث ہی نہیں کی بلکہ اس لفظ کو بمعنی
مدت غیر فصیح اور قابل ترک قرار دیا ہے
(غالب) کرتا ہوں جمع پھر جگر لخت لخت کو ؎
عرصہ ہوا ہے دعوت مژگاں کئے ہوئے ؎
(ناسخ سے) ہو گئی بالکل ہماری عمر غفلت
میں بسر ؎ عرصہ اپنی زندگانی کا مگر اک خواب تھا

عطر بقول کمال لکھنوی یہ ترکیب فارسی غلط ہے جیسے عطر گلاب ۔ عطر اگر اس لئے کہ اگر اور گلاب ہندی ہیں ۔ نصیا ے دہلوی فرماتے ہیں کہ اگر کے ساتھ گلاب کو کیوں ہندی کہا گلاب تو فارسی ہے اور سالک قزوینی نے (عطر گلاب) کا بھی استعمال کیا ہے (ﮯ) رنگ خامی را بدل کردم بہ پختگی ؎ تا جہانگیری کنم عطر گلاب کردہ اندؔ ؎ آپ ہی فرماتے ہیں کہ استاد جلال نے بھی اپنے کلام میں عطر گلاب کا استعمال کیا ہے (ﮯ) جب نسیم آتی ہے کہلجاتا ہے غنچہ دل کا ؎ جب شمیم آتی ہے جل جاتی ہے وہ عطر گلاب ؎ کمال نے یہ بھی فرمایا ہے کہ شعرا نے (عطر عروس) جو لکھا ہے اس میں بھی کلام ہے ضیا نے یہ جواب دیا ہے کہ عروس بمعنی نوکتخدا لغت عرب ہے ۔ اور اس کا اطلاق زن پر زیادہ ہے لہذا (عطر عروس) کی فارسی ترکیب درست ہے نیز آپ نے فرمایا ہے کہ عروس علم ہے اور اعلام کو بہ ترکیب فارسی استعمال کرنا قباحت نہیں رکھتا مولف حقیر عرض کرتا ہے کہ تصحیح ضیا کا ماحصل یہ ہے کہ آپ نے (عطر اگر) کے متعلق کمال کے قول کو مان لیا اور کوئی جواب نہ دیا یا یوں کہو کہ اس کا جواب ہمارے لئے چھوڑ دیا (کم ترک الاول للآخر) اب مولف عرض کرتا ہے کہ اگر سنسکرت کا لغت ہے اور فارسیون نے اسکو مفرس کرکے استعمال کیا ہے (دیکھو آصف اللغات) پس (عطر اگر) کی ترکیب بھی صحیح ہے ۔ اور (عطر عروس) کی ترکیب کے متعلق بھی ہم کو ضیا سے اتفاق ہے ۔

عظمت بقول کمال لکھنوی بفتح اول و بسکون دوم غلط و بہ فتحتین صحیح ضیا ے دہلوی فرماتے ہیں شعرا کے تصرف نے فارسی میں اسکو بسکون دوم استعمال کیا ہے (جلال اسیر ﮯ) شہا کہ در سر اسر گلزار آتشہا ؎ زمی افگند کلاہ عظمت بر آسمان ؎ (امیدی ﮯ) بر شد علوے اصفہان بار فعتش عرش آستان ؎ باعظمتش ہفت آسمان چون ہفت

اطباق زمین ؎ مؤلف عرض کرتا ہے کہ تصرف
فارسیون نے اس کو اس تصرف کے
ساتھ مفرس کہا ہے۔ بلکہ استادان اردو
نے بھی اسی مفرس کو اردو مین لیا ہے (داغ
ع) زاہد یہ اگر پست ہے مسجد سے تو کیا ہے
پہنچا اس سے تو میخانے کی عظمت نہین جاتی
؎ واضح ہو کہ مجرد یہ کلیہ کہ شعرا ہر ساکن کو
متحرک یا ہر متحرک کو ساکن کر لینے کے مجاز
ہین غیر صحیح ہے جن الفاظ کی نسبت استادان
سخن نے ایسا تصرف کیا ہے انہین کا استعمال
ہم بھی کر سکتے ہین۔ ہم کو کسی ایسے تصرف
جدید کا حق نہین ہے۔ الحاصل عظمت
بسکون دوم مفرس ہے۔ اور شعرائے
اردو نے اسی مفرس کا استعمال اردو مین
کیا ہے۔ اگر ہم کسی موقع پر اردو مین اس
کا استعمال بتحقیق کرین تو بلحاظ اعراب
حقیقی غلط نہین ہے۔

علمیت | دیکھو حیثیت جس پر اس کا بیان ہے

غین معجمہ

غرضکہ | دیکھو تا کہ جس پر اس کی بحث ہے

غشی | عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب
یہ بمعنی غش مستعمل نہین ہے۔ محقق دہلوی
(صاحب فرہنگ آصفیہ) نے اس کا ذکر
کیا ہے اور کوئی اشارہ غیر فصاحت یا ترک
کا نہین کیا ہے۔ بعض استادان معاصر
اس کے استعمال کو پسند کرتے ہین۔ اور
استادان سلف کے کلام مین اس کا
استعمال ہوا ہے ہمارا ذوق مذاقی بھی اس
کے استعمال کو پسند کرتا ہے (ذوق ع)
نبضین چھوٹی ہوئین غشی طاری ؎ ایک فرقت
ہزار بیماری ؎

غیریت | دیکھو حیثیت جس پر اس کا بیان ہے

قاف

قلب | کمال لکھنوی نے فرمایا ہے کہ بمعنی
دل متروک۔ ضیائے دہلوی کو کمال سے
اختلاف ہے آپ فرماتے ہین کہ اگر ایک
آدھ شخص (وسعت زبان کا دشمن) اسکو
ترک کرے تو اس کا اعتبار نہین جلال

لکھنوی کے کلام مین اس کا استعمال بکثرت
ہے (سہ) آنا دو رہا قلب نکل پڑنے پہ جب
تک ٭ قاصد نے کمر سے خط دلبر نہ نکالا ٭ (ولہ
سہ) فراق دلبر مین چین کیسا خیال جانا مین
خواب کس کا ٭ ستم کیا قلب نے بہک کر
غضب کیا آنکھ نے جھپک کر ٭ صاحب فرہنگ
آصفیہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور کوئی
اشارہ غیر فصاحت یا ترک کا نہین کیا مؤلف
عرض کرتا ہے کہ ہم کو ضیا سے اتفاق ہے
جلال ہی پر کیا منحصر ہے اور استادون نے
بھی اس کا استعمال کیا ہے (اختر شاہ اودھ
سہ) عشق جب تک نہ تھا اچھا تھا پر اب
عاشق ہون ٭ آئینہ بن کے ہوا قلب مکدّر میرا ٭

قوّتِ حافظا | یہ ایک مرکب اضافی ہے
جس مین بضرورت قافیہ ہاے ہوّز کو ہم نے
اپنے کلام مین الف سے بدلا ہے۔ استادان
معاصر بالاتفاق اس کے مخالف ہین ہمارے
استادون نے بھی اس کی ناجوازی کا اظہار ہم
سے کیا۔ اور ہم نے اس لئے اس کو اپنے
کلام مین رہنے دیا کہ ہم کو حلقۂ زبان کا تنگ کرنا
پسند نہ تھا۔ استادان مسلم الثبوت نے فارسی
الفاظ مرکبہ مین ایسا تصرف بضرورت قافیہ
کیا ہے یعنی (عاشقانہ) کو رند نے (عاشقانا)
کر لیا ہے۔ اور آپ ہی نے (آب ودانہ) کو
(آب ودانا) باندھا ہے اور آپ ہی کے کلام
مین (آئینہ خانہ) مین اسی قسم کا تصرف
ہوا ہے یعنی (آئینہ خانا) کا استعمال ہوا ہے
ہر ایک (کا مثالی شعر (حیوة العزیز) کے
گیارہوین باب مین نقل ہوا ہے۔ اور
شہید دہلوی نے مرکب اضافی مین بھی ایسا
ہی عمل کیا ہے (ولہ سہ) وہ بھی یا رب
عجب زمانا تھا ٭ اس کے گھر میرا آنا جانا تھا ٭
جب وہ کوچہ مرا اٹھاتا تھا ٭ سر تھا اور سنگ
آستانا تھا ٭ اب ہم استادان معاصر سے
اس استفسار کی معافی چاہتے ہین کہ (عاشقانا)
(آب ودانا) (آئینہ خانا) کو تو آپ صحیح
خیال فرماتے ہین اور (سنگ آستانا) کو صحیح
نہین سمجھتے اسکی کیا وجہ ہے (جواب برنجا بستہ)

ہم نے عمداً اس کا استعمال اپنے کلام مین
کیا ہے محض اس لیئے کہ جس چیز کو قدما نے
معقولیت کے ساتھ جائز رکھا ہے اور اون
کا یہ طرزِ عمل محض اس لیئے تھا کہ حلقۂ زبان
تنگ نہ ہو اس کے خلاف عمل کرنے کا معاصرین
کو کیا حق ہے۔ اون استادان معاصر سے
جن کو سرپرست زبان ہونے کا دم و دعویٰ
ہے۔ ہماری التماس یہ ہے کہ وہ اپنے کلام
مین اس کا استعمال کرین۔ اور آنے والی
نسلون کو وسعت زبان کا سبق پڑھائین
زمانہ تو اس کا متقاضی ہے کہ مجتہدان زبان
نئے نئے استعمالات جائز سے حلقۂ زبان کو
وسیع کرین نہ یہ کہ قدما کے استعمال کو ترک
کرکے حلقۂ زبان کو روز بروز تنگ کرین۔

کاف

کاکل صاحب فرہنگ آصفیہ نے اسکو فارسی
کہا ہے۔ اسم مؤنث۔ سر کے بڑے بڑے آگے لٹکے ہوے
بلد بال۔ زلف گیسو جٹا لٹ۔ جلال لکھنوی نے اپنی
تالیف (سرمایۂ زبان اردو) مین اس کو
ترک کیا ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ فارسی
مین بقول بہار عجم موے تارک سر و این
غیر زلف است (جعفر بیگ ؎) فرقے
میان کاکل و زلف بتان کجاست پشوریدہ
را دماغ و دل انتخاب کو (عباس قلی خان
؎) زلف از کاکل پریشان خاطر است
زیردست چون خودی بودن بلاست۔ صاحب
برہان نے بھی موے میان سر کہا ہے۔
صاحب فرہنگ انجمن آرائے ناصری نے
فرمایا ہے کہ کاکل و زلف خاصہ در ایران
متداول است بخراسان و خوارزم کاکل
دارند و زلف ندارند۔ خان آرزو نے
سراج اللغات مین فرمایا ہے مخفف کاکل
کول بمعنی موے میان سر۔ فارسیون نے
زلف کی تعریف مین کوئی اشارہ کاکل کا نہین
کیا مؤلف کی راے مین محقق دہلوی کا
تسامح ہے کہ کاکل کو بمعنی زلف۔ فارسی
کہا اور زلف کے معنون مین کاکل کو لکھدیا
اگر شعراے اردو نے ان دونون کو ایک

سمجھکر استعمال کیا ہو تو قیاس یہی چاہتا ہے
کہ کاکل بمعنی زلف کو مجازاً اور ہندا کہا جاے
اور ہماری راے اور موضوع کے لحاظ سے
جسکی صراحت (حیوۃ العزیز) سے کیا رہین
باب مین ہے کاکل کو ہندا کہہ سکتے ہین پس
کاکل کو اردو استعمال مین بمعنی زلف بہ ترکیب
فارسی استعمال کرنا اس حالت مین صحیح ہو سکتا
ہے محقق دہلوی کا تسامح ہے کہ آپ نے
(کاکل پیچان) کو قائم کرکے اس کی تعریف
مین حمد از لفین لکھی ہین - اور ناسخ کے کلام
ذیل سے سند دی ہے (ع) باندھتے ہین
کاکل پیچان کے جو اکثر مضمون ہو اس لئے
رکہتے ہین معنے مرے اشعار کے پیچ ہو ہم
یہ عرض کرتے ہین کہ فارسی زبان مین کاکل
کی صفت مین پیچان کا استعمال غلط نہین ہے
اس لئے کہ ہوتی کاکل بھی مثل زلف پیچدار
ہوتے ہین - پس ہماری تحقیق یہ ہے کہ
ناسخ کے کلام مذکور مین (کاکل پیچان) بمعنی
حقیقی بہ ترکیب توصیفی ہے - محقق دہلوی کا
فرض تھا کہ (کاکل پیچان) پر دونون معنے
یعنی حقیقی و مجازی کا ذکر کرتے اور صراحت
فرماتے کہ بمعنی حقیقی فارسی ہے اور بمعنی
مجازی ہندا - البتہ غالب کے کلام ذیل
مین (کاکل مشکین) کی ترکیب توصیفی بر
سبیل تہنید ہے - اس لئے کہ غالب نے
کاکل مشکین بمعنی زلف مشکین باندھا ہے -
(ع) سبزہ خط سے ترا کاکل سرکش نہ دبا
یہ زمرد بھی حریف دم افعی نہ ہوا ہو قاتل -

کام نکلنا | عشرت لکھنوی فرماتے ہین
کہ اب اس کی جگہ (کام نکلتے) کا استعمال
ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ مومن کے
کلام مین اس کا استعمال بھی ہوا ہے لیکن
ہمارا ذوق ذاتی عشرت کے موافق ہے
(مومن ع) کیون کام طلب ہے مرے
آزار سے گردون ہو ناکام سے دیکھا ہے
کبھی کام نکلتا ہو

کبھو | عشرت لکھنوی اور قرار شناخت
فرماتے ہین کہ یہ اب متروک ہے اور اسکے

عروض کبھی کا استعمال ہے مؤلف عرض کرتا
ہے محقق دہلوی (صاحب فرہنگ آصفیہ)
نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ اور کوئی اشارہ
اس کی غیر فصاحت اور ترک کا نہین فرمایا
جلال نے (سرمایہ زبان اردو) مین فرمایا
ہے یہ روزمرہ متقدمین کا تھا۔ لیکن فصحای
متاخرین اسے نہین بولتے اور اس کے
مقام پر کبھی کا لفظ استعمال کرتے ہین مؤلف
عرض کرتا ہے کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ دلی
مین مستعمل اور لکھنؤ مین متروک ہے ہمارا
ذوق دونون کے موافق ہے (میر تقی سے)
دل سے عشق رخ نکو نہ گیا ؛ جھانکنا تاکنا
کبھو نہ گیا ؛ (ظفر سے) آگئے تو ہم سے اس
قدر تھا نہ کبھو الگ الگ ؛ اب ہوئی ایسی
کیا خطا رہتا ہے تو الگ الگ ؛ (ذوق
سے) مرے جو موت کے عاشق بیان کبھو
کرتے ؛ مسیح و خضر بھی مرنیکی آرزو کرتے ؛
کتابتون سے | عشرت لکھنوی فرماتے
ہین کہ اگرچہ ذوق کے کلام مین اس کا
استعمال ہے لیکن اب کتابون سے مستعمل ہے
قرار شاہجہانپوری نے فرمایا ہے کہ اب اس
کا استعمال کتابت سے ہے (ذوق سے)
بات قسمت کی ہے کہ لکھتے ہین ؛ خط وہ کن
کن کتابتون سے مجھے ؛ مؤلف عرض
کرتا ہے کہ واہ رے ذوق اور اللہ رے
ذوق روح پاک حضرت ذوق خواب مین
ہم سے تحریف کی شاکی ہے۔ دیوان مطبوعہ
مطبع اسلامیہ لاہور بزبان حال کہہ رہا ہے
کہ اس شعر مین (کتابتون) کا استعمال نہین
ہے۔ بلکہ (کنایتون) کا استعمال بہ نون
دوم ہے جو کنایت کی جمع ہے اور غزل کا
قافیہ چلا آرہا ہے کہ کتابتون کو یہان دخل
نہین ہے۔ ہم نے خیال کیا کہ کاتبان
(اسٹیم پریس لاہور) اور (مطبع گلشن
ابراہیم لکھنؤ) نے شاید ان دونون سال
مؤلفہ عشرت و قرار مین غلطی کی ہو لیکن
معلوم ہوا کہ نقل شعر ہی مین غلطی نہین
ہے۔ بلکہ جناب عشرت نے جلی سے

(کتابتون) کو قائم کرکے اس کے ذیل مین ترک کی
بحث کی ہے اور ضمن بحث مین دو جگہ پر (کتابتون
سے) اور (کتابون سے) لکھا ہے اور حضرت
قرار نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور (کتابون سے) کو
جو چھپ چکا تھا کاٹ کر سرخ روشنائی سے
(کتابت سے) کی اصلاح کی ہے۔ اس طرز
عمل سے واضح ہے کہ کاتبین مطبع کی کوئی غلطی
نہین ہے بلکہ ان دونون بزرگون نے (کتابتون
ہی سے کام لیا ہے۔ اور اسی کے متعلق اصلاح
زبان کی ہے۔ اب ہم عرض کرتے ہین کہ دیوان
ذوق کی کتابت سے قطع نظر ذوق زبان سے
بھی کام لیا جاتا تو ضمیر سے یہ صدا بلند ہوتی
کہ ذوق نے کناتیون کا استعمال کیا ہے جو
کنایت عربی کی جمع اردو ہے اور یہ ظاہر ہے
کہ اردو مین کنایہ بہ ہاے آخر مذکر ہے جسکی
جمع اردو (کنایون) ہے اور کنایت بہ تاے
آخر اردو مین مؤنث ہے اور اسکی جمع اردو
(کناتیون) ہے اب استادان معاصر غور فرمائین کہ
ذوق کا استعمال کیا تھا اور سرپرستان
زبان نے اس کو کیا سمجھا اور کس لفظ کو متروک
قرار دیا اور کیا ہدایت کی۔ لسان الغیب اس
زبان پر رحم فرمائے اور اس کو ان آفات سے
بچائے۔ ایسے نکتہ شناس افراد داغ اور امیر
مینائی اور ذوق کی زبان کی نسبت غیر فصاحت
کا الزام دہرتے ہین اور اصلاح زبان کا دعوی
کرتے ہین۔ جن کا ذوق۔ ذوق کے کلام مین
کتابت اور کنایت کا فیصلہ نہ کر سکا۔

کٹنا عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب
یہ غیر فصیح اور کٹوانا فصیح ہے۔ صاحب فرہنگ
آصفیہ نے اسکو عوام کی زبان کہا ہے (آتش
سے) کس خوشی سے دوڑکر عاشق کٹاتے ہین
گلا ٭ نقش محب اے ترک جوہر ہے تری شمشیر
کا ٭ مؤلف عرض کرتا ہے کہ جب اس کا استعمال
آتش کے کلام مین موجود ہے تو کبھی نہ کہا
جائیگا۔ کہ یہ زبان عوام کی ہے۔ بعض استادان
معاصر اس کے استعمال کو پسند کرتے ہین اور
ہمارا ذوق بھی یہی ہے۔

کر دادھی قرار شاہجہان پوری فرماتی ہین

کہ اب یہ متروک ہے۔ اور اس کے عوض (کرادی) مستعمل۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے کرانا اور کروانا دونون کا ذکر بمعنی (کوئی کام لینا) کیا ہے۔ اور فصحاے معاصر نے بھی کروانا کا استعمال فرمایا ہے (جلال ؎) جفا سے تو یہ ہماری وفا نے کروادی ٭ بلا کے ہم کو وہ پچتائے امتحان کے لئے ٭ مؤلف دونون کے استعمال کو فصیح خیال کرتا ہے۔

کروادیگی قرار شاہ جہان پوری نے فرمایا ہے کہ اب یہ مستعمل نہین ہے اس کے عوض (کرادیگی) مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہی کہ (لفظ گذشتہ) پر بھی اپنا خیال ظاہر کیا ہے اور یہ بھی اسی سے متعلق ہے۔ اور جلال لکھنوی نے اس کا استعمال بھی اپنے کلام مین کیا ہے۔ اور ہماری راے مین غیر فصیح نہین ہے (جلال ؎) جفا سے تو یہ کروادیگی تجکو او ستم پیشہ ٭ وفا معلوم ہوجائیگی وقت امتحان میری ٭

کرے ہے قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین کہ اب یہ متروک ہے اس کے عوض کرتی ہے مستعمل مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ ذوق کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذاتی ذوق قرار سے متفق ہے (ذوق ؎) کرے ہے کام تیغ یار کس کس آبداری سے ٭ دکھاتی اپنی گلکاری ہے کیا کیا زخم کاری سے ٭

کرے ہین قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین کہ اب اسکی جگہ کرتے ہین مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ میر کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذوق ذاتی قرار سے متفق ہے (میر ؎) ناحق ہم مجبورون پر یہ تہمت ہے مختاری کی ٭ چاہتے ہین سو آپ کرے ہین ہم کو عبث بدنام کیا ٭

کڑی کرنا عشرت لکھنوی نے جناب امیر مینائی کے کلام کی نقل کرتے ہوے فرمایا ہے۔ قسم کا پہلو رکھتا ہے اور عامیانہ بولی ہے (امیر ؎) کڑی اتنی نہ کر رسوا کریگی کیا قیامت مین ٭ کہین اے سخت جانی ہاتھ جھوٹا ہو نہ قاتل کا ٭ جلال لکھنوی سے

(سرمایۂ زبان اردو) مین کڑی پر متعدد معنے
لکھے ہین۔ اور محقق دہلوی (صاحب فرہنگ
آصفیہ) نے بھی۔ اور اسی طرح بقول
محقق دہلوی کرنا کے چوبیس معنے ہین جو لغت
حقیر جناب عشرت لکھنوی سے پوچھتا ہے
کہ براہ مہربانی بصراحت ارشاد ہو کہ اس مصدر
مرکب مین کس طرح ذم کا پہلو ہے۔ کیا
فصحاے حال اور مصلحین زبان نے (کرنا)
کے مصدر کو ترک کر دیا ہے اگر حق پوچھو تو
(کرانا) کا مصدر قابل ترک ہے جس کی جانب
توجہ نہین ہوتی۔ اور ایک فصیح مصدر کو
جس سے زبان کو چارہ نہین ہے۔ ناحق و
ناروا ترک کروانے کی کوشش ہوتی ہے
صدہا مصدر کرنا کے ساتھ مرکب ہین نہ معلوم
آپ کس کس کو ترک کرائینگے۔ جب شعر آمیز مین
(سخت جانی) سے خطاب ہے تو شاعری کا
اقتضا یہی ہے کہ اس کے مناسب حال الفاظ
کا استعمال ہو اگر شعراے نازک خیال اپنے
محاورون کو صرف (مصدر کرنا) سے بچنے کے
لیے ترک کر دین تو زبان غارت ہوگی (کڑی
کرنا) کا مصدر مرکب اگر استعمال سے ترک ہو
تو کتب لغات سے بھی ترک ہوگا۔ جب بقول
جلال لکھنوی و محقق دہلوی کڑی بمعنی سختی
وسخت۔ زبان ہے تو پھر (کڑی کرنا) مین کونسا
ذم کا پہلو ہے جس کے لحاظ سے آپ اس کو
عامیون کی زبان کہتے ہین۔ اور جب آپکے
روبرو امیر مینائی کا کلام فصاحت نشان موجود
تھا تو آپ کے قلم سے کیونکر ایسا مکروہ لفظ
نکلا۔ سچ یہ ہے کہ جن طبائع کو شاعری کا
ذوق نہین وہ نزاکت مضمون کو کیا جانین
اور جب طبیعت نے ذوق کے کلام مین
کنایتون کو کنایتون سمجھکر ترک کا حکم دیا ہو
(دیکھو کنایتون سے) وہ امیر مینائی کے
لطف سخن کو کیا سمجھے۔

کسیر کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ لفظ
بمعنی کمی و نقصان بتحتین غلط ہے۔ اور
بسکون دوم استعمال کرنا چاہئے۔ ضیاے
دہلوی فرماتے ہین کہ بسکون دوم بمعنی تنگی

بے شک صحیح ہے لیکن فصحاے ہند بفتحتین
بمعنی کمی و نقصان استعمال کرتے ہیں۔ اور
ان معنون میں ہمیشہ ہے (داغ ؎) صلح میں
تکرار باقی رہ گئی ٭ کچھ کسر پیار باقی رہ گئی ٭
مؤلف عرض کرتا ہے کہ صاحب فرہنگ آصفیہ
نے اسکو بفتحتین بمعنی کمی او نقص (اردو) کہا
ہے ہمارے اس موضوع کے لحاظ سے جس
کی صراحت ہم نے (جلوۂ الفرق) کے گیارہوین
باب میں کی ہے۔ ہم اس کو ہمیشہ کہنا ہی بہتر
سمجھتے ہیں۔ اور ہم کو خیال سے اتفاق ہے
(فرہنگ آصفیہ ؎) لاحول ولاقوۃ یہ کونسا
بشر ہے ٭ صورت میں ہے فرشتہ مگر وہم میں
کسر ہے ٭ (تسلیم ؎) اب تلک ڈر ہے آرام
ہے کیون ٭ کیا کسر تم نے اٹھا رکھی ہے۔

کس طرح سے | قرار شاہجہان پوری
فرماتے ہین کہ اب اس کا استعمال متروک
ہے اور اس کے عوض (کس طرح) مستعمل
ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ فصحاے معاصرین
کے کلام مین اس کا استعمال موجود ہے اور
ہمارا ذوق بھی اس کے استعمال کو پسند کرتا
ہے (داغ ؎) اس طرح کس طرح
سے رہا جاتے ہو ٭ ہوسے یا دل پریشان کہان تک

کسو | حسرت لکھنوی و قرار شاہجہان
پوری فرماتے ہین کہ اب یہ متروک اور اس
کے عوض کسی کا استعمال ہے۔ صاحب فرہنگ
آصفیہ نے اس لفظ پر لکھا ہے کہ یہ پرانی
ہندی ہے۔ فی الحال ٹکسال باہر البتہ
دیہات کی عورتین اب بھی بولتی ہین۔
مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ استادان
سلف کے کلام مین اس کا استعمال ہے
لیکن ہمارا ذوق اس کے خلاف ہے (میر
تقی ؎) باتین ہماری یاد رہین پھر باتین
یہ نہ سنیے گا ٭ پڑھتے کسو کو سنیے گا تو دیر تلک
سر دھنیے گا ٭ (ظفر ؎) ہم کو پوشیدہ ہین
پیغام کسو کے آتے ٭ خط پہ خط اور ہین بے
نام کسو کے آتے ٭ (شاد ؎) لاغر وہ ہون
نحیف ہے لاغر یہ تن کسو کا ٭ مجنون کے
بھی بدن کا طول ہے شلوکا ٭

کفّارہ عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ بدون
تشدید صحیح نہین مؤلف عرض کرتا ہے کہ آپکو غالباً
اس کی اطلاع نہین ہے کہ فارسیون نے بدون
تشدید بھی استعمال کیا ہے (امیر معزی سہ)
دی سجدہ ہمی کردی گہے ہال بہ مے نوش
وگناہت را امروز کفارہ کن ۔ استاد آتش نے
اردو مین بھی بہ تخفیف استعمال کیا ہے پھر آپ
کس بنیاد پر اس کو غیر صحیح اور غیر فصیح فرماتے
ہین۔ (آتش سہ) رنگ زرد و لب خشک و
مژہ خون آلود ۔ کشتۂ عشق ہین ہم ہے یہہ
کفارہ اپنا ۔ اگرچہ صاحب فرہنگ آصفیہ نے
اس کو تشدید ہی سے لکھا ہے۔ اور عربی
مین بھی لغوی تحقیق تشدید ہی سے ہے لیکن
جب بہ تخفیف مفرّس ہوگیا ہے تو پھر آتش
کے استعمال کے خلاف اردو مین متروک ہونے
کی کیا وجہ۔ استعمال مشدّد بھی خلاف ذوق
زبان نہین ہے (صریر سہ) یہ شغل جو اشک
و آہ کا ہے ۔ کفّارہ مرے گناہ کا ہے ۔
بعض استادان معاصر کو بھی عشرت سے اختلاف
ہے اور ہمارا ذوق اس کے استعمال کو
دونون طرح پسند کرتا ہے۔

کمتی اقرار شاہجہان پوری نے اس کو
متروک کہا ہے۔ اگرچہ صاحب فرہنگ
آصفیہ نے اس کا ذکر کیا ہے اور غیر فصحا
یا (عوام) کا اشارہ نہین کیا ہے۔ اور
استادون کے کلام مین بھی اس کا استعمال
ہے۔ لیکن ہمارا ذوق ذاتی اس کے عوض
کم کے استعمال کو پسند کرتا ہے (شاد سہ)
کیا ہو رونے کی کمتی شاد مجھ ناشاد کو ۔ خون دل
پر آرزو ہے جان پر ارمان ہیت ۔

کمخاب کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ
لفظ بمعنی قماش معروف ہندی ہے اور
اس کا مفرّس کمخا۔ پس کمخاب کا استعمال
بہ ترکیب فارسی غلط ہے جیسے "فرش
کمخاب" ضیاے دہلوی نے اسکو فارسی
مانا ہے اور اعراب مین اختلاف یعنی بالکسر
و بالفتح دونو طرح۔ اور کمخا کو کمخاب کا مخفّف
کہا ہے اور استعمال اردو کی سند (میر باقر حسین

ضیائے لکھنوی) کے کلام سے دی ہے (سو)
سجاوٹ ہے کمخاب وزربفت سے جو کہ پڑتا
ہے عکس آمدورفت سے ۔ مؤلف عرض
کرتا ہے یہ لفظ زبان فارسی کا مرکب ہے بقول
صاحب برہان قاطع بکسر اوّل بروزن گرداب
بمعنی کمخا کہ جامۂ منقّش الوان باشد و بہ فتح
اوّل ہم آمدہ و جامۂ منقّش یک رنگ را نیز
گفتہ اند ۔ صاحب فرہنگ انجمن آرائے ناصری
نے کمخا پر کہا ہے ۔ بالکسر جامۂ کہ بانواع مختلف
باشد و اصح بہ فتح کاف و اضافۂ خا و واو کہ
(کمخواب) شود یعنی خواب کم دارد چہ ہر چہ
خوابش بیشتر است پشمش یا ابریشمش دراز
تر و درشت تر ۔ ازینجا ظاہر می شود کہ (خاب
مخمل) بے واو بود و کمخا مخفف کمخاب و شعرا
دران تصرف کردہ اند ۔ صاحب برہان جامع
نے فرمایا ہے کمخا و کمخاب ہر دو بکسر اوّل جامۂ
منقّش الخ ۔ صاحب فرہنگ رشیدی نے
کہا ہے کہ کمخا بالکسر و اصح بفتح کاف مخفف
کمخواب یعنی خواب کم دارد ۔ خان آرزو ۔

سراج اللغات میں صاحب ناصری کے ہمزبان
ہیں ۔ صاحب بہار عجم کہتے ہیں کہ چون خوابہ
اش نسبت بہ خوابۂ مخمل کم می باشد چنین تسمیہ
کردہ اند و برین تقدیر صحیح کمخواب و کمخا مخفف
آن ۔ مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس کے ماخذ
اور وجہ تسمیہ میں محققین فارسی زبان نے جو
طبع آزمائی فرمائی ہے وہ بے اصل ہے ۔ خاب
یا خواب کی تحقیق سے اس کی حقیقت ظاہر
ہوتی ہے ۔ معاصرین عجم کہتے ہیں لباسے کہ
خوابش کم بود کمخواب است یعنی کم خواب پوشش
آرام سے نہیں سو سکتا ۔ قبائے کمخوابی
پہننے سے نیند کم آتی ہے یعنی یہ لباس بیداری
کا ہے ۔ اسی کو کمخوا بھی کہتے ہیں جو موحدہ
واو سے بدل کر بنا ہے جیسے آب و آو اور
کمخوا بے شک مخفف ہے کمخواب کا اور نیز کمخا
بحذف واو بھی کمخواب کا مخفف ہے ۔ لغت
اصل بفتح اوّل اور واو کے ساتھ ہے ۔
صاحب فرہنگ آصفیہ نے کمخاب پر فرمایا ہے
کہ یہ لفظ خوابہ بمعنی روئیں اور کم یعنی تھوڑی

سے مرکب ہے چونکہ اس مین مخمل کی نسبت کم
روئین ہوتے ہین اس سبب سے یہہ نام
رکھا گیا (داغ) ہم عرض کرتے ہین کہ جب ایسا
ہے تو اہل لغت نے خوابہ یا خابہ کو کیون ترک
کیا اور کمخواب سے رویون کو کیا تعلق ہے
وہ تو ایک زرین بافت ہے جس مین نقش و
نگار ہوتا ہے وجہ تسمیہ وہی صحیح ہے جسکو
بقول معاصرین عجم ہم نے اوپر عرض کیا ہے
الحاصل کمال کا تسامح ہے کہ آپ نے کمخاب
کو ہندی سمجھا۔ اور کمخا کو مفرس قرار دیا۔
صاحب فرہنگ آصفیہ نے بھی کمخاب کو فارسی
مانا ہے اور لغات فرس سے بھی اس کی
تصدیق ہوتی ہے (اسیر لاہجی سے) اطلس
و زربفت و کمخواب و قصب ؎ نیست غیر از پرو
در راہ رب ؎ تعجب ہے کہ بعض اہل لغت
نے اس شعر مین تحریف کر کے بعوض کمخواب
کمخا نقل کیا ہے اور اصل مین کمخواب ہے۔

کتنے قرار شاہ جہان پوری نے فرمایا ہے
کہ اب یہ متروک ہے۔ اور کس نے مستعمل

مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ شعرائے سلف
کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا
ذوق کتنے کو پسند کرتا ہے (سودا سے) یہ
باغ کھا گئی کس کی نظر نہین معلوم ؎ نہ جانے
کتنے رکھا یان قدم وہ کون تھا شوم ؎

کور عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب اس
کا استعمال نور کے قافیے مین ناجائز ہے مولف
عرض کرتا ہے کہ اگرچہ ذوق کے کلام مین ایسا
استعمال ہے لیکن ہمارا ذوق ذاتی اس کو
نہین پسند کرتا (ذوق سے) ازل سے یون
دل عاشق ہے نور کی قندیل ؎ کہ جیسے عرش
خدائے غفور کی قندیل ؎ سمجھیا قدر ہے
ناقص کب اس غزل کی ذوق ؎ یہ روشن
آپ نے کیون بیش کور کی قندیل ؎

کون عشرت لکھنوی و قرار شاہ جہان
پوری فرماتے ہین کہ اب یہ یعنی کتنی متروک
(داغ سے) کون مدت سے ہے عادت مجھی
تنہائی کی ؎ پاس فردوس کے سنسان بیابان
ہوتا ؎ کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ اب اسکا

استعمال ۔ امر ۔ بات ۔ تدبیر ۔ صورت ۔ شکل
کام وغیرہ کے ساتھ بھی متروک جیسے کون
امر ۔ کون بات ۔ کون تدبیر ۔ کون صورت ۔
کون شکل ۔ کون کام ان کی جگہ کونسا امر کونسی
بات وغیرہ مستعمل ہے ۔ ضیا سے دہلوی فرماتے
ہیں کہ دہلی القول کے لیئے کون کا استعمال
بغیر سا اور سی کے ہے جیسے کون شخص کون
آدمی اور اگر استفہام کا مقام نہ ہو تو اسکا
زبان کے واسطے ہی بغیر سا سی کے ہی مستعمل
جیسے بیٹھے بیٹھے کون سا وقت ہوگیا کون
مدت گزری (ذوق ع) کون مدت ہوگئی
ہے دلکو گھبراتے ہوئے ۔ مؤلف عرض
کرتا ہے جن الفاظ کی صراحت کمال نے کی
ضیا نے اس کا کوئی تصفیہ نہیں فرمایا جس
کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کمال
کے قول کو ان خاص الفاظ کے متعلق تسلیم
کیا ہے ۔ اور تصحیح صرف اس قدر ہے کہ
وغیرہ کی تعمیم سے کام نہ لیا جائے صاحب
فرہنگ آصفیہ نے (کون بشر ہے) بمعنی
کون شخص ہے (کون پرائی آگ میں گرتا ہے)
(کون دن تھے) کا ذکر فرمایا ہے ۔ اور استاد
داغ نے اپنے کلام میں کون بمعنی کتنی کا
استعمال فرمایا ہے اور ہمارا ذوق ذاتی مختص
وقرار کے خلاف اور کمال سے متفق اور
صراحت ضیا سے موافق ہے ۔

کوی بقول کمال لکھنوی بروزن نبی
متروک ۔ ضیا سے دہلوی بذیل عنوان (تصحیح)
فرماتے ہیں کہ کمال نے صحیح فرمایا مگر یہ تو فرمانا
کہ اس طرح باندھتا کون ہے مؤلف حقیر
کمال کی جانب سے عرض کرتا ہے ۔ شاید
دلی میں بعض بزرگوں نے باندھا ہے جن
میں سے ایک کا مصرع بطور مثال کمال نے
لکھدیا ہے (وہ ہو نیدا ع) نکلی نہ شب وصل
بھی کوی دلکی تمنا ۔ استاد داغ مرحوم نے
بھی (جناب داغ) کے آخر پر فرمایا ہے
کہ وتیی ہوئی یا کا استعمال آپ نے ترک
کیا ہے لیکن شاگردوں کو اختیار ہے کہ
ترک کریں یا نکریں جیسے (ع) میں کیون

دل لگاؤن مین کیون غم اٹھاؤن ؎ مؤلف
کا ذوق ذاتی اس کے ترک کو پسند کرتا ہے لیکن
یہ بات ہماری سمجھ مین نہ آئی کہ ضیاے دہلوی
کو جب قول کمال لکھنوی کا اعتراف ہے تو پھر
تصحیح کیسی کیا تصحیح بمعنی صحیح شمردن بھی آیا ہی

کھائے ہے | قرار شاہجہانپوری فرماتے ہین
کہ اب یہ متروک ہے اس کی جگہ (کھاتا ہے) مستعمل
ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ استادان
سلف کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن
ہمارا ذوق ذاتی قرار سے متفق (ذوق ؎)
واہ وا شور محبت خوب ہی چھڑکا نمک ؎ استخوان
میرے ہما کس مزے سے کہا گئے ہے ؎

کھٹکے ہے | قرار شاہجہانپوری فرماتے
ہین کہ اب یہ متروک ہے اس کی جگہ (کھٹکتی
ہے) مستعمل مؤلف عرض کرتا ہے کہ (کھٹکتا
ہے یا کھٹکتی ہے) بحسب موقع دونون کا استعمال
ہے بات یہ ہے کہ شعراے سلف مضارع کا
استعمال ہے کے ساتھ کرکے حال مراد لیتے تھے
اور یہ معاصرین حال ہی کا استعمال کرتے
ہین۔ اگرچہ استادان سلف کے کلام مین اس
کا استعمال ہے لیکن مؤلف کا ذوق ذاتی
قرار سے متفق ہے (غالب ؎) نظر مین
کھٹکے ہے بن تیرے گھر کی آبادی ؎ ہمیشہ
روتے ہین ہم دیکھکر در و دیوار ؎

کھڑکائے ہے | قرار شاہجہانپوری
فرماتے ہین کہ اب اس کا استعمال متروک
ہے اور (کھڑکاتا ہے) مستعمل۔ عشرت
لکھنوی (کھڑکا۔ کھجلا) پر فرماتے ہین۔ یہ
قدامت کے مضارع ہین اس مین (ہے)
لگا کر حال بنا لیا کرتے تھے مگر اب فصحا کی زبان
پر (حال) (کھڑکاتا ہے۔ کھجلاتا ہی) مستعمل مؤلف
عرض کرتا ہے کہ قواعد فارسی کی رو سے
جس کی پیروی اردو مین ہے۔ مضارع
شامل ہے حال اور استقبال پر۔ لیکن اب
اردو کے شعرا حال ہی کے استعمال کو پسند
کرتے ہین۔ اگرچہ استادان سلف کے کلام
مین اس کا استعمال ہے۔ لیکن مؤلف کا
ذوق قرار و عشرت سے متفق (ذوق ؎)

رخصت اے زندان جنون زنجیر در کھڑکائے
ہے ۔ مژدہ خار دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے ۔

کھوج عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب
اس کا استعمال بمعنی پتہ متروک ہے ۔ صاحب
فرہنگ آصفیہ نے اس کا ذکر کیا ہے اور
جلال لکھنوی نے (سرمایہ زبان اردو)
مین بھی اس کو اور اس کے ملحقات کو لکھا ہے
اور دونون بزرگون نے کوئی اشارہ اس
کی غیر فصاحت یا اس کے ترک کا نہین فرمایا
متعدد استادان سلف کے کلام مین اس کا
استعمال ہے اور بعض استادان معاصر بھی
اس کے استعمال کو پسند کرتے ہین ۔ اور ہمارا
ذوق بھی یہی ہے (ناسخ سے) نہ اس نور
مجسم کا لگا کھوج ۔ پھرے ایسے کہ ہارے
چاند سورج ۔ (ذوق سے) اسے ہم نے بہت
ڈھونڈا نہ پایا ۔ اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا ۔
(مومن سے) غرض نام و نشان سارا اٹھایا ۔
دل گم گشتہ کا یون کھوج پایا ۔ (نکہت سے)
مضمون نہ ہاتھ آئے بار کی میان کا ۔ مشکل ہے
کھوج پانا عنقا کے آشیان کا ۔ (مصحفی سے)
جس کشتہ کا دنیا مین کبھی کھوج نہ پایا ۔ وہ
کشتۂ غم چاہ زنخدان مین دیکھا ۔ (ظفر سے)
اس لئے ڈھونڈتا پھرتا ہون دل زار کا
کھوج ۔ گر ملے دل تو ملے خانۂ دلدار کا کھوج
۔ (نثار سے) ہمارا کھوج کھونے کو نثار ایسا
وہ درپے ہے ۔ اگر نقش قدم دیکھے مٹائے
بن نہین رہتا ۔ (نصیر سے) گو دھیان
اس کمر کا ہم کو رہا ہمیشہ ۔ پر کھوج کچھ نہ
پایا عنقا کے آشیان کا ۔

کھینچیو قرار شاہجہانپوری فرماتے
ہین کہ اب یہ متروک ہے ۔ اور اس کی جگہ
کھینچنا مستعمل ہے ۔ مؤلف عرض کرتا ہے
کہ اگرچہ شعرائے سلف کے کلام مین اس
کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذوق ذاتی قرار
سے متفق (سودا سے) تیغ جفائے یار
سے دل سر نہ کھینچیو ۔ پھر منہ وفا کا ہم سے
دکھایا نہ جائے گا ۔

کھو قرار شاہجہانپوری فرماتے ہین

کہ اب اس کا استعمال متروک ہے اور اسکی
جگہ کہنا مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ
اگرچہ استادان سلف کے کلام مین اس کا
استعمال ہے۔ لیکن ہمارا ذوق ذاتی قرار
سے متفق ہے (رند سے) کہیو اسے باد صبا
قرار ہے تیرا عاشق ٭ کوچہ یار مین گر کبھی
جانا تیرا ٭

کیجیو قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین کہ
اب یہ متروک ہے مؤلف عرض کرتا ہے
کہ اگرچہ استادان سلف کے کلام مین اس
کا استعمال ہے۔ لیکن ہمارا ذوق ذاتی باتفاق
قرار اس موقع پر کرنا کے استعمال کو پسند
کرتا ہے۔ (مومن سے) مت کیجیو دیر آنے
مین کیا جانے کیا بنے ٭ پہنچا ہے جذبہ
شوق نے یوسف کو چاہ مین ٭

کیجے عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب
اس کی جگہ کیجیے مستعمل ہے۔ کمال لکھنوی
نے بھی پیجے۔ دیجے۔ لیجے وغیرہ کو بروزن
فعلن متروک کہا ہے۔ اور ان کے عوض
پیجیے۔ دیجیے۔ لیجیے۔ بروزن فاعلن کو
فصیح فرمایا ہے۔ ضیاے دہلوی نے اسکی
تردید کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اہل زبان
اور فصحا مین یہ سب حسب موقع سب طرح
مستعمل ہین۔ بعض استادان معاصر کو بھی
ضیا سے اتفاق اور عشرت و کمال سے
خلاف ہے۔ اور ہمارا ذوق ذاتی بھی یہی
ہے (داغ سے) غضب مین جان ہے
کیا کیجے بدلہ رنج فرقت کا ٭ بدی سے کر
نہین سکتے خوشی سے ہو نہین سکتا ٭

کیجیو قرار شاہجہان پوری فرماتے
ہین کہ اب اس کا استعمال متروک ہے
مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ استادان
سلف کے کلام مین اس کا استعمال ہے
لیکن ہمارا ذوق ذاتی باتفاق قرار اس
کے عوض کرنا کا استعمال پسند کرتا ہے۔
(مومن سے) نہ ہو وہ بات کہ جس سے
وفا مین آئے خلل ٭ کہین نہ کیجیو نا صح
سے شرمسار مجھے ٭

کیسے بقول عشرت لکھنوی کیونکر کے معنون
مین غیر فصیح ہے۔ صاحب فرہنگ آصفیہ
نے اسپر غیر فصاحت یا متروک کا کوئی اشارہ
نہین کیا ہے۔ اور استادون کے کلام
مین اس کا استعمال ہے اور ہمارا ذوق
ذاتی اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے (امیر
سے) غضب ہے انسان وہ مصیبت کرے
جو انسان سے بیوفائی کرے [illegible]
پاٹ کیسے ہم ہین گردش مین [illegible] ہو کر
(شہیدی سے) اس [illegible]
سوچ ہے ہر صبح [illegible]
جاتے ہین کیسے ایام مصیبت کے تو کاٹے
نہین کٹتے دن عیش کے گھڑیون مین
گزر جاتے ہین کیسے

کی طرح سے قرار شاہجہان پوری
اور عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب یہ
متروک ہے اور بغیر کلمہ (سے) مستعمل۔
مؤلف عرض کرتا ہے کہ استادان معاصر
نے اس کا استعمال کیا ہے اور ہمارا ذوق
بھی اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے (امیر
سے) ہون بگولے کی طرح سے مین سراپا
گردش رات دن پانون بھی چکر مین
ہین سر کی صورت

کیفیت دیکھو حیثیت جس پر اس کا بیان ہے

کیونکہ قرار شاہجہان پوری فرماتے
ہین کہ اب یہ متروک ہے اور اسکی جگہ کیونکر
مستعمل ہے۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے
اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کی غیر فصاحت
یا اس کے ترک کا کوئی اشارہ نہین کیا۔
مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ شعراے
سلف کے کلام مین اس کا استعمال ہوا ہے
لیکن ہمارا ذوق ذاتی (کیونکہ) کو پسند
کرتا ہے (سودا سے) ترے بازار مین اب
کیونکہ نہ گھٹے سودا تو ایک یوسف نظر
آتا ہے خریدار کئی

کاف فارسی

(۱) گر (۲) گرچہ کمال لکھنوی فرماتے ہین
کہ اب یہ دونون کلمے متروک ہین اور (اگرچہ)

مستعمل۔ ضیاے دہلوی فرماتے ہین کہ باتباع شعرائے
عجم دونون طرح کلام فصحاے ہند مین مستعمل
مؤلف کا ذوق ضیا سے متفق۔ صاحب آصفیہ
نے نمبر(۱) کا ذکر کیا ہے اور کوئی اشارہ غیر فصاحت
یا ترک کا نہین کیا اور اپنے کلام سے سند دی
ہے (ع) گر تم سے اپنی ہٹ کو ہٹایا نجائیگا ؎
روٹھا ہوا یہ دل بھی منایا نجائیگا۔

گھایل عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ
بفتح یا ہے۔ اس کا قافیہ دل کے ساتھ ناجائز
ہے۔ صاحب فرہنگ آصفیہ فرماتے ہین کہ حضرت
ناسخ اور اکثر شعراے لکھنؤ و دہلی تو اس کو سائل
و مسائل کے وزن پر دِل۔ تِل وغیرہ کے ساتھ
قافیہ باندہنا فصیح سمجھتے ہین مگر بعض اہل دہلی
اور ہندی لغات والے بفتح تحتانی فصیح اور صحیح
خیال کرتے ہین بلکہ شعراے لکھنؤ مین سے بقول
حضرت جلال شیخ امداد علی صاحب بحر نے بھی جو
حضرت ناسخ کے شاگرد رشید تھے بفتح ہی صحیح
مانا اور صندل و مخمل کے ساتھ اس کا قافیہ روا
رکھا۔ بہرحال دونون طرح جائز اور اوّل فصیح
سمجھنا چاہئے۔ جلال لکھنوی نے اپنی تالیف
(سرمایۂ زبان اردو) مین فرمایا ہے کہ اتفاق
جمہور فصحاے لکھنؤ کا اس لغت مین یاے تحتانی
کے کسرے ہی پر ہے یعنی دل اور بسمل کے
قافیے مین لاتے ہین مؤلف حقیر کا ذوق
بھی کسرہ تحتانی کو پسند کرتا ہے (ناسخ ؎)
موت ہے نزدیک میری کوے قاتل دور ہے
؎ پاس آپہنچا ہے رہزن اور منزل دور
ہے ؎ اضطراب دوری محبوب مین معذور
ہون ؎ کیون نہ تڑپے اس قدر قاتل سے
گھایل دور ہے ؎ (میر ؎) عشق کی چوٹین
پے درپے جو اُٹھائی گئین گھایل ہے دل ؎
یون سے دم ہے اب پہلو مین جون صید
بسمل ہے دل ؎ (حالی ؎) نہ احباب کی
تیغ احسان سے گھایل ؎ نہ بیٹے سے طالب
نہ بھائی سے سائل ؎

گھورنا عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اس
کا استعمال اب فصحا مین کم ہے۔ جلال لکھنوی
نے (سرمایۂ زبان اردو) مین اور محقق دہلوی

نے فرہنگ آصفیہ مین اس کا ذکر کیا ہے
اور کوئی اشارہ غیر فصاحت یا ترک کا نہین
کیا۔ استادان معاصر بھی اس کے استعمال کو
پسند کرتے ہین اور مؤلف کا ذاتی ذوق بھی
یہی ہے (ناسخ سے) ہم گھورتے ہی جائینگے
تو ہر چند خفا ہو ؛ ٹلنے کی نہین ایسی ہے اُلفت
اڑی آنکھ ؛ (آتش ع) بتون کے گھورنے
کو جاتے ہین دیر برہمن مین ؛ (عارف سے)
تمام رات تجھے چاند اس طرح گھورے ؛
نہ تونے آنکھ ذرا رشک ماہ دکھلائی ؛ (میر سے)
کیا مزے آنے پہ تو اسے بت مغرور گیا ؛
کبھی اس راہ سے نکلا تو تجھے گھور گیا ؛ (نکہت
سے) رشک آتا ہے مجھے کہہ دو بت دلخواہ
سے ؛ آسمان گھورے ہے تجھکو چشم مہرو ماہ
سے ؛ (مصحفی سے) جس نے دین آنکھین
ملا اس صنم کافر سے ؛ اتنا گھورا کہ اسے جان
سے مارا آخر ؛ (رنگین سے) یہ رنگین مردوا
جو ہے کھڑا اس سے کوئی کہدے ؛ کہ میرا
ہے تجھے گر گھورتا منظور میلے مین ؛ تو اک
جالی کے پیچھے سے دیا چلون کے اندر سے ؛
بچا کر آنکھ سب کی شوق سے بس گھورے میلے
مین ؛ (نسیم سے) کہہ تو کیا اسے چارہ گر
تجھکو ہوا منظور آج ؛ گھورتا ہے بے طرح
کچھ دیدۂ ناسور آج ؛

لام

لا بمعنی آ بقول قرار شاہجہان پوری متروک
اور مؤلف کا ذوق آ۔ لا۔ دونون کو پسند
کرتا ہے۔ (سودا سے) کون ایسا اب کہے یہہ
سودا گلی مین اسکی ؛ لا تجھکو لے چلین ہم دل
کھول کر کے رو لے ؛

لاش کمال لکھنوی فرماتے ہین اس لفظ
کو فارسی تصور کرنا غلطی ہے۔ لاشہ صحیح ہے
لاش ہندی ہے جس کو ترکیب فارسی
استعمال نہ کرنا چاہئے۔ ضیاے دہلوی کو
اختلاف ہے آپ اس کو فارسی خیال کرتے
ہین۔ اور لاشہ کو اس کا فرید علیہ (قاآنی سے)
چہ یار خصم ملک و دین کہ کرد ساز رزم و کین
کہ ساختی بہر زمین ز لاش شان مزار ہا ؛

(صہبائی سے) این می کند بجسم عدو جوے
خون روان شود این لاش او بخاک برابر بر زنگاه
مؤلف عرض کرتا ہے کہ لاش تن مردہ کے
معنون مین زبان ترکی کا لفظ ہے (دیکھو لغات
ترکی) صاحب غیاث نے بھی یہی لکھا ہے صاحب
برہان نے اس کو زبان فارسی کا لغت اور
معنون مین کہا ہے البتہ لاشہ کو بمعنی (مردہ
جمیع حیوانات) فرمایا ہے۔ صاحب فرہنگ
انجمن آرائے ناصری برہان کا ہمزبان اور
صاحب فرہنگ جہانگیری نے دونون لغت کا
ذکر کیا ہے اور تن مردہ کے معنون سے
ساکت۔ صاحب برہان جامع صرف لاش کا
ذکر اور معنون مین کیا ہے۔ صاحب لغات
سروری نے لاش کو اور معنون مین لکھکر
لاشہ کو تن کے معنون مین فرمایا ہے۔ خان
آرزو نے سراج اللغات مین لاش بمعنی
نفیر مقصود لکھکر لاشہ پر بقول طوسی فرمایا ہے
کہ حیوانات مردہ پر اطلاق ہو سکتا ہے۔ نتیجہ
اس ساری تحقیق کا یہ ہے کہ لاش تن مردہ
کے معنون مین ترکی ہے اور لاشہ بزیادت ہای
ہوز انھین معنون مین مفرس لیکن فارسیون
نے لغت ترکی لاش کا بھی استعمال اپنے کلام
مین کیا ہے جسکی سندین ضیا نے پیش کی
ہین جو اوپر منقول ہین۔ محقق دہلوی یعنی
صاحب فرہنگ آصفیہ نے بھی ان معنون
مین لاش کو ترکی اور لاشہ کو فارسی کہا
ہے۔ پس لاش ترکی ہے اور فارسیون
کا مستعمل جس کا استعمال اردو مین بہ ترکیب
فارسی باضافت ہو سکتا ہے۔ کمال لکھنوی
نے غلطی کی جو اس کو ہندی سمجھا۔ اور ضیائے
دہلوی کی غلطی ہے جو اس کو ان معنون مین
فارسی خیال فرمایا۔

لال | بقول کمال لکھنوی جوہر سرخ رنگ
یعنی لعل کے معنون مین فارسی نہین ہے
بلکہ ہندی ہے۔ ضیائے دہلوی فرماتے ہین
کہ صاحب فرہنگ انجمن آرائے ناصری نے
لال پر فرمایا ہے کہ جوہر یست گرانمایہ کہ رنگ
آن سرخ باشد و بہترین اجناس آن از کوہ

بدخشان حاصل شود و معرب آن لعل است۔
مؤلف عرض کرتا ہے کہ کمال کے ساتھ ایسے
وہ ہوگئے ہین جلال لکھنوی (استاد ضیا سے
دہلوی) بھی شریک ہین جنہون نے (سرمایہ
زبان اردو) مین لال کو لغت ہندی سمجھا
ہے۔ آپ فرماتے ہین جوہر سرخ رنگ ہی
جس کو فارسی اور عربی مین عین مہملہ کے ساتھ
لعل کہتے ہین محقق دہلوی (صاحب
فرہنگ آصفیہ) نے اس لفظ کو فارسی
بھی مانا ہے اور اردو اور ہندی بھی اور
فارسی مضمون کے ذیل مین یاقوت رمانی
کا ذکر کیا ہے۔ صاحبان غیاث و برہان قاطع
و برہان جامع و سراج و لغات سروری کو
بھی فرہنگ ناصری سے اتفاق ہے۔ پس
کمال کا تسامح بہ پیروی جلال ہے۔

لائیو قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین
کہ اب یہ متروک ہے اور لانا مستعمل **مؤلف**
عرض کرتا ہے کہ اگرچہ استادان معاصر کے
کلام مین اس کا استعمال ہے۔ لیکن ہمارا
ذوق اس کے استعمال کو نہین پسند کرتا (انیس
سے) دروازے پہ جا جا کے خبر لائیو بیٹا ؎
شہزادے کو تم گود مین بہلائیو بیٹا ؎

لون عشرت لکھنوی اور قرار شاہ جہان
پوری فرماتے ہین کہ اب اس کے عوض
نمک کا استعمال ہے **مؤلف** عرض کرتا ہی
نمک فارسی زبان کا لفظ ہے اور یہ اس
کا ہندی ترجمہ استادان سلف کے کلام
مین اگرچہ اس کا استعمال ہے۔ لیکن ہمارا
ذوق نمک ہی کے استعمال کو پسند کرتا ہے
(غالب سے) زخم دل پر میرے کیون مرہم
کا استعمال ہے ؎ مشک اگر مہنگا ہے تو
کیا لون کا بھی کال ہے ؎

لوہو قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین
کہ اب یہ متروک ہے اور لہو مستعمل ہے صاحب
آصفیہ نے اس کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہی
یہی اصل ہے اور لہو اس کا مخفف **مؤلف**
عرض کرتا ہے کہ اگرچہ متقدمین کے کلام مین
اس کا استعمال ہے۔ لیکن ہمارا ذوق فی الحال

لیوکے استعمال کو پسند کرتا ہے (انشا سے) ہچکیں تمھم کرو غیرون سے ہم اور اپنے ؛ گھونٹ لہو کے پیئے کیون نہ غٹا غٹ عاشق ؛

لیک قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین کہ اب اس کا استعمال نہین ہے اور اس کے عوض لیکن کا استعمال ہے مؤلف عرض کرتا ہے اگرچہ استادان سلف نے اس کا استعمال کیا ہے اور دونون زبان فارسی کے الفاظ ہین لیکن ہمارا ذوق ذاتی بھی لیکن ہی کو پسند کرتا ہے (میر سے) جامۂ احرام زاہد پر نہ جا ؛ تھا حرم مین لیک نامحرم رہا۔

میم

مارے عشرت لکھنوی فرماتے ہین اب اس کا استعمال بمعنی (سبب سے) متروک ہے فصحا استعمال نہین کرتے صاحب فرہنگ آصفیہ اور جلال نے (سرمایۂ زبان اردو) مین اس کا ذکر کیا ہے۔ اور کوئی اشارہ غیر فصاحت یا ترک کا نہین کیا۔ استادان معاصر بھی اس کے استعمال کو پسند کرتے ہین۔ اور ہمارے ذوق ذاتی کے بھی موافق ہے۔ (آتش سے) رشک کے مارے زمرد خاک مین مل جائے گا ؛ بندہ پر اس گوش کے فیروزہ ہیرا کھائے گا ؛ (دولہ سے) مرتے ہین رشک کے مارے پس دیوار رقیب ؛ شور کرتا ہے جو پازیب کا دانا شب وصل ؛ (ناسخ سے) نہ چین آئے گا مجکو قبر مین بھی ہول کے مارے ؛ سنا ہے خلق ہوگی حشر مین بار دگر پیدا ؛ (ارشد سے) جاری ہے جسم سے پسینہ ؛ جلتا ہے تپش کے مارے سینہ ؛ (شوق سے) ڈر سے تری کاکل کے نہین چلتے ہین رستے ؛ دم بند ہے اس سانپ کے مارے کئی دن سے ؛ (غضنفر سے) دن کو فرصت نہین تو آئیے پیارے شب کو ؛ ہم تو آسکتے نہین غیر کے مارے شب کو ؛

مارے ہے قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین اس کا استعمال اب متروک اور مارتا ہے مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ استادان سلف کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذوق ذاتی اس کے خلاف

ہے (سوداسے) تجھ نگاہ کرم کی حسرت ہے دل مارے ہے جوش ؎ راتدن دیکھوں ہوں مین جب شمع پروانے مین دھوم ؎

مانگے ہین عشرت لکھنوی و قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین اب یہ متروک ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ استادان سلف کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذوق مانگتے ہین کو بہتر خیال کرتا ہے (غالب سے) چھوڑ کر جانا تن مجروح عاشق حیف ہے ؎ دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگے ہین اعضا نمک ؎

ماثیان قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین اب اس کی جگہ (ماتین) ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ استادان سلف کے کلام مین اگرچہ اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذوق ذاتی اس کے استعمال کو نہین پسند کرتا (زند سے) گشتین ماثیان رنگ لین مین چلے باندھے ؎ پر بیتر ہوا ساتھ سلانا تیرا

ماثیو قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین اب اس کے عوض ماتیو مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ استادان سلف کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذاتی ذوق اس کے خلاف ہے (سوداسے) سودا کبھی نہ مانیو واعظ کی گفتگو ؎ آوازۂ دہل ہے خوش آیند دور کا ؎

مت قرار شاہ جہان پوری اور عشرت لکھنوی فرماتے ہین اب اس کا استعمال بمعنی نہ متروک ہے۔ جلال لکھنوی نے (سرمایۂ زبان اردو) مین فرمایا ہے فصحاے متاخرین نے اس لفظ کا بولنا ترک کر دیا ہے۔ محقق دہلوی (صاحب فرہنگ آصفیہ) نے کوئی اشارہ ترک یا غیر فصاحت کا نہین کیا مؤلف عرض کرتا ہے۔ ہمارا ذوق ذاتی اس کے خلاف ہے۔ اور بعض شعراے معاصر کا بھی یہی خیال ہے گو استادون کے کلام مین اس کا استعمال ہے (مومن سے) جاتے سے چارہ گر شب ہجران مین مت بلا ؎ وہ کیون شریک ہو مرے حال تباہ کا ؎ (میر سے) میری تغیر حال پر مت جا ؎ اتفاقات ہین زمانے کے ؎

مچا لچھو عشرت لکھنوی اور قرار شاہجہانپوری فرماتے ہین کہ اب یہ متروک ہے اور اس کے عوض مچانا اور مچالینا مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ استادان سلف کے کلام مین اس کا استعمال ہے۔ لیکن ہمارا ذاتی ذوق اس کے موافق نہین ہے (ناسخ سے)

شب فرقت مین مچا لچھو غل میری طرح نوای
مؤذن ہو شب وصل خدارا خاموش

محرم کمال لکھنوی فرماتے ہین اس کے معنے رازدان ہین عورتون کی انگیا کی کٹوری کے معنون مین ہندی سمجھنا چاہئے۔ اور بہ ترکیب فارسی استعمال نہ ہونا چاہئے۔ ضیا سے دہلوی نے صرف اس ارشاد پر قناعت کی ہے کہ یہ بہ ترکیب فارسی۔ فارسی مین مستعمل ہے (آتش سے) کسی کی محرم آب روان ہو یاد آئی حباب کے جو برابر کبھی حباب آیا مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ بمعنی وہ شخص جس کے ساتھ نکاح کرنا درست نہ ہو بے شک فارسیون نے اس کو ان معنون مین نہین استعمال کیا جن معنون مین اردو کا استعمال ہے۔ بلکہ فارسی مین رازدار کے معنون مین مستعمل ہے۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے بمعنی (انگیا کی کٹوری) اسکو اردو کہا ہے۔ اور ہمارے موضوع کے لحاظ سے جس کی صراحت (حیوۃ العزیز) کے گیارہوین باب مین ہوئی ہے یہ بے شک ہندی ہے اور ہندی کا استعمال بہ ترکیب فارسی بے شک ہو سکتا ہے جس کی کامل بحث ہم نے اسی مقام پر کی ہے اور مثالون کے ساتھ آتش کا استعمال بالا بھی اسی کی مثال ہے۔ اس مثال مین یہ تازہ لطف ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونون ہندی ہین۔ جناب امیر نے (آب روان) پر یہ نقل کلام آتش یہ فرمایا ہے کہ وجدان سلیم اسم ہونے کے سبب سے اضافت نہ ہونے کو ترجیح دیتا ہے۔ مگر استعمال اضافت کے ساتھ ہے مؤلف حقیر عرض کرتا ہے کہ اس مرکب اضافی مین اگر دو ہندی کی باہمی ترکیب بقاعدہ فارسی جائز قرار نہ دین تو

لازم آئے گا کہ ترکیب اضافی بھی اردو مین مثل فارسی کے جائز قرار دین جیسے کہ (ضیائے فصاحت بدل) اردو کی تخصیص ہے جس کا ذکر ہم نے حیوۃ العزیز کے گیارہوین باب مین کیا ہے جیسے (استادِ داغ) (شاہِ آصف) لیکن ہم اس کی ضرورت اس لئے نہین پاتے کہ ہماری راے مین الفاظ ہندی کی اضافت جائز ہی نہین اتفاق اور بعض استادان معاصر کو بھی ہم سے اتفاق ہے۔ اور استادان سلف نے بھی اپنے کلام مین ایسی اضافت کا استعمال کیا ہے۔ محقق دہلوی کا تسامح ہے کہ محرم کو اردو کہا اور کمال کی غلطی ہے کہ تہنیہ کو تسلیم کرنے کے بعد بھی اس کی ترکیب اضافی کو غلط سمجھا اور ضیا نے اخلاقی قوت سے کام نہین لیا جو واضح لفظون مین اس اضافت کے عام جواز کا اعتراف نہین فرمایا۔

مخمورت | دیکھو حیثیت جس پر اس کا بیان ہے

مخمور | کمال لکھنوی فرماتے ہین بمعنی مست وبیہوش غلط اور بمعنی صاحب خمار صحیح ہے

ضیائے دہلوی فرماتے ہین کہ جلال (ذبیگاہ کمال) (استاد ضیا) نے (تنقیح اللغات) مین لکھا ہے کہ اگرچہ لغات معتبرہ عربیہ مین کہین بمعنی مست وبیہوش نہین پایا جاتا۔ لیکن شعراے فارس نے ان معنون مین استعمال کیا ہے (سعدی سے) گنہگار وخود راے وشہوت پرست ٭ بغفلت شب وروز مخمور ومست ٭ (نظامی سے) اگر ہشیار و گر مخمور باشی ٭ چنان زی کز تعرض دور باشی ٭ ضیا نے چند اور استادان فارسی کے کلام سے بھی سند دی ہے (حافظ سے) از فریب نرگس مخمور و چشم مے پرست ٭ حافظ خلوت نشین را در شراب انداختی ٭ (صائب سے) ترک چشم مخمورش مست ناتوانی ہاست ٭ سر بسر بانگاہ او گرم مہربانی ہاست ٭ اور پھر آپ نے استعمال شعراے اردو کی سند پیش کی ہے (جلال سے) گلگشت مین سمجھ کے اسے آنکھ یار کی ٭ بوسے چمن مین نرگس مخمور کے لئے ٭ مؤلف عرض

کرتا ہے کہ عربی میں خَمر (بالفتح بمعنی شراب انگوری
یا مطلق شراب مسکر) اور شراب پلانے کے معنون
میں مصدر متعدی ہے (دیکھو منتہی الارب
و محیط المحیط) پھر مخمور کے عربی معنے (شراب
پلایا ہوا یعنی مست) ہوئے میں کیا تامل اور
ضرورت ہی کیا ہے کہ تفرّس کا بار فارسیون
کی گردن پر رکہا جاے پس کیون نہ کہا جاے
کہ صاحبزادے اور قبلہ گاہ اور شاگرد تینون
نے عربی میں اسکی حقیقت کی تلاش ہی نہیں
کی واضح ہو کہ محقق دہلوی یعنی صاحب فرہنگ
آصفیہ نے بھی مخمور بمعنی مست متوالا عربی
کہا ہے۔ اگر شعراے عرب نے اس لفظ کو
لغوی معنون میں استعمال نہ کیا ہو۔ اور
فارسیون اور اردو والون نے کیا ہو تو ہم
اسکو متفرس یا ہتند نہیں کہہ سکتے بلکہ عربی ہی کہیں گے

مرلینا عشرت لکہنوی فرماتے ہیں بمعنی مرجانا
غیر فصیح و قابل ترک ہے۔ اور مؤلف
عرض کرتا ہے کہ استادان سلف اور فصحاے
معاصر کے کلام میں اس کا استعمال ہے اور
ہمارا ذوق ذاتی اس کے استعمال کو پسند کرتا
ہے (امیر ؎) نہ توڑ شام سے اے دل شب
فراق میں دم ۔ ابھی تو رات ہی ساری پڑی ہے مرلینا ۔

مری طرح سے قرار شاہ جہان پوری
فرماتے ہیں کہ اب یہ غیر مستعمل ہے اس کی
جگہ صرف (مری طرح) مستعمل ہے مؤلف
عرض کرتا ہے کہ استادان سلف کے کلام
میں اس کا استعمال ہے۔ اور بعض استادان
معاصر بھی اس کے استعمال کو پسند فرماتے
ہیں ہمارا ذوق ذاتی بھی اس کے موافق
ہے (ذوق ؎) ہر ایک شعر میں مضمون
گریہ ہے میرے ۔ مری طرح سے کوئی
ذوق شعر تر تو کہے ۔

مستانہ کمال لکہنوی فرماتے ہیں کہ یہ
بمعنی مست غلط ہے۔ ضیاے دہلوی فرماتے
ہیں کہ اساتذہ ہند کے کلام میں مستانہ بمعنی
مست بھی مستعمل ہے (بحر لکہنوی ؎) واعظو
خیر برے ہی ہی مستانہ عشق ۔ تم کو کوثر ہو
مبارک ہمیں پیمانۂ عشق ۔ (ولہ ؎) موج

سرخاب محبت ہے پروبال ملک ﴿ حوض کوثر
پہ کھڑے رہتے ہین مستانۂ عشق ﴿ صاحب بہار
عجم نے کہا ہے چیزے کہ حرکات و سکنات آن
بطور مستان باشد چون لغزش مستانہ و جلوۂ مستا
و گریۂ مستانہ - فارسی مین اس کا استعمال اسی
حد تک ہے - صاحب فرہنگ آصفیہ نے بذکر
معنی بالا فرمایا ہے کہ اردو مین اس شخص کو
بھی مستانہ کہتے ہین جس مین لغزش و رفتار
مستانہ پائی جاے (ـــہ) ارے مستو سنبھل
بیٹھو ذرا ہشیار ہو جاؤ ﴿ اڑاتا خاک سر پر
جھومتا مستانہ آتا ہے ﴿ مؤلف عرض کرتا ہی
اگرچہ فارسی مین مستانہ بمعنی مثل مست [illegible]
حقیقی مستعمل ہے لیکن اردو والون نے اس کو
مثل دیوانہ بمعنی اسمی استعمال کیا ہے - گو فارسی
مین اس کا استعمال مثل اردو کے ہماری نظر
سے نہین گزرا لیکن بقاعدۂ فارسی غلط نہین
ہے اور ہم اس لفظ کو فارسی ہی کہین گے
اور کبھی ہندی نہ کہین گے - اگر ہم فارسی میں
بھی انھین معنون مین استعمال کرین تو بھی
غلط نہین ہو سکتا - ہمارا خیال یہ ہے کہ باوجود
سکوت اہل لغت - قدماء فرس کے کلام مین
اس کا استعمال ضرور ہو گا - ہماری قلت تلاش
کا قصور ہے جو ہم نے نہین پایا -

مضطر | اکمال لکھنوی فرماتے ہین کہ بمعنی
بے قرار غلط ہے - اور بمعنی عاجز صحیح - ضیاے
دہلوی فرماتے ہین کہ اگرچہ مضطر بمعنی عاجز و
بیچارہ ہے لیکن بے اختیار اور ضرر رسیدہ
کے معنے بھی لغت سے مستفاد ہین - اور
ضرر رسیدہ اور بے اختیار کا بیتاب و بے
قرار ہونا ضرور ہے - پس ان معنون مین
مجاز تصور کرنا چاہئے (حضوری قمی ـــہ)
بے قرار ہیاے عاشق بے تو در فرقت
سپہر ﴿ با قرارش آبروے برق مضطر
ریختہ ﴿ (امیدی ـــہ) مضطرب بسم جانش
ز بیم حسام تو ﴿ چون مرغ نو گرفتہ صیاد در
قفس ﴿ اور آپ ہی نے کلام ذوق سے
اردو استعمال کی بھی سند دی ہے (ـــہ)
ابر تر آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جاے ﴿

برق مضطر تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے ؏
مؤلف عرض کرتا ہے کہ بقول صاحب
منتہی الارب اس کے مصدر اضطرار کے معنے
بے چارہ و حاجت مند کردن کسے را و احتیاج
بچیزے و نیاز۔ اور بقول صاحب محیط المحیط
محتاج کرنا۔ محتاج ہونا۔ مجبور کرنا ہین۔ محقق
دہلوی یعنی صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس
کو بمعنی بے چین و بے تاب۔ بے قرار۔ بے
آرام۔ بے کل۔ مضطرب (اردو) کہا ہے۔
(شادان ؏) لاگ اس ظالم کو ہے ہر
عاشق مضطر کے ساتھ ؏ گردشیں گر
دون کی ہین ہمارے سر کے ساتھ (؏)
ہجر مین ماہی بے تاب دل مضطر ہے ؏ اب
ہم عرض کرتے ہین بے شک فارسی کلام مین
اس کا استعمال بمعنی بے قرار ہے۔ پس
اس کو ان معنون مین مضطرب کہنا چاہئے۔
اور ظاہر ہے کہ مضطرب بلحاظ معنی مجازی ہی
ہے محقق دہلوی کا تسامح ہے کہ آپ نے
ان معنون مین (اردو) کہا۔ [illegible]

ہے کہ استعمال فارسی کی سند بھی پیدا کر دی
محققین فارسی اس لغت سے ساکت ہین
ایسی حالت مین سند استعمال کا ہاتھ آنا آسان
نہ تھا۔ کمال نے غلطی کی جو اردو مین بمعنی
بیقرار غلط قرار دیا۔ استادان سلف کے
استعمال مین بمعنی بے قرار موجود ہوتے ہوے
ان کو ایسا نہ کہنا چاہئے تھا۔

مطالع عشرت لکھنوی فرماتے ہین۔
بمعنی مطالعہ غیر صحیح اور قابل ترک مؤلف
عرض کرتا ہے عربی مصدر صحیح تو مطالعہ ہے
لیکن جب استاد آتش نے اپنے کلام مین
بغیر ہائے آخر استعمال کیا ہے تو اس کو اردو
کہنے مین کیا تامل ہے [illegible]
اور [illegible] ہمارا ذوق البتہ اس کے
استعمال کو پسند نہین کرتا اپنا اپنا ذوق ہے۔
(؏) [illegible]
سر بسر اس مین [illegible]
مطالع میرے دیوان کا ؏
[illegible]

ہین رونا فعل لازم اور فعل لازم کے ساتھ
(سے) نہین لاتے ۔ پس یہ غیر فصیح ہے ۔ اور
اسی طرح (ہین نے ہنس دیا) ناجائز ۔
(مقدر رو دیا) کہنا چاہیئے ۔ اور یہی فصیح
ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ (رونا) بے
شک لازم ہے لیکن (دینا متعدی) ۔ قدما
اور معاصرین باریک بین نے (رو دینا)
کو بلحاظ (دینا) متعدی قرار دیا اور ہمارا
ذوق بھی اسی کو پسند کرتا ہے (داغ سے)
محبت نے کی جب مری دستگیری ؂ مقدر
نے رو رو دیا ہاتھ ملکر ؂ (دیکھو اس نے
ہنس دیا) استاد مومن نے (ہنس دینا)
کو اسی قیاس پر متعدی قرار دیا ہے ۔

مقنع | عشرت لکھنوی فرماتے ہین اسکو
بہ تشدید نون مقنّع باندہنا چاہیئے اور تخفیف
مقنع غیر صحیح ہے مؤلف عرض کرتا ہے
کہ یہ ایک حکیم کا نام اور زبان عرب کا لفظ
ہے ۔ فارسیون نے ماہ نخشب کو (ماہ
مقنّع) بہ تشدید نون کہا ہے اور اردو
مین ناسخ نے بہ تخفیف نون (ماہ مقنع
کا استعمال کیا ہے اور خود عربون نے ضر
شعر پر ہر مشدد کو تخفیف کے ساتھ او
اس کے بالعکس بھی استعمال کیا ہے ۔
جار اللہ زمخشری فرماتے ہین (سے
ضرورۃ الشعر عشر عد جملتہا ؂ وصل وقطع
وتخفیف وتشدید ؂ مد وقصر وتحریک
اسکان ؂ ومنع صرف وصرف ثم تعد
پھر ناسخ نے کیا برا کیا کہ اردو مین (ماہ
بدون تشدید باندہا اور سچ یہ ہے اردو
ہمارا ذوق بھی ناسخ کے موافق ہے لیکن
واضح ہو کہ ایسا تصرف جس سے ایک
لفظ مشدد ہوجاتا ہو استادون ہی کا کا
ہے جن کی سند پر ہم اس لفظ متصرفہ
استعمال کر سکتے ہین لیکن کبھی یہ نہین
سکتا کہ ہم کسی اور لفظ مین بھی اس قسم کا
کرین اور زمخشری کے شعر سے مدد لین
کہ ضیا کا قول ہے ۔ اور آپ نے متعد
الفاظ کی بحث مین تردید کمال مین کہا

(ســـ) غرور اوج در دوزہ عبث ہے تجھ کو اے اہل
ہے ہیں مثل ماہ گردون ہون تو مثل ماہ مقنع ہے ہے

مُقَیَّش کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ یہ لغت
بضم میم و قاف مشدد مفتوح و سکون تحتانی
جس طرح عرف مین بولا جاتا ہے ہندی ہے
اسکو بضم میم و فتح قاف و تحتانی مشدد مفتوح
پڑہکر عربی و فارسی تصور کرنا غلط ہے۔ ضیائی
دہلوی فرماتے ہین کہ بقول صاحب غیاث اللغات
مقیش بروزن مشوش بمعنی قاش قاش
شدہ معرب کردۂ فارسیان ہے پس اردو
مین کثرت استعمال کے سبب اسے ہندی ٹھہرا
لیجئے ورنہ صاحب غیاث کے قول کو نہ مانئے
مؤلف عرض کرتا ہے کہ لغات عرب مین تو
اس کا پتا نہین۔ صاحب بہار عجم فرماتے
ہین بروزن مشوش تار زر و نقرہ کہ آنرا پہن
کردہ درکشیدہ کہ نوعی از دوخت است بکار
برند و سازندۂ آنرا مقیش گر خوانند (طغرا
ســـ) طلا دوز پیراہن شوخ ل ہے مقیش
گر رخت زرتار گل ہے صاحب غیاث اللغات
نے فرمایا ہے صیغۂ اسم مفعول است از باب
تفعیل ماخوذ از قیش چون لفظ قیش در قاموس
و صراح و منتخب یافتہ نشد ظاہر اعربی نیست و
فارسی ہم نباشد غالباً معرب کیس باشد کہ لفظ
ہندیست بمعنی موے سر و تعریب از لفظ ہندی
بسیار آمدہ چنانکہ قرنفل معرب کرن پھل و
اطریفل معرب تری پھل پس مادۂ قیش را در
باب تفعیل بردہ اسم مفعول ازان مقیش بروزن
مشوش برآوردہ اند پس آنچہ مقیش بہ تشدید
قاف در ہند شہرت دارد درست نباشد (الخ)
محققین ترکی (یعنی صاحبان کنز اللغات و
لغات ترکی) اس سے ساکت ہین لیکن (دلیل
ساطع) نے جو محقق سنسکرت ہین بہ تشدید
قاف اس کو ترکی کہا ہے بمعنی تار طلا و نقرہ
و کلابتون۔ صاحب نفائس اللغات فرماتے
ہین کہ بضم اوّل و دوم مشدد و مفتوح تار زر
و نقرہ کہ پہن کردہ درکشیدہ کہ نوعی از دوخت
است فارسیان آنرا بروزن مشوش گویند
و سازندہ آنرا مقیش گر (موسوی خان ســـ)

چو گیرد از حیا بر رخ نگار شمع رخسارش ؎ کند
پیراہن فانوس رو پاک مقیش را ؎ محققین
اردو سے جلال لکھنوی نے (سرمایۂ زبان
اردو) میں اس کا ذکر کیا ہے اور بہ تشدید
قاف ناسخ کے کلام سے استناد فرمایا ہے
(۵) چاہئے مقیش اس مہ رو کی چوٹی
کے لئے ؎ چرخ گردان پر اب اسے خورشید
زریں تار کھینچ ؎ صاحب فرہنگ آصفیہ نے
اس کو بہ تشدید قاف (اردو) کہا ہے اور
سوز ناسخ۔ نظیر۔ میر حسن کی سند دیتے ہوئے
فرمایا ہے کہ اس لفظ کی اصل میں فرہنگ
نویسوں نے بڑی بڑی رائیں لگائی ہیں کسی
نے آنکھیں بند کر کے عربی لکھ دیا اور جو اسے
کا مادہ قرار دیا وہ بالکل عربی معانی کے مخالف
بعض ترکی لکھ گئے۔ جونسن جیسے محقق نے
بھی اسے عربی لکھ کر دھوکا کھایا ہے۔ اور
اس کی وجہ بڑی یہ ہے کہ بعض فارس کے
شعرائے اہل ہند کا تتبع کر کے اسے بہ تغییر
حرکات مقیش بہ تشدید یا ناد باید حقیقت میں

ہندی ہے اور اردو دانوں نے فصاحت کلام کے
خیال سے کاف کو قاف سے بدل لیا اور ایسا
فارسی زبان میں بھی پایا جاتا ہے جیسے
(کلاکند) کو (قلاقند) اور (کلابازی) کو
(قلابازی) بنالیا بہرحال اس کے
ہندی اور لفظ کیش سے مرکب ہونے میں
کچھ شبہ نہیں۔ محقق دہلوی کی ذاتی رائے
یہ ہے کہ ناکشک زبان سنسکرت میں دہاتی
چیز کو کہتے ہیں روپ ناکشک۔ سورن ناکشک
روپہلی۔ سنہری دہات کے مضمون میں ہے
پس روپ اور سورن حذف ہو کر ناکشک
رہ گیا پھر آخری کاف گر کر ناکش ہوا اور رفتہ
رفتہ نکش ہوا اور پھر نکیش اور نکیش سے
مقیش (الخ) مؤلف عرض کرتا ہے کہ لفظ
عربی کا سکوت اس لئے ہے کہ اون کا لفظ
ہی نہیں ہے۔ اور محاورہ حال میں بھی یہ
متروک ہے فارسیوں کے محققین اہل زبان
کا سکوت اس لئے ہے کہ اس کا وجود عجم میں
قدیم نہیں ہے لیکن معاصرین عجم کہتے ہیں

کہ آج کل عورتون کی پوشاک مین اسکا استعمال
ہے ظفر اور موسوی خان نے اس کا استعمال
غالباً زبان اردو ہی سے اخذ کرکے کیا ہے
اور اعراب مین تصرف حقیقت ماخذ کی بیخبری
سے ہے ہماری راے مین بھی یہ اردو ہی
کا لفظ ہے جس کو فارسیون نے مفرس کرلیا
ہے۔ اور کمال لکھنوی کی ہدایت کو ہم صحیح
مانتے ہین۔ اور محقق دہلوی کی راے کا
ماحصل بھی یہی ہے۔ [illegible] دہلوی نے
قول کمال لکھنوی کی مخالفت غالباً اس لئے
فرمائی اور تصحیح کی ضرورت خیال کی کہ آپ
نے صرف غیاث کا اعتبار کیا۔ اور مزید ورد
سری کو گوارا نہین فرمایا۔

منت کمال لکھنوی فرماتے ہین یہ لفظ
احسان و نکوئی کردن کے مضمون مین ہے
اس لفظ کو بمعنی خوشامد و عجز و انکسار عربی
فارسی خیال کرنا غلط ہے بلکہ ہندی جاننا
چاہئے [illegible] دہلوی فرماتے ہین کہ عربی
و فارسی مین نیکی کرکے احسان جتانے کے
معنے مین بھی آیا ہے۔ اور قاموس مین بمعنی
احسان کرنا۔ احسان جتانا۔ ضعیف کرنا۔
قطع کرنا۔ تھکانا۔ اور نقصان لکھا ہے۔
اور عجز و انکسار اور التجا و خوشامد کے مضمون
مین فارسیون کا استعمال ہے۔ (وصال
شیرازی ع) دران رضوان بمنت گشته مزدور
(ملا محمد باقر فائز ؎) ماه من لطف کن
از خانه برون آ سے دمے * کہ بجان آمدم از
منت دربانے چند * (روحانی ؎) من
بمنت در قفایش او ز من چابک روان *
میرود دامن کشان چندانکہ منت می کنم *
مؤلف عرض کرتا ہے منت بقول منتہی
الارب عربی مین بمعنی احسان و نیکوئی و
انچہ کرده شود از نیکوئی در حق کسے اور
بقول محیط المحیط بمعنی احسان جتانا اور
بقول شراح نعمت دادن و بیان کردن
نیکی خویش ہے۔ اور قاموس مین وہی
[illegible] نے فرمایا ہے
[illegible] فارسی [illegible] بہار عجم نے

ممنون شدن و ممنون کردن پر قناعت کی ہے
محقق دہلوی یعنی صاحب فرہنگ آصفیہ نے
عربی ممنون کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے
کہ فارسی میں بمعنی عاجزی۔ تضرع۔ خوشامد۔
چاپلوسی آیا ہے اور فرماتے ہیں کہ بعض
لوگوں کی یہ رائے ہے کہ فارسی تصانیف
میں یہ معنی نہیں پائے جاتے۔ مگر امیر
خسرو کا یہ شعر ہمیں یہ بات تسلیم کرنے نہیں
دیتا (ے) بیچارہ خسرو خستہ را چون رحمتی
فرمودہ است ؛ خلقی بہ بستہ یکطرف آن
شوخ تنہا یکطرف ؛ کمال کو غالباً فارسیوں
کا استعمال نہیں ملا اسی لئے آپ نے اس
کو ہندی کہا ہے۔ ضیا سے ہم کو اتفاق
ہے۔ فیصلہ یہ ہے کہ اسکو متروک کہنا چاہئے

مُندگئیں | بقول عشرت لکھنوی و
قرار شاہجہان پوری اب اس کا استعمال
بمعنی (بند ہو گئیں) متروک ہے مؤلف
عرض کرتا ہے کہ اگرچہ غالب کے کلام میں
یہ انھیں معنون میں ہے اور صاحب
فرہنگ آصفیہ نے اس کا ذکر بلا اشارۂ
ترک یا غیر فصاحت کیا ہے۔ لیکن ہمارا
ذوق ذاتی اس کے خلاف ہے اپنا اپنا
ذوق (غالب ے) مندگئیں کھولتے ہی
کھولتے آنکھیں ہے ہے ؛ خوب وقت
آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس ؛

مَنصَب | کمال لکھنوی فرماتے ہیں کہ
بفتح صاد جہلا غلط اور بالکسر صحیح ہے۔ ضیا
دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ فارسیوں کا تصرف
ہے (صائب ے) لکن ورد احسان کو بھی
گر منصبے داری ؛ کہ باشد او دستی لنگر
آرام منصب را ؛ (جلال اسیر ے) آغوش
و منصب بد و نیک تمنائے دل است ؛ گردون
در عدم این مشق کہ منصب خواہی ؛ ان دونو
غزلوں میں کوکب۔ مکتب کا قافیہ ہے
صاحب غیاث اللغات نے لکھا ہے کہ یہ
غلط عام ہے ؛ غلط عوام اور شعرائے
عامہ نے لب اور غضب کے ساتھ قافیہ کیا
ہے۔ محقق دہلوی یعنی صاحب فرہنگ

آصفیہ نے اس کو کسرِ صاد ہی سے قائم کیا ہے
اور غلط عام کا ذکر کیا ہے۔ مؤلف کی راے
یہ ہے کہ اگرچہ اردو مین بلحاظ تفریس استعمال
ہوسکتا ہے۔ لیکن ہمارا ذوق لفظ صحیح کے
استعمال کو پسند کرتا ہے۔

ہوا | عشرت لکھنوی فرماتے ہین یہ متروک
ہے اور مرگیا مستعمل **مؤلف** عرض کرتا ہے
کہ صاحب فرہنگ آصفیہ اور نیز جلال لکھنوی نے
(سرمایۂ زبان اردو) مین اس کا ذکر بلا اشارۂ
ترک و غیر فصاحت کیا ہے۔ استادان سلف
و حال دونون نے اس کو فصیح مانا ہے۔ اور
ہمارے ذوق کے موافق (مومن سے) ہم
کہا موے تو درد دل زار کم ہوا * بارے کچھ
اس درد سے تو آزار کم ہوا * (امیر سے) ہوا کہ
زندہ رہا نامہ بر نہین معلوم * کچھ آج تک نہین
اسکی خبر نہین معلوم * (مظہر جانجانان سے)
لوگ کہتے ہین ہوا مظہر بیکس افسوس * کیا
ہوا اسکو وہ اتنا بھی تو بیمار نہ تھا * (آتش
سے) نہ ہوا مین تو ہے قسمت کا تصور اسے
قاتل * ہاتھ کمزور نہ تلوار تری بھاری ہے *

موسم | کمال لکھنوی فرماتے ہین بفتح ثالث
بمعنی فصل غلط ہے۔ ان معنون مین بکسر سین
مہملہ کہنا چاہئے۔ رضیاے دہلوی فرماتے
ہین کہ فارسیون نے بفتح سین بھی استعمال
کیا ہے اور اردو کے استادون نے بھی
(عجب مازندرانی سے) نوروز خوش و بہار
خرم * آمد بہشت عدن باہم * یا ساقی
فاسقنی براح * بر موجب اقتضاے موسم *
(ذوق سے) بے یار روز عید محرم سے کم
نہین * جام شراب دیدۂ پرنم سے کم نہین *
زیبا ہے روے زرد پہ کیا اشک لالہ گون
* اپنی خزان بہار کے موسم سے کم نہین *
(میر تقی سے) بغیر دل کہ یہ قیمت ہے سارے
عالم کی * کسو سے کام نہین رکھتی جنس آدم
کی * قفس مین میر نہین جوش داغ سینے پر *
ہوس نکالی ہے ہم نے بھی گل کے موسم کی *
مؤلف عرض کرتا ہے کہ لغات فارسی نے
بفتح سین کے ساتھ اس کے استعمال فرما

کی صراحت نہیں کی صاحب غیاث اللغات نی صاف لکھا ہے کہ اس کا استعمال فتح سین سے غلط ہے۔ لیکن اس وجہ سے کہ کلام فارسی مین ایسا استعمال بھی ہے۔ مفرس کہا جا سکتا ہے۔ محقق دہلوی صاحب فرہنگ آصفیہ نے کسر سین ہی سے لکھا ہے۔ اردو کے بعض استادون نے تفرس کی پیروی کی ہے ہمارا ذوق یہ ہے کہ بقول کمال لفظ صحیح کا استعمال ہی مناسب ہے۔ کوئی ایسی مجبوری نہین ہے کہ ہم لفظ صحیح کو چھوڑ کر لفظ غلط کو اپنے کلام مین جگہ دین۔

موے قرار شاہجہانپوری فرماتے ہین کہ اب یہ بمعنی مرے متروک ہے **مولف** عرض کرتا کہ ہم نے اس کی کامل بحث (موا) پر کی ہے ہم کو قرار سے اتفاق نہین۔

(امیر ؎) موے تو خاک موے اور جئے تو خاک جئے ٭ ابھی تلک تو نشان مزار باقی ہے

جمع الفاظ کی ترکیب اضافی یہ ایک ایسی بحث عام ہے جس کی کافی صراحت ہم (چھوٹی العزیز) کے گیارہوین باب مین کر آئے ہین اور وہان ہمارا فیصلہ یہی ہے کہ کل جمع الفاظ جن کی تعریف ہم نے وہین کی ہے بہ ترکیب فارسی استعمال کئے جا سکتے ہین اور کمال لکھنوی نے (دستور الشعرا) مین جمع مدات کا استعمال بہ ترکیب فارسی ناجائز قرار دیا ہے اور ضیا دہلوی نے (تصحیح الدستور) مین کہین تو جائز کہا ہے اور کہین ناجائز۔ ہم کو یہ دورنگی پسند نہین۔

میان عشرت لکھنوی اور قرار شاہجہانپوری فرماتے ہین کہ اب یہ بمعنی صاحب متروک ہے۔ محقق دہلوی (صاحب فرہنگ آصفیہ) اور جلال لکھنوی نے (سرمایۂ زبان اردو) مین اس کا ذکر کیا ہے اور کوئی اشارہ اس کے ترک یا غیر فصاحت کا نہین کیا۔ استادان معاصر بھی اس کے استعمال کو پسند کرتے ہین اور انکے کلام مین مستعمل ہے

(آتش ؎) دہر مین آپ کے البتہ جو

جنت ہے ؎ گھر کا بھید جو پوچھو میاں نہیں معلوم ؎
مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہمارے ذوق
کے موافق ہے (امیر سے) مجھ کو گلیون
مین جو دیکھا چھیڑ کر کہنے لگے ؎ کیون میان
کیا ڈھونڈتے پھرتے ہو کیا جاتا رہا ؎

میت | کمال لکھنوی فرماتے ہین بمعنی
مردہ بفتح یاے مشدّدہ غلط۔ اور بکسر
مشدّدہ صحیح ہے۔ تربت اور رفعت کے
ساتھ قافیہ نہ کرنا چاہئے۔ ضیاے دہلوی
نے ذیل تصحیح فرمایا ہے بےشک بکسر
دوم صحیح ہے۔ مگر بعض فارسی لغات
مین لکھا ہے کہ بفتح دوم فارسیون کا
تصرف ہے **مؤلف** عرض کرتا ہے لغات
فارسی سے صاحبان بہار عجم۔ برہان
قاطع۔ برہان جامع۔ فرہنگ ناصری و
رشیدی و سروری و جہانگیری و سراج
اللغات نے اپنے موضوع کے لحاظ سے
اس کا ذکر ہی نہیں کیا۔ صاحبان غیاث
اللغات و آنندراج نے ذکر کیا ہے اور
فتح سے ہم کے اعراب دیا اس کے استعمال سے ساکت
ہین اور کلام فصحا مین ہم نے اس کا استعمال
بھی نہیں پایا۔ البتہ عربی ہی مین کبھی
اس کی تشدید کو حذف کر کے میت بفتح
میم و سکون یا کہتے ہین۔ لیکن یہ ہماری
بحث سے خارج ہے۔ اردو مین محققین کی
یعنی صاحب فرہنگ آصفیہ نے بھی اسکو
بکسر تحتانی مشدد لکھا ہے۔ اور ذوق
کی سند کو بھی صراحت اعراب کسرہ کے
ساتھ نقل کیا ہے (سے) موت ہی سے
کچھ علاج درد فرقت ہو تو ہو ؎ غسل میت
ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو ؎ آخر پر آپ
ہی فرماتے ہین کہ اردو والے بفتح یا
بولتے ہین اور یہی صحیح ہے۔ ہماری
راے مین ضیا کی تصحیح ٹھیک ہے
اور کمال کا قول بالکل ہیچ۔ اگر کسی
استادان اردو کے کلام مین
اس کا استعمال بفتح یاے مشدد نظر
آئیگا تو ہم اسکو جائز خیال کرینگے ۔

لیکن ہمارا ذوق ایسے استعمال کے خلاف ہے

مین استاد داغ نے اپنے دیوان (مہتاب داغ) کے خاتمہ مین فرمایا ہے کہ اس کا استعمال دیتی ہوئی یا کے ساتھ مجھ کو پسند نہین جیسے (ع) مین کیون دل لگاؤن مین کیون غم اٹھاؤن ۔ بلکہ اظہار یا کے ساتھ پسند ہے جیسے (ع) ساقیا مین اگر دعا مانگون ۔ لیکن تلامذہ کو اختیار ہے کہ چاہین ترک کرین یا نہ کرین مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہمارا ذوق ذاتی یہ ہے کہ دونون طرح استعمال ہم کو پسند ہے ۔

مین کہا تھا قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین کہ اس کا استعمال بجاے (مین نے کہا تھا) اگرچہ سودا نے کیا ہے لیکن اب متروک ہے (ش) ظالم نہ مین کہا تھا کہ اس خون سے درگزر ۔ سودا کا قتل ہے یہہ چھپایا نہ جائیگا ۔ اور آپ ہی نے فرمایا ہے کہ

مین کیا ہون بجاے مین نے کیا ہے بھی اب متروک ہے اور سودا نے اس کا بھی استعمال کیا ہے (ش) دل کو میرے نہ جدا دل سے کر اپنے ظالم ۔ مین کیا ہون یہ بہت خون جگر سے پیوند ۔ مؤلف عرض کرتا ہے کہ کلیات سودا مطبوعہ نولکشور واقع کانپور مین پہلے شعر کا مصرع اول یون ہے (ع) ظالم مین کہہ رہا کہ تو اس خون سے درگزر ۔ اور دوسرے شعر کا مصرع ثانی یہ ہے (ع) مین کیا ہے یہ بہت خون جگر سے پیوند ۔ الحاصل مؤلف کا ذوق ذاتی قرار شاہجہان پوری سے متفق ہے ۔

مین نے خواب کیا عشرت لکھنوی فرماتے ہین (خواب کرنا) خلاف محاورہ ہے (خواب آنا ۔ سونا) بولتے ہین لہذا قابل ترک اور احتیاط ہے (مین سویا ۔ مین سو گیا) یا (مجھ کو خواب آگیا) بولنا چاہئیے (مین نے خواب کیا) بالکل غیر فصیح اور آپ نے اس غیر فصیح استعمال کی مثال جناب امیر مینائی کے کلام سے دی ہے (ش) نماز پڑھ کے عشا کی جو مین نے خواب کیا ۔

تو پچھلی رات کو دیکھا کہ کوئی مثل سروش ہے
مؤلف حقیر عرض کرتا ہے کہ معلومات
کی کمی نے عشرت لکھنوی کو کلام امیر مینائی کی
نسبت اعتراض پر آمادہ کیا۔ فارسی زبان
مین سونے کے لیئے پانچ مصدر ہین (۱)
خواب زدن (۲) خوابیدن (۳) خفتن (۴)
خفتیدن (۵) خواب کردن۔ محققین مصادر
فرس اور خصوصاً محققین ہندنژاد نے جن
کو غالباً محاورۂ فارسی پر عبور نہ تھا ان پانچون
مصادر کو بمعنی سونا لکھا ہے۔ ہمارے
استاد سخن (سنجر طہرانی مرحوم) کو خدا مغفرت
فرمائے جنہون نے ہم کو ان مصادر کے
نازک فرق سے آگاہ فرمایا تھا۔

(۱) خواب زدن۔ اس کا اردو صحیح ترجمہ نیند
آنا ہے۔ نہ سونا لیکن محققین مصادر فارسی نے
اس کو بمعنی خفتن لکھا ہے اور ہم سمجھ سکتے
ہین کہ نیند آنا اور سونا مین کتنا بڑا فرق ہے
نیند آنا سونے کی رغبت پیدا ہونا ہے نہ سونا
عشرت لکھنوی نے (خواب آنا اور سونا)
کو ایک سمجھا ہے۔ یہ وہی غلطی ہے جو فارسی دان
ہندنژاد نے خود فارسی مین کی ہے (خواب
آنا) یا نیند آنا۔ خواب زدن کا ترجمہ ہے۔
نہ خفتن کا۔

(۲) خوابیدن بقول محققین مصادر بمعنی
بخواب شدن و خفتن اور بقول سنجر مغفور
ابھی ابھی سونا جس کا درجہ (خواب زدن
یعنی نیند آنا) کے بعد ہے فارسی مین البتہ اسکو
بخواب شدن کہ سکتے ہین۔ لیکن خفتن نہین
کہ سکتے۔ اس لیئے کہ دونون کا فرق
خفتن کی تعریف سے معلوم ہوگا۔ اور نیز
بقول سنجر طہرانی مغفور محاورۂ فارسی مین
اس کے معنے خواب دیکھنے کے بھی ہین۔
اس لیئے کہ لفظ خواب مین (نیند اور عالم
رؤیا) دونون شریک ہین۔ پس خوابیدن
اس سونے کو کہین گے جو گہری نیند کے
ساتھ نہ ہو اور اسی حالت مین خواب
ہوا کرتے ہین۔

(۳) خفتن بقول محققین مصادر فرس

بمعنی خوابیدن اور بقول سنجر مغفور گہری نیند
سے سونا جس مین خواب نہین ہوا کرتے۔
اور یہ خوابیدن کے خلاف ہے جس کا ذکر نمبر (۲) پر ہوا
(۴) خفتیدن بقول محققین مصادر فارسی
بمعنی خوابیدن اور بقول سنجر طہرانی مغفور بمعنی
خفتن اور ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ خوابیدن
اور خفتن مین بڑا فرق ہے۔
(۵) خواب کردن بقول محققین زبان
فارسی بمعنی خفتن اور بقول سنجر طہرانی
مغفور بمعنی خوابیدن (دیکھو خوابیدن)
بعض محققین مصادر فرس نے اس کو
بمعنی (خواب زدن و خواب کردن) بھی کہا
ہے لیکن ان دونون مصدرون کی ضرورت ہم کو
اس موقع پر نہین ہے۔ ہم ان پانچون
مصادر فارسی کے نازک فرق کو اپنی تالیف
(آصف اللغات) کے ذریعہ سے فارسیون
اور فارسی دانون کو سمجھائینگے انشاء اللہ
المستعان۔ اب اس قدر تحقیق کے بعد
ہم عرض کرتے ہین کہ (خواب کردن)
کے صحیح اور نازک مضمون کا ترجمہ اردو مین
یا تو ابھی ابھی سونا ہے یا (آنکھ لگنا) یا
(خواب کرنا) دکن مین تو ابھی ابھی سونے
کو (آنکھ لگنا) کہتے ہین۔ لیکن یہ زبان
نہین ہے اور (ابھی ابھی سونا) کا مقصد
جناب امیر کے ترجمہ (خواب کرنا) سے البتہ
حاصل ہو سکتا ہے اور اسی حالت مین خواب
ہوا کرتے ہین پس جناب ممدوح نے زبان
پر احسان کیا کہ فارسی کے لفظی ترجمہ سے
اس نزاکت معنے کے ساتھ اردو مین ایک
مصدر قائم کر دیا جس کی ضرورت زبان
کو بھی اور اسی کا نام اجتہاد ہے۔ جن افراد
کو اجتہاد پسند نہین ہے وہ دشمن زبان
ہین اور فارسی محاورے کی نزاکت سے
واقف ہو کر اوس کا صحیح ترجمہ اپنی زبان
مین کرنا مقلدین کا کام نہین ہے بلکہ
مجتہدین زبان ہی سے یہ نازک کام
ہو سکتا ہے اب مصلحین زبان کی یہہ
شان رہ گئی ہے کہ وہ ان نزاکتون کو سمجھتے

ہی نہین جو کچھ انکو آتا ہے وہ غیر فصاحت کا
اعتراض ہے۔ اسی قسم کی ایک بحث (بو کرنا)
پر بھی گزری ہے۔ ہم کو جناب امیر مینائی کے
اس بہترین استعمال کے ساتھ اتفاق ہے
اور عشرت لکھنوی کے ارشاد کا افسوس۔

نون

ناپیدا عشرت لکھنوی اور قرار شاہ
جہان پوری بالاتفاق فرماتے ہین کہ یہ
غیر فصیح ہے۔ اور اس کے عوض (ناپید)
مستعمل ہے محقق دہلوی (صاحب فرہنگ
آصفیہ) نے ناپیدا اور ناپید دونون کا ذکر
کیا ہے۔ ان دونون کے ملحقات مین نا
پیدا کرنا۔ ناپیدا ہونا بھی اور کوئی اشارہ
اس کے ترک یا غیر فصاحت کا نہین فرمایا استادان
سلف اور حال کے کلام مین بھی اس کا استعمال
ہے (داغ سے) آفرینش سے مری کچھ اور
تو مطلب نہ تھا ÷ مدعا یہ تھا کہ پیدا کر کے
ناپیدا کرون ÷ (ناسخ سے) بوسہ مانگا جو
دہن کا تو وہ کیا کہنے لگے ÷ تو بھی مانند
دہن اب کہین ناپیدا ہو ÷ اور استادان
معاصر بھی اس کے استعمال کو پسند کرتے
ہین اور مؤلف کا ذوق ذاتی بھی اس
کے موافق ہے۔

ناخن جگر کھودنے لگا عشرت لکھنوی
فرماتے ہین (ناخن کا جگر کھودنا) اب محاورے
مین داخل نہین ہے (ناخن جگر چھیلنے لگا)
بولا جاتا ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ بعض
استادان معاصر اس کے استعمال کو غیر فصیح
نہین کہتے اور غالب کے کلام مین اس
کا استعمال ہے اور ہمارا ذوق ذاتی بھی
اس کے خلاف نہین ہے (سے) پھر جگر
کھودنے لگا ناخن ÷ آمد فصل لالہ کاری ہے ÷

ناگون عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ
یہ غیر فصیح ہے اور اس کی جگہ نگون کا استعمال
فصیح ہے۔ اور آپ نے اس غیر فصیح
کی مثال مین جناب امیر مینائی کے ایک
شعر کی نقل کی ہے جو (صنم خانہ عشق)
سے ماخوذ ہے (دھوندا سے) جو آتا ہی

وہان سے چیتھڑاتن پر نہین لاتا ؎ عدم بھی
یا آلہی کیا کوئی ناگون کی بستی ہے ؎ مؤلف
عرض کرتا ہے کہ ہم پہلے اُس تصحیف کو عرض
کرتے ہین جو نقل شعر مین ہوئی ہے۔ دیوان
مطبوعہ امیر المطابع حیدرآباد ہماری سامنے
ہے جس مین مصرع دوم حسب ذیل ہے (ع)
عدم مین بھی آلہی کیا کوئی ناگون کی بستی ہے
اس اختلاف لفظی کو ہم نے صرف صحت
شعر کے لئے عرض کر دیا اور اب (ناگون)
کی حقیقت ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔ زبان
سنسکرت مین (نانگا) اوس شخص کو کہتی
ہین جو سر تا پا برہنہ ہو۔ اور اسی کو حضرت
عشرت فصاحت کے ساتھ (ننگا) فرماتے
ہین اہل سنسکرت نے اُس قوم کو بھی
نانگا کہا ہے جو برہنہ زندگی بسر کرتی ہے
اور دکن کے ضلاع مرہٹواری مین تو ان
دہیڑون اور چمارون کو بھی (نانگا) کے
نام سے پکارتے ہین۔ جن کے تن پر غربت
کی وجہ سے سوا لنگوٹ کے اور کوئی کپڑا
نہین ہوتا اس لفظ کو اس قوم برہنہ کے
معنون مین بعض لغات سنسکرت نے
(نانگا) بہ نون سوم لکھا ہے اور بعض
لغات مین (ناگا) بحذف نون سوم اس
کا مخفف مذکور ہے۔ محقق سنسکرت (صاحب
دلیل ساطع) کے سوا محقق دہلوی (صاحب
فرہنگ آصفیہ) نے بھی (ناگا) کا ذکر
کیا ہے اور اس کو ہندی کہا ہے۔ اور
یہ نہین صراحت کی کہ ناگا سے سنسکرت
کا مخفف ہے۔ اور معنون مین فرمایا ہی
کہ وہ فقیر جو ننگے رہتے ہین اور ایک وحشی
جنگجو قوم جو آسام کے جنوبی پہاڑون مین
رہتی ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ کے بیان
فرمانے مین بلحاظ لفظ (ناگا) آپ کا خیال
مبارک ناگ یعنی سانپ کی جانب رجوع
ہوا ہے اور لغت اصل اور خود آپ کے
بیان کئے ہوے معنی اوّل کے لحاظ سے
برہنگی کی جانب نہین گیا اور غالبًا آپ
ماخذ صحیح کے معلوم کرنے مین اس لئے

سند ورپہ ہے کہ آپ کو لغت اصل کی اطلاع نہ تھی
اور لغت محققہ کے پہلے معنون کے لحاظ سے
غور نہیں ہوا۔ الحاصل اس قوم کا وجود مسلّم
ہے۔ اور اس قوم کی برہنگی مسلّم اور اس
قوم کا نام سنسکرت میں (ناگا) مسلّم اور
سنسکرت میں برہنگے شخص کو ناگا کہنا بھی
مسلّم جناب امیر مینائی اس لغت کی حقیقت
سے کامل واقف تھے جبھی تو آپ نے (ناگلو)
کا استعمال کیا۔ اور حضرت عشرت لکھنوی
نے جو مجلس اصلاح زبان کے معتمد ہیں
یہ خیال فرمایا کہ امیر مینائی نے (ننگوں)
کو دیہاتی زبان میں (ناگوں) کہا ہے
علیہ آپ نے مہربانی سے ہدایت فرمائی
کہ اس کی جگہ (ننگوں) کا استعمال فصیح
ہے اور کلام امیر کی نقل اسلئے کی کہ مستند
سخنور ایسی غلطی نہ کریں جیسی کہ امیر مینائی
نے کی ہے۔ ہم نے حقیقت حال پر اس
لیے روشنی ڈالی ہے کہ سخنوران معاصر
اس سے آگاہ ہو جائیں کہ امیر مینائی کی تحقیق
اور ہمہ دانی کا کیا رتبہ تھا اور مصلحین زبان
اور ناصحان ترک الفاظ کا کیا درجہ ہے۔

نت قرار شاد جہان پوری فرماتے ہیں
اب یہ مستعمل نہیں ہے اور اس کی جگہ ہر وقت
مستعمل محقق دہلوی نے (فرہنگ آصفیہ)
میں نت کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے مرکبات
بھی لکھے ہیں۔ اور جلال لکھنوی نے (سرمایہ
زبان اردو) میں (نت نیا اور نت نئی) پر
قناعت کی ہے مؤلف عرض کرتا ہے
استادان سلف نے اس کا استعمال کیا ہے
اور بعض استادان معاصر کو بھی یہ لفظ پسند
ہے۔ اور ہمارا ذوق ذاتی بھی اس کے
استعمال کو پسند کرتا ہے (جرأت سے) نہیں
اور فرہاد کو اس نے وکہاتے دشت وکوہ ؛
عشق ہم کو نت نیا اک کام فرماتا رہا ؛ (بحر
سے) مبتلا نت نئی آفت میں رہا کرتے
ہیں ؛ روز اک تدرسے رہتی ہے مناجات
نئی ؛ (از فرہنگ آصفیہ سے) سینہ پر
رہتی ہے نت تصویر یار ؛ دل نے جب چاہا

اُٹھائی دیکھ لی ⁂ (انشا ؔ) نیت ہنسی اور
خوشی بھی رہے انشاء اللہ ⁂ میرے والی
وہ کسی چیز سے لاچار نہ ہو ⁂

نزدیک و وصل | عشرت لکھنوی فرماتے
ہین کہ اب یہ غیر فصیح ہے (ہنگام وصل)
کہنا چاہیے **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ استادان
معاصر اس کے استعمال کو غیر فصیح نہین سمجھتے
اور جناب امیر مینائی کے کلام مین بھی اس
کا استعمال ہے۔ ہمارا ذوق ذاتی بھی اس
کو پسند کرتا ہے (امیر ؔ) نزدیک وصل
دلربا دلکو تسلی ہے بجا ⁂ لنگر سفینے کو ہوا
پہنچا اگر ساحل کے پاس ⁂

نشا | بقول جلال لکھنوی کیفیت شراب
کے معنون مین بفتحتین بروزن صبا غلط
ہے اور نشۂ بفتح اوّل و سکون ثانی و ہمزۂ
مفتوح و تائے موقوفہ صحیح ہے۔ ضیائے
دہلوی فرماتے ہین کہ عربی مین یہ لفظ نشوۃ
ہے غالباً فارسیون نے نشہ معرّس کرلیا
ہے غیاث مین بروزن پشہ لکھا ہے

دوسری کتابون سے پتا نہین چلتا۔ او
چونکہ بروزن پشہ و بروزن تشقہ دونو
طرح فعلن کے وزن پر ہے لہذا اشعا
سے بھی ثابت نہین ہوسکتا کہ حرف دو
مشدد ہے یا ساکن (آپ کی تصحیح کا ماحصل
یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کمال سے اختلا
ہے لیکن آپ اس کا تصفیہ آخر نہ کرسکے
آپ فرماتے ہین کہ (نشا) بروزن صبا
مہتذ ہے **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ نشہ
بہ تشدید شین فارسی زبان کا لغت ہے
صاحب غیاث اللغات کا قول ہے کہ بر
نون و شین معجمہ مشدد و بروزن پشہ بیہوشی
و کندی حواس کہ از خوردن شراب و بنگ
وغیرہ پیدا شود و کسانے کہ برائے این
معنی (نشاء) بالف و ہمزہ می نویسند غلط آ
صاحب بہار عجم کہتے ہین (نشاء الف سو
اور ہمزہ کے ساتھ) مستی و کیفیت کہ
از خوردن شراب و دیگر مسکرات بہم رسد
(بیدل ؔ) آخر زگریہ نشا ء شوخم بلند شد

اشک آنقدر چکید کہ جام شراب دا د۔ و صاحب
نفائس اللغات نے فرمایا ہے کہ نشا بفتح
اوّل و دوم بالف رسیدہ لغت فارسی است
در اردو بے ہندی مستعمل بمعنی کیفیتے کہ از
خوردن مسکرات حاصل شود۔ محقق دہلوی
یعنی صاحب فرہنگ آصفیہ نے نشا پر لکھا ہے
یہ لفظ اردو ہے اور صحیح عربی مین نشہ بہ
تشدید شین معجمہ ہے اور فرماتے ہین۔
کہ صاحب نفائس نے اس کو فارسی قرار
دیا ہے۔ اور صاحب بہار عجم اس کو
اخیر مین ہمزہ کے ساتھ لکھ کر عربی ہونے کا
شبہ ڈالتے ہین۔ صاحب آب حیات نشاءہ
لکھتے ہین جس سے ثابت ہے کہ نشا اس
کا مخفف ہے اور یہ در اصل فارسی ہے صاحب
غیاث اللغات اس کا املا نشہ بروزن تشبیہ
لکھکر عربی و فارسی ہونے کا احتمال پیدا
کرتے ہین۔ ان کے نزدیک الف یا ہمزہ
سے لکھنا غلط محض ہے اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ تشدید حذف ہو کر نشہ ہو گیا۔

صاحب تنقیح اللغات بھی انھین کے ہمزبان
ہین مگر انھون نے مشدد ہونا ثابت نہین کیا
پس ان اختلافات کی وجہ سے ہم نے بھی
اس کو اردو قرار دیکر اساتذہ کے کلام کے
موافق نشہ فارسی ہی مانا (انتہی کلامہ)
اور آپ نے اس کے مقام پر نشہ قائم
کر کے فارسی فرمایا ہے۔ اور نشا کا حوالہ
دیا ہے اور تمام مرکبات نشہ کا بھی ذکر کیا
ہے۔ اب مؤلف حقیر عرض کرتا ہے کہ
عربی زبان مین بقول محیط المحیط و منتہی الارب
(نشوۃ) بمعنی مستی ہے۔ فارسیون نے
واو کو حذف کیا اور تاے مدورہ کو بقاعدۂ
فارسی بشکل ہا لکھا اور نشہ پر اس قدر
اور تصرف کیا کہ اس کی شین کو بحالت
اضافت مشدد بھی کر لیا جس کا استعمال
کلام فرس مین کثرت سے موجود ہے جسکی
کتابت مین اہل مطابع ہند نے یہ تصرف
کیا کہ جہان کہین یہ لفظ پایا گیا اس کو الف
آخر کے ساتھ نشا لکھا اسی تصرف کی بنا

دلیل یہ ہے کہ جن اشعار مین یہ لفظ بترکیب
اضافی مستعمل ہے اس کی کتابت مین ایک
ہمزہ بھی بڑھاکر شعر کو موزون کرلیا ہے جس
کی مثال وہی شعر مرزا بیدل ہے جو اوپر
گزرا۔ قاعدہ فارسی کے موافق اُن الفاظ
مین جن کے آخر مین الف ہے بحالت اضافت
الف کے بعد یا کا لانا لازم ہے جیسے (قبای
ریشمی) پس اگر نشا بالف آخر مفرس ہوتا
تو اس کا استعمال بحالت ترکیب یا کے
ساتھ ہوتا اور مرزا بیدل بھی (نشای
شوق) استعمال کرتے در حالیکہ آپ نے
ایسا نہین کیا بلکہ (نشۂ شوق) کا استعمال
کیا اور کاتبین نے اس کو تصحیف کے
ساتھ (نشاء شوق) خلاف قاعدہ فارسی
لکھا اسی کتابت غلط نے صاحب بہار عجم
کو دھوکا دیا۔ لیکن انکی احتیاط نے حلیۂ لفظ
کو بیان کرنے کی اجازت نہین دی اور
صاحب نفائس اللغات نے بہار عجم سے
دھوکا کھایا۔ اگرچہ صاحب غیاث نے تفصیلی
بحث نہین کی ہے لیکن معلوم ایسا ہوتا
ہے کہ وہ حقیقت سے واقف تھے۔ کمال لکھنوی
کا اس قدر احسان ہے کہ انھون نے
اس لفظ سے بحث کی اور ہم کو اس کی
حقیقت پر روشنی ڈالنے کا موقع ملا۔
فارسی لغات یعنی برہان قاطع ذیل ساطع
فرہنگ جہانگیری و رشیدی و انجمن آرای
ناصری و لغات سروری و سراج اللغات
و لغات فدائی کا سکوت اس لئے ہے کہ
یہ لفظ فارسی نہین ہے اور مفرسات
سے وہ ہمیشہ کنے کاٹتے ہین۔ جس قدر
اشعار نشا کی سند مین صاحب بہار عجم
نے لکھے ہین ان سب مین نشہ کی کتابت
الف آخر کے ساتھ ہوئی ہے۔ اور اگر ان
مین مرزا بیدل کا شعر نہ ہوتا جس مین یہ
لفظ بترکیب اضافی ہے تو ہم کو اس بحث
کے فیصلہ مین بڑی دشواری ہوتی جب
قدر اور اشعار فارسی ملے جن مین نشہ
کا استعمال بترکیب اضافی تھا سب مین

ہم نے نشّے کو بہ تشدید شین پایا اور کاتبوں کی ہی
تحریف پائی جس کا ذکر اوپر گزرا۔ صاحب فرہنگ
آصفیہ نے نشا کو اردو کہتے ہیں۔ تسامح فرمایا
ہے یہ تو خاصا ہندی ہے اور بہ ہا راستہ یہ
ہے کہ بحالت ترکیب (نشّۂ شراب) باندھیں جیسا
کہ ذوق نے اردو میں عمل کیا ہے (د سے)
جتنے نشے ہیں یاں گردش نشّۂ شراب ۔ ہیں
جاتے بدمزہ ہیں جو بڑھ جاتے حد سے ہیں ۔ پس
واضح ہو کہ استادان سلف اردو نے
نشّے کا استعمال بھی اپنے کلام میں کیا ہے
(آتش سے) دکھا کر آنکھ بیہوشوں کو وہ
بیہوش کرتے ہیں ۔ ترشروئی سے انکی
نشے مستوں کے اترتے ہیں (بحر سے)
ہو شمشیر وقت آیا جو اپنے نشے پانی کا ۔
چڑھا یا زخم سے ساغر شراب ارغوانی کا ۔
(ناسخ سے) چڑھتے ہی لب میگوں کے جو
لپٹا تجھ سے ۔ رکھیو معذور مجھے نشّہ چڑھا
بوسے کا ۔ (اسیر سے) خیال نرگس میگوں
ہر وقت خواب رہا ۔ تمام رات مجھے نشّہ
شراب رہا ۔ (امانت سے) مرگ چھالے کی
طرح خشک بدن ہوتا ہے ۔ نشّۂ آنکھوں
سے جوانوں کے ہرن ہوتا ہے ۔ (اسیر
سے) وہ دیوانہ ہوں ڈرتے میرے آگے
آنہیں سکتے ۔ ہرن ہے نشّۂ جرأت ہر اک
یوز شکاری کا ۔ جن استادان اردو نے
اس کا استعمال بدون تشدید کیا ہے اس
کے آخر میں ہمزہ نہیں ہے جیسے (معروف
سے) نرا پیدا بیداریوں کے گرچہ تم ہو مست
خواب ۔ اس کو دیکھو تو ہرن ہو جائے حضرت
کا نشا ۔ (میر سے) کہلائے نشے میں جو گڑی
کا پیچ اسکی میر ۔ مسند ناز کو اک اور
تازیانہ ہوا ۔ ذوق کے شعر متذکرہ بالا
کے مصرع اول میں نشّے کا استعمال ہے
جو نشا کی جمع ہے ۔ اگر اردو میں نشّہ بفتح
نون وسکون شین وفتح ہمزہ یا ہا سے
ساکن ہوتا تو اس کی جمع نشئے ہوتی نہ
نشے ۔ معروف کی سند میں بھی نشا بدون
ہمزہ کا استعمال ہے ۔ اگر ہم مفترض کو حضرت

نشہ بدون تشدید شین مانین تو ہوسکتا
ہے۔لیکن فارسیون نے اس کے مرکب
اضافی کا جو استعمال کیا ہے جیسے (بیدل کا
کلام) اور استادان اردو نے اسی فارسی
ترکیب کے ساتھ جو استعمال (نشّہ شراب)
کا کیا ہے (جیسے ذوق کا کلام) اس سے
تشدید شین ثابت ہے۔البتہ یہ کہہ سکتے
ہین کہ فارسیون نے اس کا مفرد استعمال
بدون تشدید (نشہ بنون مفتوح و شین
مفتوح و ہاے ساکن) بھی کیا ہے جیسے
(شیخ العارفین سے از بہار عجم) نشہ و طینت
چشم فسونساز تست ریخت ٭ ساقی می کدہ
با نرگس جادوے تو بود ٭ کاتب بہار عجم
نے اس شعر مین بھی نشہ کو الف سوم با
ہمزہ سے لکھ مارا ہے جس کی تردید ہم
نے اوپر کی ہے۔اب اس قدر تحقیق و
تشریح کے بعد ہمارا فیصلہ یہی ہے کہ
ان معنون کے لئے لغت عربی (نشوۃ)
ہے۔اور اس کا مفرّس (نشہ بدون تشدید
شین) اور استعمال فرس بہ تشدید شین
بھی ہے۔اور اس مفرّس کا استعمال بہ
تشدید و تخفیف دونون طرح اردو مین
بھی ہوا ہے۔اور اردو نے ضرورت پر
اس کے ہاے ہوز آخر کو الف سے بھی بدلا
ہے۔اور اس تصرف کی وجہ سے (نشا)
ہندی ہے۔کمال لکھنوی نے (نشئہ بالفتح
و ہمزہ مفتوح) کو جو صحیح مانا ہے غلط ہے صاحب
غیاث کا نشّہ مشدد و صحیح ہے (جس
کے پیرو ضیا ے دہلوی ہین) لیکن اسی
کے ساتھ بہ تخفیف و بدون ہمزہ بھی صحیح
ہے اور یہ دونون مفرّس ہین اور صاحب
فرہنگ آصفیہ کا (نشا) بدون ہمزہ و نشہ
بالف سوم صحیح ہے۔اور یہ بتولد اردو
نہین ہے۔بلکہ ہند از فارسی تبدیل ہا
ہوز بالف ہے۔پس ہم فارسی مین اس
کا استعمال مرکب (نشئہ مے) بہ تشدید و
تخفیف دونون طرح کرسکتے ہین۔اور
بقاعدہ فارسی اردو مین بھی اور اردو

ہین استعمال منفرد (۱) نشہ (۲) نشّہ (۳) نشا۔ ہو سکتا ہے ۱ و ۲ باتباع فارسی اور (۳) بلحاظ تہنید۔ اور اس مشدد کو اگر ہم چاہین تو بحالت ترکیب بقاعدہ فارسی (نشا سے ے) بھی باندھ سکتے ہین اور یہ ہمارا خیال آخری بنی ہے ہماری اُس اے پر جس کی صراحت ہم نے (حیوۃ العزیز) کے گیارہوین باب مین کی ہے۔ صاحب نفائس کا تسامح ہے کہ آپ نے (نشا بالف آخر) کو فارسی خیال کیا۔ اور صاحب فرہنگ آصفیہ کی چوک ہے کہ آپ نے (نشہ بہ تشدید شین) کو عربی سمجھا۔

نقاہت کمال لکھنوی فرماتے ہین یہ لفظ بمعنی ناتوانی نہ لغات عربیہ مین پایا جاتا ہے۔ اور نہ شعراے پارس کے کلام مین۔ ضیاے دہلوی کہتے ہین قاموس اور محیط مین اس کے مادے نقہ کا ذکر ہے۔ فارسیون نے اس کا استعمال انھین معنون مین کیا ہے (قاآنی سے)

چون مہ چاردہ رخشان ز صباحت فربہ ٭ لیک تن شان ز نقاہت چو مہ نو لاغر ٭ (حالتی سے) او بیالینم نشستہ چون توام دید فش ٭ از نقاہت چشم بکشادن نمی آید مرا ٭ اردو مین برق لکھنوی کے کلام مین اس کا استعمال ہے (سے) ایسا جو نقاہت سے گھٹیگا بدن اس کا پھر خود پاؤن مین مجنون کے سلاسل نہ رہینگی ٭ **مؤلف** عرض کرتا ہے صاحب منتخب اللغات محقق زبان عرب نے البتہ اس کا ذکر کیا ہے۔ اور استادان فارسی کا استعمال بھی ہے محقق دہلوی (صاحب فرہنگ آصفیہ) نے اس کو عربی کہا ہے اور اردو مین اس کا استعمال بمعنی ضعف اور ناتوانی بیان کیا ہے۔ ہم کو کمال سے اختلاف اور ضیا سے اتفاق ہے اور ہمارا ذوق اسکے استعمال کو پسند کرتا ہے۔

نقشہ کمال لکھنوی فرماتے ہین بمعنی صورت مع الہا ہندی ہے کلام عرب و

نہ رس مین ان معنون مین نہین ہے پس
اس کو بہ ترکیب فارسی استعمال نہ کرنا چاہیے
اور اس کے آخر مین بجاے ہاے ہوز
الف لکھنا چاہیے۔ ضیاے دہلوی فرماتے
ہین کہ یہ ہندی ہے۔ اگر اردو مین مع الہا
لکھین تو صرف معنوی تصرف سے ہندی
سمجھا جائیگا۔ اور اگر دریا و صحرا کے قافیون
مین آئیگا تو الف سے لکھا جائیگا اور
لفظاً و معنیً دونون طرح ہندی ٹھہریگا
مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہم نے (حصۂ اوّل)
کے گیارہوین باب مین اس کا ذکر تفصیلاً
کیا ہے۔ اور ہماری راے مین یہہ
ہندی نہین ہے بلکہ فارسی زبان کا لفظ
ہے۔ ہم کو کمال اور ضیا دونون سے
اختلاف ہے۔ اور اس کا استعمال
بہ ترکیب فارسی اردو مین ہو سکتا ہے
اور اگر ہندی ہوتا تو بھی ہمارے اصول
کے لحاظ سے بہ ترکیب فارسی مستعمل ہو سکتا
نگر۔ عشرت لکھنوی فرماتے ہین بمعنی
شہر متروک۔ صاحب فرہنگ آصفیہ فرماتے
ہین (ہندی) (گنوارون کا استعمال)
بمعنی شہر۔ قصبہ۔ بستی مؤلف عرض
کرتا ہے کہ نگر کو شہر۔ قصبہ۔ اور بستی
کے معنون مین بلا امتیاز استعمال کرنا
بے شک گنوارون کا کام ہے مطلق
آبادی کے معنون مین ہمارے ذوق
کے موافق ہے۔ اور شہر خاص ہے اس
آبادی کے لئے جو قصبہ سے زیادہ آباد
ہو۔ نگر کو ترک کرکے اس کی جگہ شہر کا
استعمال ہمارے ذوق کے خلاف ہے
استادون نے اس کا استعمال کیا ہے
(رندؔ) ہے جو منظور اُدھر ہو اب
ادھر کی دُنیا ۔ اُجڑی جاتی ہے یہ بستی
وہ نگر بستا ہے ۔ (ناسخؔ) دل بظاہر
ہے حال ہر دل کا ۔ اس نگر مین کدھر
کی ڈاک نہین ۔
نگھرا۔ عشرت لکھنوی فرماتے ہین یہہ
عورتون کا محاورہ ہے۔ مرد (بے گھر)

بولتے ہین مؤلف عرض کرتا ہے اگرچہ صاحب
فرہنگ آصفیہ نے اس کو ترک کیا ہے۔ اور
جلال لکھنوی نے (سرمایۂ زبان اردو) مین
بھی اس کا ذکر نہین کیا لیکن جناب امیر مینائی
کے کلام مین اس کا استعمال موجود ہے۔ لہذا
ہم اس محاورہ کو عورتون سے مخصوص نہین
سمجھتے اور ہمارا ذوق ذاتی اس کے ترک کی
اجازت نہین دیتا (امیر سے) دیکھون اب
خانہ خرابی مجھے لیجائے کہان ۞ گھر اکر کے
تو ہین آپ سدہارے گھر کو ۞

نمط عشرت لکھنوی فرماتے ہین اب اس
کا استعمال غیر فصیح۔ طرح بولنا چاہئے مؤلف
عرض کرتا ہے کہ اگرچہ محقق دہلوی (صاحب
فرہنگ آصفیہ) نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور
غیر فصاحت یا ترک کا کوئی اشارہ نہین فرمایا
ہے اور ذوق کے کلام مین اس کا استعمال
بھی ہے لیکن ہمارا ذاتی ذوق اس کے
استعمال کو نہین پسند کرتا (ذوق سے) ہے
قطع رہ عشق مین اسے ذوق ادب شرط ۞
یان شمع نمط سر ہی کے بل جاے تو اچھا ۞

نھورانا عشرت لکھنوی فرماتے ہین اب
اس کا استعمال بمعنی جھکانا متروک مؤلف
عرض کرتا ہے کہ محقق دہلوی (صاحب فرہنگ
آصفیہ) نے اس کو انھین معنون مین بہ رائے
ہندی لکھا ہے اور ترک کا اشارہ کیا ہے
اگرچہ آتش کے کلام مین اس کا استعمال ہے
لیکن مؤلف کا ذوق ذاتی اس کے خلاف
ہے (آتش سے) تواضع دشمن جان کی
زیادہ قتل کرتی ہے ۞ خم شمشیر معشوقون
کا نہورانا ہے گردن کا ۞

نھووے قرار شاہجہان پوری اور
عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ اب اس کا
استعمال نہین ہے۔ اس کی جگہ نہو مستعمل ہے
مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ آتش کے
کلام مین اس کا استعمال ہے۔ لیکن ہمارا
ذوق ذاتی قرار و عشرت سے متفق ہے
(آتش سے) حیف کی جا ہے نہووے نرم
و چرب اس کی زبان ۞ پرورش پایا ہوا یہ

آدمی ہے شیر کا ؎

نهووین — قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین اب اس کا استعمال متروک ہے اسکی جگہ نہوون مستعمل مؤلف عرض کرتا ہے اگرچہ آتش کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذوق فراتی قرار سے متفق ہے (آتش ؎

نالون کی بحث کا کسے آتش دماغ ہے
یا ہم نہووین یا جرس کاروان نہو ؎

نے — عشرت لکھنوی اور قرار شاہجہان پوری دونون نے فرمایا ہے کہ اب اس کے عوض نہ کا استعمال ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ جلال لکھنوی نے (سرمایہ زبان اردو) مین ترک کیا ہے۔ اور محقق دہلوی نے (فرہنگ آصفیہ) مین بھی اس کا ذکر نہین کیا۔ اور یہ فارسی زبان کا لفظ ہے اردو مین غالب نے اس کا استعمال کیا ہے اور ہمارا ذوق ذاتی اس کے موافق ہے (غالب

ہے) رو مین ہے رخش عمر کہان دیکھیے
تھمے نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب مین ؎

واو

وار پر — قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین اب بمعنی (باری پر) یہ مستعمل نہین ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ جلال لکھنوی نے (سرمایہ زبان اردو) مین لکھا ہے۔ وار تلوار خنجر۔ نیزہ وغیرہ کی ضرب جو حریف پر لڑائی مین مارین۔ اور ایک کلمہ ہے کہ اسا طرفت اور ادبر کے معنی کا فائدہ دیتا ہے محقق دہلوی نے (فرہنگ آصفیہ) مین باری کے مضمون مین بھی اس کا استعمال لکھا ہے جیسے "اپنا اپنا وار ہے مین بھی کبھی سمجھونگا" اور کوئی اشارہ اس کے ترک یا غیر فصاحت کا نہین کیا ہے۔ استادون کے کلام مین اس کا استعمال ہے۔ اور ہمارا ذوق اس کو پسند کرتا ہے (داغ

ے) کم نصیبی اس کو کہتے ہین کہ میرے
وار پر چھٹ دست ساقی سے اور شیشہ
... سا غر گرا ؎

وا اللہ — قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین

اب اس کا استعمال بمعنی وہان نہین ہے عشرت لکہنوی نے بھی اسکو متروک قرار دیا ہے آپ فرماتے ہین اب فصحاے لکہنؤ اسکا استعمال نہین کرتے۔ مگر فصحاے دہلی اس کو جائز رکہتے ہین۔ کمال لکہنوی نے اس کو بالکل مہمل کہا ہے۔ اور ضیاے دہلوی نے اسکی تردید کی ہے۔ داغ مغفور نے اپنے دیوان (مہتاب داغ) کے خاتمہ مین فرمایا ہے ہم نے اس کو ترک کیا ہے لیکن تلامذہ کو اختیار ہے کہ چاہین ترک کرین یا نہ کرین مؤلف عرض کرتا ہے کہ استادون کے کلام مین اسکا استعمال ہے اور ہمارا ذوق ذاتی بھی اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے اور بعض استادان معاصر کو بھی ہم سے اتفاق ہے (ہلال ع) جب وان نہ ہو قبول دعا بھی تو کیا حصول ؎ (امیر ۔) ہم چاہین دل سے وہ ملانے نہین ہین آنکہ ؎ وان پیام سے عریضہ یہان ہے سب کو پسند ؎

عشرت لکہنوی فرماتے ہین اب اس کا استعمال بمعنی وصل بعض فصحانے ترک کر دیا ہے۔ اس کے عوض وصل ہی کا استعمال ہے۔ مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ عربی زبان کا لغت ہے بقول منتخب اللغات بالضم بمعنی پیوند و خویشی صاحب منتہی الارب نے اس کو بمعنی پیوستگی لکہا ہے۔ لغات فارسی اس کی تفریس سے ساکت ہین۔ لیکن اردو مین شعراے سلف اور معاصر نے اس کا استعمال بمعنی وصل کیا ہے اور ہماری راے مین یہہ مستند ہے اور ہمارا ذوق اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے (شاد ۔) خواہش وصلت نے پہاڑا جامۂ یوسف جوان ؎ پیرزن کی پاکدامانی کا پردہ کھل گیا ؎ (آتش ۔) فراق انجام کار آغاز وصلت مین بلا شک ہے ؎ ؎ رویا ہین روح تن کو جب مشتاق ہم پایا ؎ (امیر ۔) ہوش اڑ سے تھے تو اڑ سکتے تھے ؎ وصلت سے ؎

وصلت | تمر ارشاد جہان پوری ادیب ... پہنچے کیونہ آ رگئی آنکھون نے تعبیر کی صورت ؎

وگرنہ کمال لکھنوی فرماتے ہین کہ یہہ متروک ہے اور اس کی جگہ (نھین تو) مستعمل ہے دہلوی کو کمال سے اختلاف ہے آپ اس کے استعمال کو درست سمجھتے ہین۔ قرار شاہجہانپوری نے بھی اس کو بمعنی لیکن متروک فرمایا ہے۔ استادان اردو نے اس کا استعمال کیا ہے اور ہمارے ذوق ذاتی کے موافق ہے (ذوق سہ) آنے سے مرے ٹھہر گئے آپ وگرنہ ٭ جانے کا ارادہ تو کہین ہو ہی چکا تھا ٭ (جلال سہ) فقط ہے دن لکھے یہ بخت سیاہ کی گردش ٭ وگرنہ کوچۂ گیسو مین راہ کی گردش ٭ ہماری سمجھ مین نھین آیا کہ قرار شاہجہانپوری نے اس کو بمعنی لیکن کیونکر لکھا۔

ولے قرار شاہجہان پوری فرماتے ہین کہ اب اس کا استعمال بمعنی لیکن متروک ہے۔ عشرت لکھنوی کو بھی قرار سے اتفاق مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ فارسی زبان کا لفظ ہے (ولیکن) کا مخفف اگرچہ استادان اردو نے اس کا استعمال کیا ہے۔ لیکن ہمارا ذوق ذاتی اس کے خلاف ہے (مومن سہ) ثواب ترک صنم سچ سہی ولے مومن ٭ یہ کیا سبب ہے سناتے ہین بار بار مجھے ٭ (ناسخ سہ) ہون تو دیوانہ ولے کہتا ہون دانائی کی بات ٭ حلقۂ زنجیر بہتر حلقۂ احباب سے ٭

ولیکن عشرت لکھنوی فرماتے ہین اب اس کا استعمال متروک ہے اور اس کی جگہ لیکن مستعمل ہے مؤلف عرض کرتا ہے کہ محقق دہلوی (صاحب فرہنگ آصفیہ) نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور کوئی اشارہ غیر فصاحت یا ترک کا نھین فرمایا۔ یہ فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا استعمال استادان سلف نے اپنے کلام مین کیا ہے۔ اور ہمارا ذوق ذاتی بھی اس کے موافق ہے (ناسخ سہ) داغ فراق ہے شب فرقت مین جلوہ گر ٭ خورشید جلوہ گر ہے ولیکن سحر نھین ٭

دُو — عشرت لکھنوی اور قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین کہ اب یہ متروک ہے۔ محقق دہلوی (صاحب فرہنگ آصفیہ) نے اس کا ذکر کیا ہے اور کوئی اشارہ اس کی غیر فصاحت یا ترک کا نہین کیا۔ استادان سلف اور معاصر کے کلام مین اس کا استعمال ہے اور مؤلف کا ذوق بھی اس کے استعمال کو پسند کرتا ہے (داغ ؔ) نچانا جا لگا ایسا کسی نے جا کہ یہ جانا ٭ تمہارا دو قدم چلنا یہان پامال ہو جانا ٭ پڑ اٹھائے غیر نے جزنا زیبا اس کو دو جانے ٭ مجھے بھی تم نے وہ سمجھا مجھے بھی تم نے دو جانا ٭

دُون — قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین اب اس کا استعمال متروک ہے اسکی جگہ دو تیسا کا استعمال ہے۔ اگرچہ صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور کوئی اشارہ اس کی غیر فصاحت یا ترک کا نہین کیا۔ اور استادون کے کلام مین اسکا استعمال بھی ہے لیکن مؤلف کا ذوق ذاتی اس کے خلاف ہے (ذوق ؔ) کیا کیا دیکھانہ رنگ ہم نے اسے ذوق ٭ یون بھی دیکھا جہان کو دون بھی دیکھا ٭

دوہی — عشرت لکھنوی اور قرار شاہ جہان پوری بالاتفاق فرماتے ہین کہ اب اس کا استعمال متروک ہے اور اسکی جگہ وہی مستعمل ہے۔ مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ استادان سلف کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذوق ذاتی اس کے خلاف ہے (مومن ؔ) وہ شام وعدہ جو آسرے تو بے خود و سرمست ٭ رہا وصال مین بھی وہی انتظار مجھے ٭

دوہین — عشرت لکھنوی اور قرار شاہ جہان پوری فرماتے ہین کہ اب یہ متروک ہے اور اس کی جگہ وہین مستعمل مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ استادان سلف کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذوق ذاتی بھی اس کے خلاف ہے (ناسخ ؔ) گئے جو کوہ کو سودائے زلف یار مین ہم ٭ تو دوہین مارسیہ ٹیکے یار غار آیا ٭

ویہان کمال لکھنوی فرماتے ہین یای مخلوط التلفظ سے بروزن فاع غیر فصیح اور متروک ہے۔ اور بروزن فعل مستعمل۔ ضیاے دہلوی نے تصحیح کا عنوان تو قائم فرمایا ہے لیکن تصحیح سے اسی طرح گریز ہوئی ہے جس طرح ویہان بروزن فاع پر مولف عرض کرتا ہے کہ آپ کا یہ ارشاد بڑا لطف خیز ہے کہ استاد جلال کے کلام مین یای اور وای کا استعمال ہے۔ اور کمال نے ان دونون الفاظ کو مہمل لکھا ہے اب اگر ان مین (یاے تحتانی) کو داخل کرین تو یہان۔ وہان بروزن فاع آئی ہین جنھین شفق نے متروک لکھا ہے (شفق)

مولف عرض کرتا ہے۔ اس تصحیح پر ضیاے دہلوی کو غور مکرر کرنا چاہیے جس کی انوکھی منطق ہماری سمجھ مین نہین آئی۔ سچی بات کا اعتراف گناہ نہین ہے۔ ہمارا ذوق ذاتی کمال سے متفق۔

ویا عشرت لکھنوی فرماتے ہین کہ وا زائد اور اب اس کا استعمال غیر فصیح ہے مولف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ استادان سلف نے اس کا استعمال کیا ہے۔ لیکن ہمارا ذاتی ذوق اس کے خلاف ہے (ناسخ ع) بعد مدت سو گیا ہون چین سے ٭ [illegible] ہے یا گہوارہ ہے ٭

ہاے ہوز

ہاتھ دیکھو ساتھ جب پر اس کا تصفیہ ہوا ہے

ہووے قرار شاہجہانپوری فرماتے ہین اب اس کا استعمال متروک ہے اس کے عوض ہو مستعمل۔ مولف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ استادان سلف کے کلام مین اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذوق بھی اس کے خلاف ہے (مومن ع) مرگ سے بھی زندگی کی آس سو جاتی رہی ٭ کیون بری حالت نہ ہووے غیر اچھا ہو گیا ٭

ہووےگا قرار شاہجہانپوری فرماتے ہین اب اس کا استعمال متروک ہے۔ اور اس کے عوض ہوگا مستعمل ہے۔ مولف

عرض کرتا ہے اگرچہ استادان سلف کے کلام
میں اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذوق
ذاتی بھی اس کے خلاف ہے (انشا ؔ)
اب تو سنتا ہے ہمیں چاہو سو پیارے کہ لو ؎
پر تمہیں ہووینگا نقصان یہ گالی دینا ؎

ہووینگا | قرار شاہجہانپوری فرماتے
ہیں کہ اب اس کا استعمال متروک ہے اور
اس کے عوض ہوگا مستعمل مؤلف عرض
کرتا ہے کہ اگرچہ استادان سلف کے کلام
میں اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا
ذوق ذاتی اس کے خلاف ہے (مومن
ؔ) وعدہ کر کے وہ نہ آئے نامہ بر تو نے
پوچھا ہووینگا تکرار سے ؎

ہووینگی | قرار شاہجہانپوری فرماتے ہیں
اب اس کا استعمال متروک ہے اور اس
کے عوض ہے مستعمل مؤلف عرض کرتا
ہے کہ اگرچہ استادان سلف کے کلام میں
اس کا استعمال ہے لیکن ہمارا ذوق ذاتی
بھی اس کے خلاف ہے (سودا ؔ) تم
کان دھر سنو نہ سنو اس کے حرف کو پہ سوا
کو ہووینگی اپنی ہی گفتار سے غرض ؎

یائے تحتانی

یاں | قرار شاہجہانپوری فرماتے ہیں کہ
اب یہ مستعمل نہیں ہے۔ اس کے عوض یہاں
مستعمل ہے۔ عشرت لکھنوی فرماتے ہیں
کہ فصحائے لکھنؤ نے ترک کیا ہے۔ اور ان
کے پاس غیر فصیح ہے لیکن فصحائے دہلی
جائز رکھتے ہیں۔ کمال لکھنوی نے اس کو
بالکل مہمل کہا ہے۔ ضیائے دہلوی بتردید
کمال فرماتے ہیں کہ یہ یہاں کا مخفف اور
نثر آ روزمرہ میں مستعمل اور استاد جلال
نے نظم میں بھی استعمال فرمایا ہے مؤلف
عرض کرتا ہے کہ ہمارا ذوق اس کے
استعمال کو پسند کرتا ہے۔ اور استادان
سلف اور معاصرین دہلی و لکھنؤ دونوں کے
کلام میں مستعمل ہے (غالب ؔ) محرم نہیں
ہے تو ہی نواہائے راز کا ؎ یاں ورنہ
جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا ؎ (آتش

سے) وہ حدکم ظرف ہین جو ایک ساغر مین
بہکتے ہین ؛ نہین قطرہ بھی یان ہنگام
نوشا نوش ہین دریا ؛ (انیس سے) ساحل
پہ اتارا ہوا وان فوج لعین کا ؛ یان
دہوپ مین برپا ہوا خیمہ شہ دین کا ؛ (دبیر
سے) ہے جسے جس چیز کی خواہش ملے اس
بزم مین ؛ ڈہونڈسے گر عاشق تو یان
معشوق کا پائے دہان ؛ (جلال سے)
حشر سے کہتے پھرے ہم جلوہ اس کا
دیکھکر ؛ حوصلہ یان بھی نہ نکلا شوق
خاطر خواہ کا ؛

یہان کمال لکہنوی فرماتے ہین یا ہے
مخلوط التلفظ سے بر وزن فاع غیر فصیح
و متروک اور بروزن فعل مستعمل۔ ضیا ی
دہلوی نے تصحیح کا عنوان تو قائم فرمایا ہے
لیکن تصحیح سے گریز۔ اور فرماتے ہین
یان کے استعمال کو کمال نے مہمل کہا ہے
اور استاد جلال کے کلام مین موجود ہے پس
اگر اس پہ (یا سے ہوز) کو داخل کرین
تو وہی بروزن فاع ہوتا ہے مؤلف
عرض کرتا ہے یہ تو تصحیح نہین ہے انوکہی
منطق ہے جس پر خود آپ کو مہربانی سے
غور مکرر کرنا چاہئے۔ سچی بات کو مان لینا
گناہ نہین۔ ہمارا ذوق ذاتی کمال سے
متفق ہے۔

تمام شد

توسیع اللسان

یعنی وہ الفاظ جو غیر زبانوں سے اردو مین لیئے گئے ہین یا اردو ہی مین

بمعنی خاص مستعمل ہین جن کا استعمال نیرنگ سخن مین ہوا ہے

مرتبہ

شمس العلما خان بہادر نواب عزیز جنگ بہادر ولا تخلص

سنہ ۱۳۳۷ھ

مطبوعہ عزیز المطابع حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم
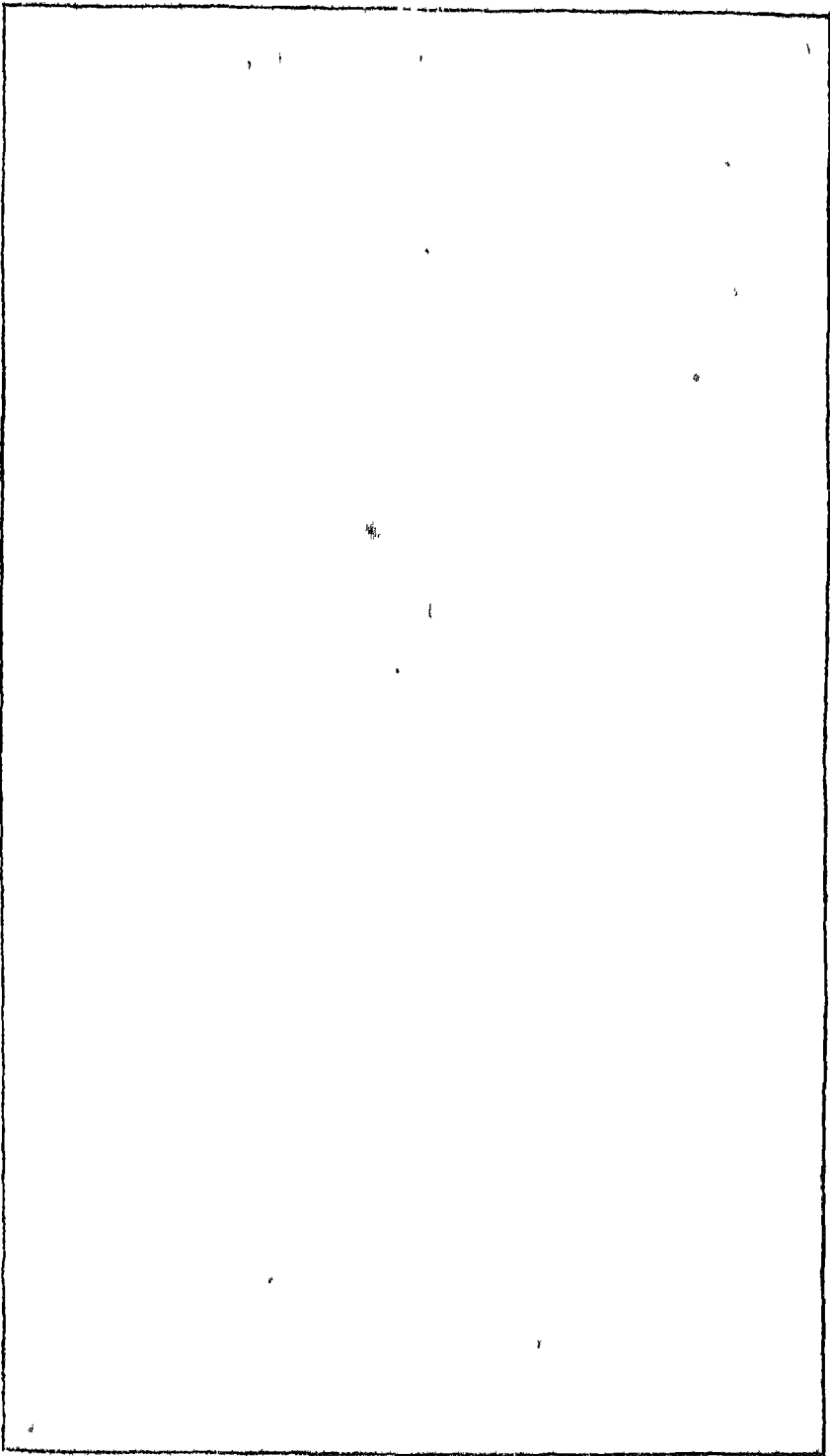
اس خوان پہ اغیار کو وعزت ہو نصیب	ہمائی بدولت ہمین نعمت ہو نصیب
دشمن ہین زبان کے تارکان الفاظ	یارب اپنی زبان کو وسعت ہو نصیب

امابعد یہ رسالہ ایک فرہنگ مختصر ہے جس کو ہم نے (**توسیع اللسان**) سے موسوم کیا ہے۔ اس مین انگریزی۔ سنسکرت۔ فارسی۔ عربی۔ دکہنی وغیرہ کے وہ الفاظ ردیف وار مدوّن ہین جن کا استعمال نئے مضامین کے ساتھ ہمارے کلام (نیرنگ سخن) مین ہوا ہے۔ ہر لفظ کے ساتھ اسکی مختصر تعریف اور زبان کی صراحت ہے۔ جو شعراے معاصر لکیر کے فقیر اور نئے مضامین کو تغزل مین داخل کرنے کے مخالف ہین وہ اس رسالہ کو لغو خیال کرینگے۔ اور جو استادان معاصر برخلاف استادان سلف بعض الفاظ مستعملۂ زبان اردو کے تارک اور ان کو غیر فصیح مانتے ہین (جن کے متعلق ہماری تالیف **معیار فصاحت** ہے) وہ اس کو مخل فصاحت خیال فرمائینگے معزز ناظرین انصاف پسند جو توسیع زبان اردو کے دلدادہ اور اجتہادی قوّت رکھتے ہین

البتہ اسکی قدر کرینگے ۔ اس فرہنگ کے الفاظ سے خال خال الفاظ فرہنگ آصفیہ
اور امیر اللغات مین بھی ہین ۔ دکن کے محاورات سے صرف اونھین محاورون
کا ذکر اس کتاب مین ہے جن کا استعمال ہمارے کلام مین ہوا ہے ۔ جو ہماری راے
مین اس قابل ہین کہ اردو مین ان کو جگہ دیجاے ۔

معزز ناظرین سے توقع کیجاتی ہے کہ اگر مجھ سے اس رسالہ مین کوئی غلطی ہوئی
ہو تو مہربانی سے مجکو اس سے آگاہ فرماکر شکر گزاری کا موقع دین ۔

خادم الشعرا
عزیز جنگ ۔ ولا

الف ممدودہ

آبِ مقطر | مذکر (فارسی) ٹپکایا ہوا۔ یا فلٹر کیا ہوا پانی۔ جو مزاجاً آبِ باران سے قریب قریب ہے۔

آپریشن | مذکر (انگریزی) کسی پھوڑے یا دنبل کو نشتر لگانا کا حاصل بالمصدر۔ عمل جراحی۔

آفس روم | مذکر (انگریزی) دفتر کا کمرہ جس میں لکھنے پڑھنے کا سامان ہو۔

آلۂ برق | مذکر (فارسی) بجلی کا آلہ جو عصبی بیمار کے جسم میں لگایا جاتا ہے۔

آلۂ تصویرِ عکس | مذکر (فارسی) وہ آلہ جس کے ذریعہ سے فوٹو لیا جاتا ہے (کیامرا)

آنر | مذکر (انگریزی) اعزاز (امیر اللغات) انگریزی خطاب کو بھی آنر کہتے ہیں جیسے حکیم اجمل خان کو۔ حاذق الملک کا آنر ملا۔

الف مقصورہ

اپ ٹرین | مؤنث (انگریزی) پٹنہ کی ریل جو چھوٹے مقام سے بڑے مقام کو جاتی ہو۔

اُٹھ بیٹھا | مذکر (دکھنی) ایک کھلونے کا نام جن کو سُلا دینے سے خود بخود کھڑا ہو جاتا ہے۔

اجارہ | مذکر (ہند) ازارہ فارسی کا مبدل وجہتہ۔ دیوار مکان کے طاقچوں تک کا وہ حصہ جس کی سنگکاری اُبھری ہوئی ہو۔

اچار کا مربّا | مذکر (دکھنی) میٹھا اچار یعنی وہ اچار جس میں شکر شریک ہو یا وہ مربّا جس میں مرچ بھی ڈالی جائے۔

اڈیٹر | مذکر (انگریزی) اخبار کا مہتمم۔

اسپیچ | مؤنث (انگریزی) جلسہ عام کی تقریر۔

اسٹاف سرجن | مذکر (انگریزی) وہ ڈاکٹر جو بادشاہ یا امیرون کے اسٹاف میں ہو۔

اسٹیج | مذکر (انگریزی) وہ بلند چبوترہ جس پر تماشا کرنے والے یا لکچرار کھڑے ہو کر تماشا کرتے یا لکچر دیتے ہیں۔

اسٹیشن | مذکر (انگریزی) ریل گھر وہ

مقام جہان سے ریل روانہ ہوتی ہے یا آکر
مین ٹھہرتی ہے۔

اسٹیم | مذکر (انگریزی) وہ بخار جو پانی
کے گرم ہونے سے پیدا ہو۔

الہ دین کا چراغ | مذکر (اردو) دیکھو
ترجمۂ الف لیلہ مین الہ دین کا قصہ جس
مین اس چراغ کا ذکر ہے۔

انا الیار | مذکر (مفرس) از قبیل انا الحق
جذبۂ عشق مین عاشق کا مقولہ جیسا کہ منصور
نے انا الحق کہا تھا۔ فارسیون نے اس کا
استعمال کیا ہے (دیکھو آصف اللغات)

انجن | مذکر (انگریزی) ریل کا وہ
پہلا ڈبہ جو تمام گاڑیونکو چلاتا ہے۔ یا وہ
آلہ جس سے صنعت مین کوئی کام لین۔

انڈیا | مذکر (انگریزی) ہندوستان۔

انسپکٹر جنرل | مذکر (انگریزی) ایک
اعلی عہدے کا نام جس سے تنقیحی کام
متعلق ہو۔

اینکٹ | مذکر (انگریزی) وہ بند جو
ندی کے عرض مین قائم کیا جاتا ہے تاکہ پانی
بلند ہو کر نہرون مین دوڑ سکے۔

ایم ڈی | مذکر (انگریزی) میڈیکل ڈاکٹر یعنی
وہ حکیم جو طبیب ہو۔

باے موحدہ

بار ثبوت | مذکر (فارسی) ثبوت پیش کرنے
کا بار جو حاکم عدالت فریق مقدمہ کے ذمہ ڈالے
(اصطلاح قانونی)

بال | مذکر (انگریزی) ناچ۔

بام | مذکر (انگریزی سے مشتق) اسی کو بم
بھی کہتے ہین وہ گولا جس کے پھٹنے سے آہنی
ریزے پھیل جاتے ہین اور مخلوق کو ہلاک
اور زخمی کرتے ہین۔

بٹ موگرہ | مذکر (دکھنی) موتیا کا وہ
پھول جس مین مثل گلاب کے متعدد
پنکھڑیان ہون۔

بجلی کا آلہ | مذکر (اردو) دیکھو آلۂ برق

بجلی کا چراغ | مذکر (دکھنی) وہ چراغ
جو قوت برقی سے روشن ہو۔

بجلی کا گولا | مذکر (دکہنی) وہ گولا جس مین گیاس یا بجلی کی روشنی کی جاتی ہے۔

بجلی کا لمپ | مذکر (اردو) وہ لمپ جو برقی قوت سے روشن ہو۔

برآمد | مؤنث (دکہنی) غلّا اور سامان کی بیرون ملک نکاسی۔

برانڈی | مؤنث (انگریزی) ولایتی شراب

برٹش | (انگریزی) برطانیہ۔

برجلوٹ | مؤنث (انگریزی برجلوڈسی دکہنی) ٹوٹے دار بندوق

بردِ اطراف | مذکر (بترکیب فارسی) ہاتھ پاؤن سرد ہونے کا مرض۔

برش | مذکر (انگریزی) وہ آلہ جس مین سخت بال لگے ہوتے ہین۔ اور جس سے گرد یا میل صاف کرتے ہین۔

برقی لمپ | مذکر (اردو) دیکہو بجلی کا لمپ۔

برما لگانا | (دکہنی) کسی چٹان مین سوراخ کرکے اس مین باروت بھرنا اور پھر اس کو آگ دکہانا جس کے دہماکے سے وہ چٹان ٹوٹ جاتی ہے۔

بقایا | مؤنث (دکہنی) وہ واجب الوصول رقم جو کاشتکارون وغیرہ کے ذمے ہو۔

بلوتہ | مذکر (دکہنی) وہ غلہ جو کاشتکار [illegible] دیہی کو فصل پر عطا کرتے ہین۔

بم | مذکر (ہند) دیکہو بام

بم کا گولا | مذکر (ہند) دیکہو بم

بو | مؤنث (انگریزی) سر کی حرکت جو بادشاہان اور عموماً لیڈیون کی تعظیم کے لیے کیجاتی ہے (میل سر)

بھر قدم نکلنا | (دکہنی) گہوڑے کا تیزی سے دوڑنا۔

بے تار کا انجن | مذکر (اردو) وہ آلہ جس کے ذریعہ سے بے تار کی خبر آتی جاتی ہو

بیرسٹر | مذکر (انگریزی بیارسٹر سے ہند) وکلا مین ایک اعلیٰ درجہ کا قانون دان جس کو ممالک یورپ سے بعد تعلیم سند ملی ہو

بیرقون سے باتین | مؤنث (اردو)

اہل فوج کی گفتگو جو فاصلہ بعید سے بیرقین
ہلاکر بترکیب خاص کرتے ہین۔
بیرقین ہلانا (دکھنی) اہل فوج کا جھنڈیان
کے اشارون اور فاصلہ بعید سے باتین کرنا
بیگن کا چراغ مذکر (دکھنی) ایک
چراغ کا نام دکن مین کم عمر لڑکے ایک
بڑے بیگن سے اس کا مغز خالی کرکے ایک
جانب سے اس مین مربع دروازہ قائم
اور اس مین بتی روشن کرتے ہین۔ اور
اس کو قندیل نام رکھکر لیے پھرتے ہین
بیلنس مذکر (انگریزی) تول۔ وزن

بائے فارسی

پارا چڑھنا (دکھنی) گرمی زیادہ ہونا
غصے ہونا۔
پاس (انگریزی) کامیاب۔
پالیسی مؤنث (انگریزی) عادت۔
پاؤن پڑنا (دکھنی) پا آنا۔
پبلک مونث (انگریزی) خلقت خلائق
پتلیان پھیلنا (دکھنی) آنکھون کی
پتلیان مرض یا کسی دوا کے اثر سے پھیلجانا
پڑاوا مذکر (دکھنی) ثبوت۔
پڑاوا مؤنث (دکھنی) افتادہ زمین
پلیس مؤنث (انگریزی) کوتوالی۔
پنشن مؤنث (انگریزی) وہ تنخواہ
جو نوکری سے سبکدوش ہونے کے بعد
سرکار سے ملتی ہے۔
پو (تلنگی) بمعنی جا۔ امر حاضر۔
پور تاک مذکر (فارسی) ساقی
پوسٹ مؤنث (انگریزی) ڈاک
پوسٹ ماٹم مذکر (انگریزی) چیر پھاڑ
سے امتحان۔
پولو مذکر (انگریزی) چوگان کا کھیل
پیرس کی نمایش مؤنث (اردو)
حسین عورتون کی وہ نمایش جو پیرس
مین ہوتی ہے۔

تائے فوقانی

تار آفس مذکر (اردو) تار گھر۔
تارپیڈو مذکر (انگریزی) جہازون کا

بتاؤ کن انجن یا گودے ۔

تار گھر | مذکر (اردو) وہ مکان جس میں ٹیلیگراف کا کاروبار ہوتا ہے ۔

تردید | مؤنث (ہندی) (قانونی اصطلاح) فریق کی وہ شہادت جو ثبوت کے رد میں پیش ہو۔

تضمین مضمون | مؤنث (ہندی) کسی کے باندھے ہوئے مضمون کو اشارۃً باندھنا۔

تمادی | مؤنث (ہندی) (قانونی اصطلاح) وہ میعاد جس کے گزر جانے سے نالش کا اختیار نہ رہے۔

تمادی عارض ہونا | (اردو) میعاد جہد ساعت کا گزر جانا۔ اور نالش کا اختیار باقی نہ رہنا (قانونی اصطلاح)

تمہاری کیا صورت | (دکھنی) تمہاری کیا طاقت کیا مجال۔

تاے ہندی

ٹانڈا اجانا | (دکھنی) بنجاروں کے ٹانڈوں کے ذریعہ سے غلہ کے لانے لیجانے کا انتظام کرنا

ٹھوں نھیں چلتا | (دکھنی) کچھ ہو نہیں سکتا۔

ٹیلیفون | مذکر (انگریزی) وہ آلہ جس کے ذریعہ سے مسافت بعیدہ سے باتیں کرتے ہیں

ٹوپی دار بندوق | مؤنث (اردو) پٹاخہ دار بندوق۔

ٹوٹا | مذکر (سندھی) کارتوس۔

ٹھیٹر | مذکر (انگریزی) تماشا گاہ۔

ٹیپ | مذکر (انگریزی) وہ آلہ نقل جس کے ذریعہ سے ہر مسودہ کا ایک خوشخط طبع شدہ چھاپہ

ٹیکا لگانا | (اردو) چیچک یا پلیگ وغیرہ امراض کے حفظ ماتقدم کے لیے ٹیکا نکالنا۔

ٹیم | مذکر (انگریزی) وقت۔

جیم

جانا | (فارسی) بمعنی اے معشوق (دیکھو حیوۃ العزیز کا گیارہواں باب)

جج | مذکر (انگریزی) ناظم عدالت دیوانی

جر ثقیل | مذکر (عربی) وہ علم جس کے ذریعہ سے وزنی اشیا کی نقل و حرکت آسانی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

جرمنی | مذکر (لیاٹن) ایک ملک کا نام

(۱) جسٹس مذکر (انگریزی) حاکم عدالت
رکن ہائیکورٹ۔

(۲) جسٹس مؤنث (انگریزی) دادرسی
نصفت۔ عدالت۔

جمعبندی مؤنث (فارسی) کاشتکاروں
کے سالانہ زر مالگزاری کی تشخیص۔

جمع کامل مذکر (فارسی) محاصل حقیقی۔

جنگل میں منگل منانا (دکھنی) صحرا یا
بیابان میں عیش و عشرت کا سامان مہیا
کرنا۔ ویرانے میں آبادی قائم کرنا۔

جیم فارسی

چارمنارہ مذکر (فارسی) حیدرآباد
دکن کی ایک رفیع عمارت جو بشکل تعزیہ
چار مینار کے ساتھ قائم ہے۔

چھوٹی حاضری مؤنث (اردو) صبح
کی غذا۔ نہاری۔

حاے حطی

حدِ سماعت مؤنث (فارسی، قانونی
اصطلاح) وہ میعاد معین جو ازروے قانون
نالش کی سماعت کے لئے مقرر ہے۔

حضور نظام مذکر (فارسی) سلطنت
آصفیہ کے فرمانروا کا لقب۔

حفظان صحت مذکر (مفرس) صحت
کا قیام سررشتہ صفائی کا نام۔

خاے معجمہ

خاک کا روغن مذکر (دکھنی) مٹی کا
تیل۔ جس سے لیمپ روشن ہوتے ہیں
(گاز کا تیل)

دال مہملہ

درآمد مؤنث (دکھنی) بیرونی مال و
اسباب کی ملک میں آمد۔

دھاک جمانا (دکھنی) رعب قائم کرنا۔

دھورا مذکر (تلنگی) بضم اول و ہاے
ہوز و واو ساکن۔ سرکار۔ پادشاہ۔ حاکم اعلی

ڈال ہندی

ڈاک مؤنث (ہندی) ٹپہ

ڈاکٹر مذکر (انگریزی) حکیم۔ طبیب

ڈرائیور مذکر (انگریزی) اس گاڑی کے

چلانے والا جو اسٹیم یا برقی قوت سے چلائی جاتی ہے۔

ڈسمس (انگریزی) خارج۔

ڈگری مؤنث (انگریزی) سند فیصلہ مقدمہ

ڈول مذکر (دکہنی) ایک دیہی کاغذ کا نام جس مین موضع کے حدود اور ساری کیفیت لکھی ہوتی ہے۔

ڈون پاسنجر مؤنث (انگریزی) مسافرون کی وہ ریل جو ایک بڑے مرکز سے چھوٹے مقامات کو روانہ ہوتی ہے۔

ڈویل مذکر (انگریزی) مقابلہ۔ کہا جاتا ہے۔ بعض ممالک یورپ مین ایک عورت کے لیئے دو عاشق باہم لڑا کرتے ہین جسکو (ڈویل لڑنا) کہتے ہین۔

ڈینامیٹ مذکر (انگریزی) وہ خاص قسم کے حربی گولے جو دشمن پر گرائے جاتے ہیں

راے مہملہ

را (تلنگی) بمعنی آ۔ بیا (امر حاضر)

رجسٹر مذکر (انگریزی) کتابچہ۔

رجسٹری مؤنث (انگریزی) تصدیق۔

رسل و رسائل مذکر (دکہنی بترکیب فارسی) خط و کتابت کا طریقہ۔

رصد گاہ مذکر (فارسی) ستارون کی گردش دیکھنے کا مقام۔

روشن سلک مؤنث (دکہنی بترکیب فارسی) خزانۂ عامرہ شاہی کی رقمی سلسلہ

ریل مؤنث (انگریزی) وہ گاڑی جو اسٹیم کی قوت سے چلتی ہے۔

ریل کی ٹکر مؤنث (اردو) (حاصل بالمصدر) ریلون کا دونون جانب سے لڑ جانا (ریلون کی لڑائی)

زاے ہوز

زانو ٹیک کے نذر دینا (اردو) دربار شاہ دکن مین یہ طریقہ ہے کہ جب بادشاہ کرسی پر رونق افروز ہوتا ہے تو اہل دربار جو قواعد سے واقف ہین سید بازانو زمین ٹیک کر (نذر دستی) گزرانتے ہین۔

سین مہملہ

سماورم | مذکر (دکھنی) وہ روپیہ جو سالانہ بعوض اراضی انعامی زمینداروں کو بطور معاش نقدی ادا کیا جاتا ہے۔

سایا | مذکر (اردو) یورپین لیڈیز کا گون یعنی لباس۔

سرجری | مؤنث (انگریزی) جراحی۔

سرجن | مذکر (انگریزی) وہ ڈاکٹر جو جراحی بھی کرے۔

سرنگ | مذکر (ہندی) وہ دریائی آلہ جو زمینی سرنگ کا مشابہ ہوتا ہے جس کے ساتھ ٹکرا کے سے جہاز تباہ ہو جاتے ہیں

سروس | مؤنث (انگریزی) ملازمت

سفوف خرما | مذکر (فارسی) وہ پوڈر جو خرما سے نر کے پھول میں ہوتا ہے

سلام سہو | مذکر (فارسی) نماز کا وہ سلام جو سجدۂ سہو سے پہلے پھیرتے ہیں

سلیپر | مؤنث (انگریزی) جوتی کی ایک قسم

سماور | مذکر (فارسی) وہ خاص آہنی یا برنجی یا مسی چولہا جس میں پانی گرم ہونے کا مقام ہوتا ہے۔ معاصرین بمبئی کی زبان پر (سماوار) بھی ہے۔

سنگ شاسن | مذکر (دکھنی) حدود موضع کے پتھر جن پر چاند اور سورج کی تصویر کندہ ہوتی ہے۔

شنفو شنفو | (اردو) انگریزی (ہیر ہیر) کا ترجمہ جو کسی مقرر کی اسپیچ کو سنتے ہوئے سامعین بطور علامت اظہار رغبت کہتے ہیں

سوار | مذکر (دکھنی) موضع یا کشت کا آخری کنارہ۔

سوڈا | مذکر (انگریزی) وہ نمکین پانی جس کو گیاس کے ساتھ شیشوں میں بھرتے ہیں۔

سیت سندی | مذکر (دکھنی) یہ مرہٹی زبان کا مرکب لفظ ہے۔ کھیت کے خدمتی کو کہتے ہیں اور دکن میں مستعمل۔

سیری | مؤنث (دکھنی) ایک عطایا ارضی کا نام۔

سیکل | مؤنث (انگریزی) وہ آگے

پہیے دوچاکون کی گاڑی جس پر بیلنس سنبھالکر بیٹھتے ہین۔

سیعیر (انگریزی) کسی ملازمین مساوی التنخواہ مین وہ ملازم جس کو تنخواہ موجودہ پر اورون سے پہلے ترقی ملی ہو۔

شین معجمہ

شش ضربی (فارسی) وہ بندوق وغیرہ جس مین چھے کارتوس ہون۔

شیکہانڈ مذکر (انگریزی) مصافحہ۔

شیشۂ سطح مذکر (فارسی) آلہ سیابی جس کو زمین پر رکھدینے سے سطح کا نشیب و فراز معلوم ہوسکے۔

صاد مہملہ

صاحب مذکر (ہند) صاحب خانہ جو نصرانی ہو۔ میڈم کا مذکر۔

صفائی مؤنث (ہند) ملزم کی برات کی شہادت (قانونی اصطلاح)

صنع سکندر مذکر (فارسی) آئینہ

طاے حطی

طلاری مذکر (دکہنی) وہ پیادہ جو رات گاؤن کی روند اور گشت کرے۔

طلایہ مذکر (بقول فرہنگ آصفیہ فارسی کلمہ) چوکیداروں کا دورہ۔

طیّارہ مذکر (عربی) اڑنے والا وہ ہوائی جہاز جس کے ذریعے سے بلندی پر سیر کرسکتے ہین۔

عین مہملہ

عکس برقی مذکر (فارسی ترکیب) اعضا اندرون شکم اور ہڈیون کا عکس (بذریعہ قوت برقی)

عمل طائر مذکر (مفرس) مقعد کے ذریعہ سے دوا یا غذا پہنچانے کا عمل۔ عمل حقنہ۔ (طبی اصطلاح)

فا

فرد جرم مؤنث (فارسی) وہ فرد جس مین مجرم کے جرائم منسوبہ کی صراحت ہو۔ (قانونی اصطلاح)

فصل خصومت (فارسی) دیوانی نالش کا تصفیہ (اصطلاح قانونی)

فلٹر | مذکر (انگریزی) وہ آلہ جس کے ذریعہ سے پانی صاف کیا جاتا ہے۔

فن تشریح | مذکر (بترکیب فارسی) اعضائے حیوانی کی دریافت کا علم (طبی اصطلاح)

فوٹو | مذکر (انگریزی) عکس۔

فیاشن | مذکر (انگریزی) طرز۔

فیر | مذکر (انگریزی) توپ یا بندوق یا تفنگ کے واسطے کا حاصل بالمصدر۔

فیر انجن | مذکر (انگریزی) وہ انجن جس کے ذریعے سے آگ بجھائی جاتی ہے۔

فینانشل منسٹر | مذکر (انگریزی) وہ اعلیٰ عہدہ دار جو صیغہ حساب و فینانس کا حاکم ہو۔

قاف

قانون شہادت | مذکر (فارسی ترکیب) اس قانون کو کہتے ہیں جو گواہی سے متعلق ہے

کاف عربی

کات | مؤنث (دکھنی) گپ یہ ملیباری زبان کا لفظ ہے جو دکن میں مستعمل ہے۔

کاربن | مذکر (انگریزی) ایک مادہ کا نام

کارڈ | مذکر (انگریزی) مخصوص ٹکٹ ملاقات کا ٹکٹ۔ کاغذ کا ایک دبیز ٹکڑا۔

کاک | مذکر (انگریزی سے ماخوذ) بوتل بند کرنے کا گٹا۔

کالا پانی | مذکر (اردو) جزائر انڈیمن جہاں ہندوستان کے قیدیان حبس دوام رکھے جاتے ہیں۔

کالم | مذکر (انگریزی) جزو صفحہ۔

کالے | مذکر (اردو) گورے کا مقابل انڈیا کے لوگ۔ نیٹو۔

کرنل | مذکر (انگریزی) فوج کا اعلیٰ عہدہ دار جس کا درجہ جنرل سے کم ہے۔

کلاں بین | مؤنث (دکھنی) وہ آئینہ جس کے ذریعہ سے چھوٹی چیز بڑی دکھائی دے جس کو اہل زبان (خوردبین) کہتے ہیں اور خوردبین وہ آئینہ ہے جس میں ہر چیز اپنے قد کے مقابلہ میں بہت چھوٹی نظر آتی ہے۔

کمان | مؤنث (ہند) فوج کی حکومت۔

کمنڈر و لیر جنرل | مذکر (انگریزی) صیغہ مقبوضہ کا اعلیٰ عہدہ دار۔

کنکشن | مذکر (انگریزی) دو سلسلوں کا ملاپ۔

کینیری | مؤنث (انگریزی) ایک ولایتی چڑیا کا نام جو خوش آواز ہے جیسے ہندوستان مین چنڈول۔

کہاچر | مؤنث (دکہنی) ایک دیہاتی کمانی گاڑی۔

کہٹ باقی | مؤنث (دکہنی) رعایا کی مالگزاری کی وہ رقم جو سالہائے سال سے باقی اور وصول طلب ہو۔

کیامرا | مذکر (انگریزی) عکس اتارنے کا آلہ۔

کاف فارسی

گاس | مذکر (ہند) ایک قسم کا آتشگیر مادہ یا روشن دہوان جو اکثر ہڈیون یا کوئلون وغیرہ مین رہتا ہے ہوا سے روشن گیاس۔

گانون پٹیک | مذکر (مرہٹی) وہ کاغذ جس مین گانون کے حدود۔ رقبہ محاصل وغیرہ کی صراحت ہو۔ دکن مین مستعمل ہے

گرامفون **گراموفون** | مذکر (انگریزی) وہ آلہ جس مین آواز محفوظ ہوتی ہے اور جتنی دفعہ چاہو سنائی دیتی ہے۔

گرجا | مذکر (اردو) نصرانیون کا معبد۔

گرم پانی سے گھر جلانا | (دکہنی) فضول باتون سے ڈرانا (گرم پانی سے گھر نہین جلتا) دکہن کی کہاوت ہے یعنی فضول باتون سے خوف نہین ہوتا۔

گشن | مذکر (فارسی) خرپائے نر جو مادہ خرما کا حمل۔

گنڈی | مؤنث (دکہنی) تالاب یا کنٹہ کے بنڈ کی دراڑ۔

گن لانگ رینج | مؤنث (انگریزی) وہ نوایجاد جرمنی توپ جس کے چلانے پر ایک دراز گولا نکلتا ہے اور مسافت

طے کرنے کے بعد پھوٹتا ہے۔ اور اس مین سے ایک اور گولا نکلتا ہے اور مسافت معینہ طے کرنے کے بعد پھٹ کر سخت نقصان پہنچاتا ہے۔

گورے | مذکر (اردو) سولجر سفید رنگ۔ یورپ زاد۔

گون | مذکر (انگریزی) میمون کا لباس

گھر گانون | مذکر (دکہنی) وہ گانون جو ویسکہ۔ ویپاٹڈیون کو شاہان سلف سے بطور معافی عطا ہوا ہے جس مین وہ اپنا گھر بنا کر رہتے ہین (ویسکہ ویپاتا کا مستقر) جو گھر بنانے اور رہنے کے لئے عطا ہوا ہے۔

گھنٹی آئی | (اردو) ٹلیفون کی گھنٹی بجی (یہ اس کی علامت ہے کہ کوئی بات کرنا چاہتا ہے)

گھنٹی بجنا | (اردو) ٹلیفون سے گھنٹی کی آواز آنا تاکہ سامع اوسکے قریب ہو کر گھنٹی بجانے والے سے بات کرے۔

گیباس | مذکر (انگریزی) دیکھو گاس۔

لام

لاٹری | مؤنث (انگریزی لیاٹری سے مہند) اُس جُوے کا نام ہے جس کے ذریعہ سے ایک معینہ رقم پر صدہا اور ہزارہا (نمبری ٹکٹ) فروخت کرتے ہین اور جب کل معینہ ٹکٹ فروخت ہو جاتے ہین تو اون ٹکٹون کے نمبری ٹکٹون کو ایک صندوق مین تہ و بالا کر کے ملا دیتے ہین۔ اور جس تعداد مین یہ ٹکٹ ہین اوسی تعداد مین سادے ٹکٹ ایک دوسرے صندوق مین اور اون سادے ٹکٹون مین سے کسی ایک یا کئی ٹکٹون پر اوس رقم یا اموال کا نام لکھتے ہین جس کے فروخت کے لئے لاٹری ڈالی گئی ہے اور اس دوسرے صندوق کے ٹکٹون کو بھی تہ و بالا کر کے ملا دینے کے بعد دونون صندوقون سے ایک ایک ٹکٹ ایک ساتھ

نکالا جاتا ہے۔ پہلے صندوق کے جس نمبر کے ساتھ مال کا ٹکٹ دوسرے صندوق سے برآمد ہوتا ہے۔ وہ مال اُسی شخص کو دیا جاتا ہے جس شخص کے پاس پہلے ٹکٹ کا نمبر ہے اس طریقہ عمل سے۔ الــــ ہزار کے مال کی فروخت مین دہ چندا ور صد چند قیمت وصول ہو سکتی ہے۔ اور جس کو وہ مال ملتا ہے۔ اوس کے حق مین کوڑیون کا مول ہے۔ لاٹری کی تخصیص صرف مال ہی سے نہین ہے۔ بلکہ نقد رقم کے ایک یا کئی حصص پر بھی یہی عمل کیا جاتا ہے۔

لاوُنی مُونّث (دکہنی) زمین مین زراعت کرانے کی کوشش۔

لائیر مذکر (انگریزی) ولایت کا سند یافتہ وکیل (قانون دان)

لسان الغیب مذکر (مہتید) اسکی ترکیب اضافی ویسی ہی ہے جیسی لسان الغیب کی جس کو صاحب فرہنگ آصفیہ نے (عربی) لکھا ہے اور ہماری راے مین مہتد ہے اس لئے کہ عربون نے (لسان الغیب) کا استعمال بمعنی سروش نہین کیا اور نہ فارسیون نے بلکہ اردو والون نے یہ ترکیب عربی بر سبیل تہنید اس کا استعمال کیا ہے اور یہ بمعنی سروش کنایہ ہے اسی طرح ہم نے اپنے کلام مین *(لسان الغیب) کنایتہً خداوند تعالیٰ شانہ کو کہا ہے ایک استاد دہلوی فرمانے لگے کہ ہم ایسا نیا کنایہ نہین پیدا کر سکتے جس کا استعمال عربون اور فارسیون نے نہین کیا۔ ہم نے اسی قدر جواب پر قناعت کی اگر آپ ایسا نہین کر سکتے تو کیا حرج ہے۔ ہم نے کیا ہے اور ہماری عام راے یہ ہے کہ کنایہ اور استعارے مین ہر شخص اپنے ذوق سے کام لے سکتا ہے دوسرے استاد معاصر فرمانے لگے کہ خداوند کریم کو لسان کہنا بڑی بے ادبی ہے اس لئے کہ وہ بے لسان ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ ہمارا مطلب شعر اکے خالق سے ہے

* دیکھو دیباچہ معیار الفصاحت

جس نے معشوق کو اپنے ہاتھون سے بنایا ہے
واضح ہو کہ ہم اوس شعر مین جس مین (لسان
الغیب) کا استعمال ہوا ہے۔ بہت آسانی کے
ساتھ (علام الغیب) کا استعمال کر سکتے تھے
لیکن عمدًا (لسان الغیب) کو باندہا تاکہ کنایہ
اور استعارۂ جدید کی بحث بھی سرپرستان
زبان کے روبرو آجاے اور مقلدین و
مجتہدین کا مقابلہ ہو۔ ہم کو افسوس ہے
کہ استاد داغ مغفور اور جناب امیر مینائی زندہ
نہ رہے جن دونون بزرگون مین اجتہادی
قوت تھی اور اب زمانہ ایسے باکمال شعرا
سے قریب قریب خالی ہے جن کی اخلاقی
قوت ایسے مسائل مین قوی ہو۔ اور جن
کے نئے استعمال کو اہل زبان بے چون وچرا
مانین۔ زمانۂ حال مین جن بزرگون نے لکھنؤ
اور دلّی مین اصلاح زبان کا بیڑا اٹھایا ہے
اور مجالس مقامی مین جگہ پائی ہے اون
کے خیالات کو معلوم کرنے کے بعد ہم کو زبان
اردو کی بدقسمتی کا رنج ہے۔

لَمپ | مذکر (انگریزی لیمپ سے ہندی) ولایتی چراغ۔

لنڈن | مذکر (ہندی) برطانیہ کا دار السلطنت

لیمونیڈ | مذکر (انگریزی) وہ نمکین پانی جس کے ساتھ لیمو کا عرق شکر اور گیاس شریک کرکے بوتلون مین بھرتے ہین بوتل کھلتے ہی پانی جوش زن ہوتا ہے۔

میم

مان پان | مؤنث (دکھنی) عزت وآبرو۔

مدار المہام | مذکر (ترکیب فارسی) سلطنت آصفیہ کے دیوان کا لقب۔

مس | مؤنث (انگریزی) لڑکی۔

مسمر | مذکر (انگریزی) مسمریزم کے موجد کا نام (دیکھو فرہنگ آصفیہ مین مسمریزم)

مسمرزم | مسمریزم | مذکر (انگریزی) آسٹریا کے ڈاکٹر فریڈرک میزمر باشندۂ میرزبرگ کا ایجاد کیا ہوا علم (دیکھو فرہنگ آصفیہ)

مشین | مؤنث (انگریزی) کل۔ جس کے ذریعہ سے مختلف کام لئے جاتے ہین۔

ممبر مذکر (انگریزی) رکن مجلس۔
منیارڈر مذکر (انگریزی) وہ بھیجا ہوا روپیہ جو ڈاک کے ذریعہ وصول ہو۔
منٹی وار مذکر (دکھنی) اوس خدمتی کا نام جو موضع مین پولیس کی خدمت اداکرے۔
موٹر مؤنث (انگریزی) وہ گاڑی جو برقی طاقت سے شوارع پر چلتی ہے۔
میجر مذکر (انگریزی) فوجی ایک عہدے کا نام جو کپتان سے فائق ہے۔
میڈم مؤنث (انگریزی) صاحبہ جیسے مرد کو صاحب کہتے ہین مسٹر کی تانیث۔
میل مذکر (انگریزی) ڈاک۔ جیسے میل ٹرین۔ ڈاک کی ریل۔
میوہ ہندوستان مذکر (فارسی) لال مرچ۔

نون

ناٹک مذکر (سنسکرت) تماشا کھیل۔
نارمل (انگریزی) معتدل۔
نمبر مذکر (انگریزی) نشان۔
نمبری کیس مذکر (ہند) وہ فوجداری مقدمہ جو نمبر پر لیا گیا اور قابل دریافت قرار پایا ہو (قانونی اصطلاح)
نیچر مؤنث (انگریزی) فطرت۔
نیو فیاشن مذکر (انگریزی) نیا طرز۔

واو

وظیفہ حسن خدمت مذکر (دکھنی) وہ وظیفہ ماہواری جو مدت ملازمت کے ختم پر سرکار نظام سے ملتا ہے۔
وینٹی لیٹر مذکر (انگریزی) روشندان
وی پی مؤنث (انگریزی) (ویلیو پے ایبل) کا مخفف وہ رقم جو مال کی قیمت کے بابت ڈاک کے ذریعہ سے وصول ہو۔

ہاے ہوز

ہاربر مذکر (انگریزی) وہ محصور مقام جہان ساحل کے قریب جہاز کھڑے ہوتے ہین
ہارمونیم مذکر (انگریزی) ایک مخصوص باجے کا نام جو انگلیون سے بجایا جاتا ہے۔
ہائی کورٹ مذکر۔ (انگریزی) مجلس عالیہ

عدالت - عدالت کا اعلیٰ محکمہ -

ہیبتی آئینہ مذکر (دکھنی) وہ آئینہ جس کے ذریعہ سے صورت ڈراؤنی اور خوفناک نظر آتی ہے -

یائے تحتانی

یورپ مذکر (انگریزی) مغرب کا براعظم - ممالک مغرب - دنیا کے پانچ براعظموں میں سے ایک براعظم کا نام جو براعظم ایشیا سے جانب مغرب واقع ہے -

یور ہائینس مذکر (انگریزی) بادشاہ اور شہزادوں کا خطاب بعوض آپ -

یونی ورسٹی مؤنث (انگریزی) تعلیم و انتظام تعلیم کی جگہ -

ختم شد

خاتمۂ کتاب

مین تہ دل سے اون سخنوران نازک خیال کا شکریہ ادا کرتا ہون جن مین سے اکثر بزرگون نے صرف قطعات تاریخ پر قناعت نہین کی بلکہ تقریظات تاریخی کا پیرایہ بھی اختیار کیا جن کے شگفتہ مضامین نے اس کتاب کی رونق کو دوبالا کر دیا میرے لئے اس کتاب کا خاتمہ مایۂ ناز ہے جس مین بہت سے شعرا و فضلاے اہل زبان نے میرے شعر و سخن کی داد دی ہے اور (نیرنگ سخن) کو پسندیدگی اور مقبولیت کی نگاہ سے ملاحظہ فرمایا ہے - جزاہم اللہ خیر الجزا۔

فہرست تواریخ بسلسلۂ ردیف تخلص

نمبر شمار	تخلص	نام
۱	۲	۳
۱	آزاد	عالیجناب مولوی محمد ابوالحمید صاحب ناظم دیوانی ضلع پربھنی تلمیذ حضرت داغ مغفور۔
۲	اثر	عالیجناب مولوی سید سجاد علی صاحب وظیفہ یاب دوم تعلقداری سرکار عالی۔
۳	احسن	عالیجناب مولوی سید علی احسن صاحب مارہروی ایڈیٹر رسالہ فصیح الملک
۴	اختر	عالیجناب مولوی لطیف احمد صاحب مینائی ناظم امور مذہبی سرکار عالی خلف الرشید حضرت امیر مینائی مغفور۔

۵	امیر	عالیجناب مولوی میر حسن علی خان صاحب جاگیردار و منصبدار سرکار عالی تلمیذ حضرت داغ مغفور۔
۶	انور	عالیجناب مولوی محمود احمد صاحب مینائی خلف الرشید حضرت اختر مینائی۔
۷	برتر	عالیجناب مولوی محمد نادر علی صاحب یادگار غالب دہلوی مغفور
۸	تقی	عالیجناب مولوی تقی حسن صاحب۔ صاحب ضلع و مجسٹریٹ درجہ اوّل ضلع اطراف بلدہ۔
۹	جلیل	عالیجناب مولوی حافظ جلیل حسن خان۔ نواب فصاحت جنگ بہادر استاذ السلطان۔
۱۰	رسا	عالیجناب مولوی غلام مصطفےٰ صاحب منتظم کروڑگیری سرکار عالی
۱۱	رعد	عالیجناب مولوی محمد صدیق خان صاحب تلمیذ حضرت جلیل
۱۲	سخا	عالیجناب حاجی مولوی حکیم سید نظیر حسین خاں صاحب دہلوی مجتہد الشعراء
۱۳	شاد	عالیجناب یمین السلطنت مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ پیشکار سلطنت آصفیہ دام اقبالہ
۱۴	شوکت	عالیجناب مولوی سید کاظم علی صاحب بلگرامی۔ وظیفہ یاب صدر محاسبی علاقہ پائیگاہ سر وقار الامراء مغفور۔
۱۵	صفا	عالیجناب مولوی عبد الواسع صاحب پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی۔
۱۶	ضیا	عالیجناب مولوی نور الضیاء الدین صاحب جاگیردار و مفتی

نمبر	تخلص	نام و عہدہ
		مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی۔
۱۷	عاصی	عالیجناب مولوی سید عبدالرزاق صاحب ناظم عدالت جاگیرات عالیجناب فخر الملک بہادر۔
۱۸	عالی	عالیجناب مولوی حکیم وحید الدین صاحب انچارج دواخانہ دیوڑھی
۱۹	عزیز	عالیجناب نواب عزیز یار جنگ بہادر ناظم عدالت ضلع اطراف بلدہ
۲۰	عشق	عالیجناب مولوی حبیب اللہ صاحب ناکطی جاگیردار ضلع نلور صوبہ مدراس تلمیذ حضرت داغ مغفور۔
۲۱	علامی	عالیجناب مولوی محمد فصیح الدین احمد خانصاحب ایچ۔ سی۔ ایس۔ معتمد سرکار عالی صیغہ مالگزاری۔
۲۲	فاضل	عالیجناب مولوی سید محمد غلام جبار صاحب رکن مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی۔
۲۳	قادر	عالیجناب مولوی سید قادر حسین صاحب داروغہ فراشخانہ مبارک
۲۴	قاصد	عالیجناب ابوطیب مولوی محمد یحییٰ صاحب منشی فاضل مولوی فاضل۔ وکیل درجہ اول۔
۲۵	قیصر	عالیجناب مولوی ابوالحسن صاحب تعلقدار کورٹ آف وارڈز
۲۶	کوکب	عالیجناب مولوی مرزا مہدی خان صاحب (وظیفہ یاب) ناظم شماری سرکار عالی۔
۲۷	کیفی	عالیجناب مولوی سید رضی الدین حسن صاحب قادری
۲۸	گوہر	عالیجناب نواب محمد مسعود خان صاحب یادگار کرناٹک خیالی

۲۹	تحریری	عالیجناب مولوی میر مسعود علی صاحب ناظم صدر عدالت صوبہ گلشن آباد میدک ۔
۳۰	موجد	عالیجناب خان بہادر نواب عبد الباری خان صاحب یادگار کرناٹک فیاضی ۔
۳۱	ناظم	عالیجناب مولوی محمد علی خان صاحب نائطی حیدر آبادی تلمیذ حضرت داغ مغفور ۔
۳۲	نظم	عالیجناب مولوی سید علی حیدر خان بہادر نواب حیدر یار جنگ بہادر طباطبائی استاد شاہزادگان بلند اقبال دام اقبالہم
۳۳	نعمانی	عالیجناب مولوی عبد الجلیل صاحب نعمانی وظیفہ یاب سرکار عالی ۔
۳۴	واقف	عالیجناب مولوی حکیم امتیاز حسین خان صاحب ابو العلائی طبیب شاہی ۔
۳۵	وفا	برخوردار مولوی رکن الدین احمد صاحب نائطی ابن ولا تلمیذ حضرت اختر مینائی ۔
۳۶	ولا	خادم الشعراء خان بہادر نواب عزیز جنگ بہادر شمس العلما مصنف نیرنگ سخن ۔
۳۷	ہاتف	عالیجناب مولوی حکیم محمد عاشق حسین صاحب ابو العلائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعات تاریخ کتاب ہذا ردیف وار

طبعزاد حضرت آزاد عالیجناب مولوی محمد ابو الحمید صاحب ناظم عدالت دیوانی ضلع سرکار عالی

چھپا دیوان نیرنگ سخن لو ۔ بیان دل جسکی خاطر تھے جہان کے
نئی اس باغکی سب سے نرالی ہے بہار ۔ نرالے پھول ہین اس بوستان کے
یہ ہین رنگینیان طبع والا کی ۔ یہ ہین جلوے والا سے خوش بیان کے
تعالی اللہ طبع عرش پرواز ۔ ستارے توڑ لائے آسمان کے
بلاغت کوٹ کر اس مین بھری ہے ۔ فصاحت صدقے شوخی بیان کے
چمک کر کہتے ہین مضمون نئے ہے ۔ شگفتہ پھول ہین طبع روان کے
تغزل پر فدا ہے شیدا بیانی ۔ زبان پر صاد ہین اہل زبان کے
نگینا ایک اک مصرع جڑا ہے ۔ تمامی شعر اس دیوان کے بانکے
ہر اک جا ہے نقاب خوش بیانی ۔ عروس نظم کے چہرے کو ڈھانکے
کہین مذکور ہجر دلربا کا ۔ کہین ہین تذکرے سوز نہان کے
کہین ہے ذکر آہ نارسا کا ۔ گلے شکوے کہین ہین پاسبان کے
تغافل ہائے بیجا کا کہین ذکر ۔ کسی بیجا تذکرے ناز بتان کے
کہین ہے رنجی صیاد کا ذکر ۔ کہین چرچے ہین جور باغبان کے
یہی عطر سخن وہ ہے کہ جس سے ۔ معطر ہین مشام اہل جہان کے
نہ دیکھو کوئی دیوان اس کو دیکھو ۔ کہ اس مین جلوے ہین کون و مکان کے

کہو کے ساتھ ہے آزاد تاریخ — تمامی شعر اس دیوان کے بانکے
۱۳۰۶ھ

ولہ

اک عمر سے تھا شوق جہان کو جسکا — لو اب وہ چھپا کلام نیر والا
اس طبع کی آزاد کہو تم تاریخ — نیر نکتہ سخن گوہر آبدار چھپا
۱۳۰۶ھ

طبعزاد حضرت آغا مرزا عالیجناب مولوی سید سجاد علی صاحب وظیفہ یاب حسن خدمت و دوم تعلقداری سرکار عالی

سحر نطق عزیز جنگ ولا — شد بہ نیرنگی سخن منسوب
از فروغ طبیعتش روشن — مشرق و مغرب و شمال و جنوب
آسمان پایۂ بلند خیال — فکر عالی زر فکرتش محجوب
حکمت او خیال مضمون را — کرد حسن ادا بخوش اسلوب
کلیات کلام از دو ویش — در جمیع صفات تو خوش و خوب
چہ قصیدہ چہ قطعہ و چہ غزل — ہمہ طبع لطیف را مرغوب
مطلع و مقطعش ز مہر سخن — سکہ شست ہیات طلوع و غروب
سخنش آمدہ بقالب طبع — شد مطبوع جہان بدل مرغوب
خامۂ کاتب است خیلے خوش — طبع مطبوع او ست خیلے خوب
طبعش ارباب فکر را مطبوع — طالبش را بدست او مطلوب
اثر نکتہ سنج سالش گفت — جملہ نظم ولا عزیز قلوب
۱۳۰۶ھ

ولہ

نقاد سخن لسان جہان سحبان — شمس العلماء جلیل الشان ...

مطلوب خرد و ہر تصنیفش مرغوب جہان ہر پارۂ نقش
مطبوع جہان نظم و نثرش پر زایب تفاخر سحر نگارش
ہر نکتۂ پر معنی معاوش زیبندہ بطبع و قادش
تصنیف امیر خستہ زبان قلمرو بیان روان
و صحن جمیش صحیح و مسا انتقاد طبیعت ہوش ربا
اینک بظفر و بطبع روان بنوشت آخر سال انہوا

آمد بصف ذوق و غالب چون کرد ولا آہنگ سخن
معیار فصاحت دیوان دیوان سخن فرہنگ سخن
یک حرف تمادی عار غزل یک قطعہ اندر ننگ سخن
دیوان بلا سحر بیان در فن سخن از رنگ سخن
اصناف جواہر جلوہ فزا موزونی او ہم رنگ سخن
حسن افکار طبع ولا سحر بیان نیرنگ سخن
۱۹۱۹

ولہ

نواب عزیز جنگ ذیشان — شمس العلما ہے ہند۔ فاضل
ہر فن میں مہارت ان کی عالی — ہر علم میں جامع فضائل
علمی خدمات میں شب و روز — محمود ہیں آپ کے مشاغل
ہیں آپ مؤلف صحائف — جیسے کہ مصنف رسائل
کر دکھلاتے ہیں اس کو جیسے — ہوتی ہے طبیعت ان کی مائل
یکتا ہے زمان یگانۂ دہر — ہیں فن سخن میں فرد کامل
ثابت و سخن ولا تخلص — سنجیدہ مشاغل و خصائل
روشن ہے طبیعت انکی جیسے — ہے چرخ سخن پہ ماہ کامل
اصناف قصیدہ و غزل میں — ہمپایۂ انوری و بیدل
مضمون میں رباعیات انکی — عمر خیام کے مقابل
ہے ان کی فکر۔ چرخ پیما — آسان انہیں ہر زمین مشکل
آگاہ نکات شاعری ہے — جو مشق کہن سخن میں حاصل

اردو کی زبان کے ہیں حاکم　اوصاف سخنوری ہیں کامل
رنگین سخنی میں رشک گل ہیں　نغمات میں غیرت عنادل
ہر ایک سخنور معاصر　ہے ان کی سخنوری کا قائل
مطبوع ہے کلیات ان کا　اس نظم کو چاہتا ہے ہر دل
نیرنگ سخن ہے نام اس کا　اس رنگ میں اپنا ہی مماثل
ہاں فکر اثر سے اس زمین میں　دو تاریخیں ہیں اس کے قابل
ہے نظم تولا (یگانۂ دہر) ۱۳۳۲ھ　نیرنگ سخن طلسم مشکل ۱۳۳۲ھ

ولہ

انه الدیوان حالی کالسماء　فیه ابیات تجری فی [illegible]
ارّخ الفکر البلیغ بالبداہہ　عامہ النظم الفصیح للولاء ۱۳۳۲ھ

طبع زاد حضرت احسن۔ عالیجناب مولوی سید علی احسن صاحب مارہروی ایڈیٹر
رسالہ فصیح الملک

کھل گیا دیوان کے چھپنے کا حال　خط والے تو لا جس دن ملا
ہے مسلّم صاحب دیوان کا آج　فیض علم و فضل و مجد و اعتلا
سعی نواب عزیز جنگ سے　ہو گئی مرآت معنی کی جلا
صفحہ صفحہ اس کا [illegible] صحن چمن　تختہ گلہائے سخن کا جب کھلا
ہے کہیں تصویر معشوق آشکار　ہے کہیں تقدیر عاشق کا گلا
بعض شعر ایسے ہیں اس میں [illegible]　شیر ہو جائے سے شیشہ [illegible]
ہے غرض تصنیف سے نشر علوم　دو تاریخیں ہیں [illegible]

غالی الذہن اُن کو دین گے داد کیا
پائیں گے خلّاقِ معنی سے صلا

گرچہ ہیں باہم بعید المشرقین
لیکن اپنا اُن کا ہے اِک سلسلا

یعنی ایک اُستاد کے شاگرد ہیں
دونوں رنگِ داغ کے ہیں مبتلا

لکھدو احسنؔ مصرعِ تاریخِ طبع
گوہرِ نایاب ہے نظمِ ولا
۱۳۳۷ھ

ولہ

نوّاب نامدار جناب سیر جنگ
گو در جہان بوجہ تصانیف اشہرست

چندین کتاب ہاے مفید برائے خلق
تصنیف جمع کرد و ہمہ خوب و بہترست

با وصفِ ضعف و کبرِ سنی با صد انہماک
ہر دم ہمین ز مشغلۂ فکر برترست

فی الحال کلیات در اُردو نمود جمع
ہر شعر اندران چو گلِ تازہ و ترست

دلچسپ و دل پسند بود ہر چہ از سخن
چون سلکِ دُر بسفتہ درین نظم و دفترست

ہر صفحہ است مصرعِ موزون چو قدِ یار
یا زیبِ صحنِ باغ ز سرو و صنوبرست

ہر حرف در سخن چو نگینہاست [illegible]
ہر نقطہ بر حروف درخشان چو گوہرست

بہر معاصران فنِ آمد صلا و لے
و ز بہر شاعرانِ نو آموز رہبرست

احسنؔ نوشت مصرعِ تاریخِ طبع کلی
دلکش ہمہ کلام و لاے سخنورست
۱۹۱۹ء

طبعزاد حضرت اخترِ عالیجناب استاذی مولوی لطیف احمد صاحب مینائی ناظم
اُمورِ مذہبی سرکارِ عالی

نکلا ہے وہ کلیات چھپ کر
جو گنجِ معانی و بیان ہے

منظورِ نگاہِ اہلِ بینش
مطبوعِ دلِ سخنوران ہے

کہتے ہیں یہ آبدار اشعار
کیا طبعِ ولا گہر فشان ہے

ہر معنی تازہ و شگفتہ — قالب میں سخن کے مثل جان ہے
یہ نقش ہے یادگار عالم — یہ رنگ بہار جاودان ہے
مطلع ہے کہ نیّر درخشان — مصرع ہے کہ سرو بوستان ہے
نقطے ہین چمک مین عقد پروین — ہر سطر ہے رشک کہکشان ہے
جو لفظ ہے نشتر رگ جان — جو بات ہے تیر بے کمان ہے
اللہ رے بلندی مضامین — ایک ایک زمین آسمان ہے
گلہائے سخن چمن چمن ہین — مضمون ادق جہان جہان ہے
اشعار مین ہین نکات کیا کیا — سمجھے گا وہی جو نکتہ دان ہے
دیوان مین حسن و عشق کا ذکر — لیلےٰ مجنون کی داستان ہے
دیوان بہت چھپے ہین لیکن — یہ لطف یہ تازگی کہان ہے
القصہ یہ شاعری سراپا — دلکش دلچسپ دلستان ہے
اختر تاریخ طبع اسکی — تصنیف ولا ہے ترزبان ہے

۱۳۳۶ھ

طبع زاد حضرت امیر حیدر آبادی۔ عالیجناب مولوی میر حسن علی خان صاحب جاگیردار و منصبدار

واہ کیا نظم ولا ہے پر اثر — جس نے دیکھا کہہ دیا صلّ علیٰ
اے مسیحائے سخن معجز نما — شاعری کا نام زندہ کر دیا
نظم رنگین ولا ہے نامور — کیا سراپا ہے نفیس و خوشنما
دفعتہ پڑجائے گر اسپر نظر — دیدۂ اعمیٰ مین آجائے ضیا
دیکھ لین خوبی جو اسکی خوبرو — خوبیون پر جان و دل کردین فدا

دل سے ہی ہر ایک اس کا مدح خوان
رنگ نیرنگ سخن کا ہے نیا

صفحہ صفحہ روکش حور جنان
لفظ لفظ اس کا ہے ہر اک [illegible]

کیا مصفا کیا مجلا ہے کلام
کیا نرالی اس کی ہے ہر اک ادا

آتش و ناسخ کہین ذوق و نصیر
رنگ مرزا کا کہین ہے میر کا

روزمرہ صاف ستھری بول چال
بارک اللہ مرحبا صد مرحبا

بے بہا تاریخ ہاتھ آئی امیر
گوہر نایاب ہے نظم وِلا
۱۳۲۷ھ

ولہ

کیا کرون تعریف اس دیوان کی
شاعری دنیا مین ہے یہ خاص چیز

اے امیر اب لکھدو تم تاریخ طبع
کلیات شاعر یار عزیز
۱۳۲۷

ولہ

خوش نہ ہو کیونکر جہان شاعری
اب وِلا صاحب کا دیوان چھپ گیا

سال ہجری یہ لکھا مین نے امیر
ہے مجلا نظم اردو سے وِلا
۱۳۲۷

ولہ

کیا کرون مین مدح اسکی اے وِلا
آپکا دیوان ہے نیرنگ سخن

مصرع تاریخ لکھتا ہے امیر
طبع احسان ہے نیرنگ سخن
۱۳۲۷ھ

ولہ

کیا ہو اس دیوان کی تعریف اے امیر
مخزن اشعار ہے نظم وِلا

طبع کی تاریخ تم لکھدو یہی
واہ کیا ہموار ہے نظم وِلا
۱۳۲۷ھ

طبعزاد حضرت انور رسا عالیجناب مولوی محمود احمد صاحب مینائی خلف الرشید حضرت امیر مینائی

نیرنگ سخن ہے نور افشان اک طرفہ یہ مجموعہ ہے
پرسوز مضامین برق تپان اک طرفہ یہ مجموعہ ہے

ہر معنیِ نازک نشتر ہے ہر لفظ چمک میں گوہر ہے
ہر سحر غزل ہے سحر روان اک طرفہ یہ مجموعہ ہے

اشعار دوا ہے درد جگر افکار ہیں نسخے چارہ گر
اکسیر کے نسخے ہوں قربان اک طرفہ یہ مجموعہ ہے

کیا جدت ہے کیا ندرت ہے کیا شان ہے کیسی شستہ ہے
کہتا ہے یہ خود انداز بیان اک طرفہ یہ مجموعہ ہے

دل لوٹ ہے چنچل وہ باتیں اک ایک ادا ہے سحر نما
معشوق ہے گویا غمزہ کنان اک طرفہ یہ مجموعہ ہے

شیرازۂ دفتر سحر و فسون سرچشمۂ معنی گوناگون
گلدستۂ بزم سخن سنجان اک طرفہ یہ مجموعہ ہے

ہیں مست سخن جودت والے مضمون کے نیارے متوالے
ساقی نے سجائی ہے کیا دکان اک طرفہ یہ مجموعہ ہے

مذکور فراق و وصال کا ہے کچھ ذکر بھی ہے کہیں رنج و ملال
آئینۂ رنگ بہار و خزان اک طرفہ یہ مجموعہ ہے

ہر صنف میں گوہر افشانی اسرار و نکات و ہمہ دانی
غزلوں کا بھی شامل ہے دیوان اک طرفہ یہ مجموعہ ہے

دل تھام لیا دیکھا جسنے کی آہ نہ سنکر کس نے
ہیں شعر نکیلے تیر و سنان اک طرفہ یہ مجموعہ ہے

انور جب چھپے افکار و آیا مصرع سن نکلا زیبا
نیرنگ سخن نیرنگ زبان اک طرفہ یہ مجموعہ ہے

طبعزاد حضرت برتر ۔ عالیجناب مولوی محمد نادر علی صاحب یادگار غالب دہلوی

طبع عزیز جنگ بہادر ہے آئینہ
دنیائے شاعری میں ہے مشہور انکا نام

شہرہ ہے انکے خامۂ معنی طراز کا
ہر حسن سے جو نظم کا کرتا ہے اہتمام

تھی انکی کلیات کی مدت سے آرزو
شائع ہوا ہے اب وہ بصد شان و احتشام

اصناف شاعری کے نمونے سب آ گئے ہیں
لینگے بقدر ذوق مزے اسکے خاص و عام

مضمون بلند صاف زبان چست بندشیں
تعقید کا نشان ہے نہ مغلق کلام میں نام

برتر کو سال طبع کا جب آگیا خیال
ہاتھ آیا بحر فکر سے یوں گوہر مرام

تاریخ طبع کی سر انصاف سے رقم
کیا شاہد سخن ہے یہ مجموعہ کلام

طبعزاد حضرت تقی ـ عالیجناب مولوی تقی حسن صاحب ـ صاحب ضلع ـ و مجسٹریٹ درجۂ اوّل ضلع اطراف بلدہ

باغ سخن پہ فضل خدائے قدیر ہے
جو عندلیب طبع کا فی الضمیر ہے

استاد وقت ماہر فن کا ہے یہ کلام
نشتر ہر ایک لفظ ہے ہر شعر تیر ہے

دیکھو تو کیا کلام فصاحت نظام ہے
ناظم زمین پر ہیں فلک پر دبیر ہے

بلبل نے سر نکال کے غنچے سے یہ کہا
دیوان یہ ولا کا (عدیم النظیر ہے)

۱۳۲۸ف

طبعزاد حضرت جلیل ـ عالیجناب استاذی مولوی حافظ جلیل حسن خان بہادر استاذ السلطان نواب فصاحت جنگ۔

ہم نے دیکھے ہیں بہت نیرنگ دہر
سب سے بہتر ہے یہ نیرنگ سخن

کیسے کیسے ہیں مضامین آبدار
گنج گوہر ہے یہ نیرنگ سخن

معنیِ تر کا نئے اشعار کا
ایک دفتر ہے یہ نیرنگ سخن

صفحہ صفحہ نور سے معمور ہے
ماہ پیکر ہے یہ نیرنگ سخن

کیوں نہ ہو تفریح اسکی سیر سے
روح پرور ہے یہ نیرنگ سخن

حاسدان شاعری کے واسطے
تیغ و خنجر ہے یہ نیرنگ سخن

نکہت گلہائے رنگا رنگ سے
کیا معطر ہے یہ نیرنگ سخن

کوئی دیکھے طبع کی موّاجیان
اک سمندر ہے یہ نیرنگ سخن

رنگ دکھلاتا ہے جو اعجاز کا
وہ فسونگر ہے یہ نیرنگ سخن

مرغ معنی جو فلک پرواز ہے
اُس کا شہپر ہے یہ نیرنگ سخن

طبع کی تاریخ لکھ تو بھی جلیل
ایک دلبر ہے یہ نیرنگ سخن

طبعزاد حضرت رسا۔ عالیجناب مولوی غلام مصطفیٰ صاحب مہتمم کروڑگیری سرکار عالی۔

ولا نے وہ بنائے نظم ڈالی / دکن میں بن گیا ایوانِ اردو
لکھا ہے کلیات اس درجہ رنگین / بجا ہے گر کہوں سحبانِ اردو
نکالیں غوطہ غواص مضامین / کہ ہے یہ بحر بے پایانِ اردو
برنگ نوگلِ مضمون کھلے ہیں / یہ دیوان ہے کہ ہے بستانِ اردو
رسا تاریخ کہدے طبع کی یوں / ہے نیرنگ سخن دیوانِ اردو
۱۳۲۶

ولہ

شمس العلما علامہ۔ ولا / ہے شاعرِ نکتہ دانِ اردو
مطبوع ہوا ولا کا دیوان / یا ضابطۂ زبانِ اردو
تاریخ رسا یہ تو بھی کہدے / نیرنگ سخن ہے کانِ اردو
۱۳۲۶

طبعزاد حضرت رعد۔ عالیجناب مولوی محمد صدیق خان صاحب جونپوری تلمیذ حضرت جلیل

بستان مضامین ہے یہ نیرنگ سخن / رشک گل و نسرین ہے یہ نیرنگ سخن
ہے مصرع تاریخ شگفتہ اے رعد / گلدستہ رنگین ہے یہ نیرنگ سخن
۱۹۱۹ء

طبعزاد حضرت شیخ۔ عالیجناب حاجی مولوی حکیم سید ظہیر حسن خان صاحب دہلوی

طبع گردید کلیات ولا / ہست بیکش بلند و بایستہ
سنہ ہجریش نوشت سنا / کلیات عزیز و شایستہ
۱۳۲۶

ولہ

کلیات نظم مولانا ولا چون جمع شد / زاشتیاق نقش پیدا عالم گذشت آنچہ گذشت
از زبانم وزلب ہاتف برآمد سال طبع / بندہ گفتم (کلیات دلپسند) او (آنچہ گذشت)
۱۱۰۰ + ۲۲۶

طبعزاد حضرت شاد - عالیجناب مہاراجہ یمین السلطنۃ سر کشن پرشاد بہادر جی - سی آئی ای

پیشکار سلطنت آصفیہ

ہین عزیز جنگ - سر تا پا وِلا / خوش بیان خوش کلام و خوش مقال
ذات سے انکی عروج علم و فن / دم سے انکے رونق فضل و کمال
نثر انکی بے نظیر و بے عدیل / نظم انکی لاجواب و بے مثال
انکی تصنیفات فیض جاریہ / انکی تالیفات گنج لازوال
چھپ چکا ہے انکا کلیات نظم / جس کا ہر ہر شعر ہے سلک لآل
جمع ہین اس مین سب اصناف سخن / جو ہمہ دانی کی ہے بین مثال
کیا رباعی کیا قصیدہ کیا غزل / ہین سبھی شوخی مین ہم طرح غزال
اس کا ہر مصرع عزیز مصر دل / ہے خریدار اس کا ہر یوسف جمال
بیت ابرو مطلع برجستہ ہے / نقطہ نقطہ عارض دلبر کا خال
صاف و شستہ ہے زبان بندش چست / ستھرے ستھرے اور پاکیزہ خیال
شاد کیون ہے فکر تاریخ اسقدر / واہ نظم دلفریب اس کا ہے سال

۱۳۲۶ف

طبعزاد حضرت شوکت - عالیجناب مولوی سید کاظم علی صاحب بلگرامی (وظیفہ یاب)

صدر محاسب پائیگاہ سروقار

عزیز جنگ بہادر کا چھپ گیا دیوان / نہ کیون ہون خرم و دلشاد قدردان جلا
زبان بریدہ قلم کیا کرے ثنائے سخن / ہر ایک بزم مین ہے شہرہ بیان ولا
کہین نہ بحر معانی کی موج کیون اسکو / رکی کبھی نہ کسی بزم مین زبان ولا
کتابین بیسیون تالیف کی ہین اور تصنیف / وہ شہر تصنیف تحریر ہے نظم دلستان ولا

وہ ملک کے تھے قوانین اور قواعد علم / یہ حسن و عشق کے آئین اور بیان ولا

کس طرح ہو بھلا دلنشین یہ محسن کلام / بیان عشق و محبت کا اور زبان ولا

سنا کو مصرع تاریخ طبع اسے شوکت / بہار عشق دکھائے گا گلستان ولا ۱۳۳۲ھ

ولہ

آن عزیز جنگ مہر اوج علم / مہر گوہر ہست دیوانش ولا

گوش کن عام ہلالی بہر طبع / گفت ہاتف چاپ شد نظم ولا ۱۳۳۲ھ

ولہ

نظم صحیح ولا طبع ہوئی ہے دلا / داد دے اس کا صلہ دیکھے سبا اہل ولا

حسن یہ دیوان کا ہے باغ جانان کا ہے / یا چمنستان کا ہے غنچۂ رنگین کھلا

ہر غزل با صفا آئینہ حق نما / شمع سخن کی ضیا تیغ زبان کی جلا

محو تحیر رہے غرق تفکر رہے / جب یہ تصور رہے شاہد معنی ملا

تو رہے مضمون بند ہے نازک موزون پسند / گیسوے شبگون بند ہے غنچۂ خاطر کھلا

دل سے نکالیں ملیں عشق کی آہیں بنیں / چرخ سے آہیں ملیں عرش کا پایہ ہلا

نظم کی ہے اور لے شعر ہے کچھ اور شے / جام محبت کی مے ساقی گلرو پلا

قصد جو شوکت ہوا مصرع تاریخ کا / سال ہلالی ملا شاہد نظم ولا ۱۳۳۲ھ

طبع زاد حضرت صفا - عالیجناب مولوی عبدالواسع صاحب پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی

طبع شد گلدستۂ گلہاے نظم / دلفریب و دلپذیر و دلربا

چون صبا پرسید تاریخش ز دل / گفت گلزار خیالات ولا ۱۳۳۲ھ

طبع زاد حضرت ضیا - عالیجناب مولوی نور الضیاء الدین صاحب مفتی مجلس عالیہ

عدالت سرکار عالی

از سحر بیان فسون شکن فکر ولا — موسوم بہ (نیرنگ سخن) فکر ولا
جادو سخنم خبیبا بفکر سالش — (نیرنگ سخن) بستہ کہن فکر ولا ۱۹۱۹

طبعزاد حضرت عابد۔ عالیجناب نواب عابد علیخان بہادر صولت جنگ مرحوم جاگیردار سلطنت آصفیہ

چنین کلیات ولا چاپ شد — تو گوئی کہ طبعش قند نظم سفت
پے عابد سروش از پئے سال او — کلام فصیح و بلیغے بگفت ۱۳۴۳ھ

ولہ

دکن میں کلیات اک چھپ چکا ہے — اسی کا تذکرہ اب جا بجا ہے
سن فصلی بتادو تم بھی عابد — بہارستان اشعار ولا ہے ۱۳۴۳ف

طبعزاد حضرت قاضی عالیجناب مولوی سید عبدالرزاق صاحب سشن ناظم جاگیرات عالیجناب نواب فخر الملک بہادر

چھپا مطبوع وہ دیوان اردو — ہوئی جس سے دو بالا شان اردو
ہے ایسا افصح و ابلغ کہ اس کو — بجا ہے گر کہیں فرقان اردو
ہیں اس دیوان میں الفاظ جتنے — وہ ہیں الماس و لعل کان اردو
سخن کے مشتری اب ہند سے آئیں — دکن میں ہے کھلی دکان اردو
ولا کی آبیاری سے بلاشک — ہوا سرسبز پھر بستان اردو
رہے عاجز دلیران سخن سب — ولا نے سر کیا میدان اردو
دکن کا نام ہو کیونکر نہ روشن — ہوا طالع مہ تابان اردو

ہوا مضبوط دیوان ولا سے　　رکٹ ہیں پایہ ایوان اردو
نئی بندش ہے تازہ ہیں مضامین　　ہیں ترکیبیں بھی سب شایان اردو
کرے تقلید دیوان ولا کی　　یہ ہر شاعر کو ہے فرمان اردو
لکھو تاریخ عاصی روح افزا　　ہے نیرنگ سخن ہی جان اردو

طبعزاد حضرت عالی عالیجناب مولوی حکیم وحید الدین صاحب انچارج دواخانہ یونانی

حبذا سحر کلامی ولا　　طرح نو ریخت بانداز کہن
شاعرے باہنر و فضل و کمال　　مثل او نیست در احیاے کہن
یافتہ از فیض ازل دیوانش　　بہ ریاحین مضامین گلشن
پایۂ شعر رسانید باوج　　داد اعجاز وری داد بہ فن
زدہ حرف سن طبعش عالی　　زور اعجاز بہ نیرنگ سخن

ولہ

دیوان ولا معجزہ پرواز بنا　　ارباب معانی میں وہ ممتاز بنا
تاریخ لکھی طبع کی میں نے عالی　　نیرنگ سخن منبع اعجاز بنا

طبعزاد حضرت عزیز عالیجناب نواب عزیز یار جنگ بہادر ناظم عطیات و ناظم عدالت اطراف بلدہ

بارک اللہ یہ ولا کا ہے کلام　　خوب و مرغوب سراپا ہے کلام
نادر و بہتر و برتر اشعار　　اکمل و افضل و اعلیٰ ہے کلام
مردہ دل ہوتے ہیں زندہ اس سے　　رشک اعجاز مسیحا ہے کلام
اسکی تعریف کو ملتے نہیں لفظ　　کیا کہے کوئی یہ کیسا ہے کلام

تشنہ کاموں سے کہو آئیں ادہر — موج میں لیتا ہوا دریا ہے کلام
لائق مدح ہے نیرنگ سخن — قابل سیر و تماشا ہے کلام
خوب ہے مصرع تاریخ عزیز — بے نظیر آج یہ دیکھا ہے کلام

طبعزاد حضرت عشق - عالیجناب مولوی حبیب اللہ صاحب ناظم جاگیردار ضلع نلور صوبہ مدراس

خوب دیوان ولا نے لکھا — عشق یہ تازہ چمن اچھا ہے
سال بلبل کی زبان سے نکلا — رنگ نیرنگ سخن اچھا ہے
۲ + ۱۳۳۵ = ۱۳۳۷

ولہ

کلیات ولاست نیرنگ سخن — مجموع طلسم ہاست نیرنگ سخن
شکر اندا دست سال تاریخ اے عشق — از (سحر بیان) عطاست (نیرنگ سخن)
۱۹۱۹ء

ولہ

خان بہادر عزیز جنگ نے عشق — خدمت شاعری ادا کی ہے
شوخیٔ لفظ و بندش مضمون — کیا کہوں میں کہ کس بلا کی ہے
نظم اور نثر دو کی شرکت سے — خوب تصنیف یہ ولا کی ہے
۲ + ۱۳۳۵ = ۱۳۳۷

طبعزاد حضرت علامی - عالیجناب مولوی محمد فصیح الدین احمد خانصاحب - ایچ - سی - یس معتمد سرکار عالی صیغہ مالگذاری

ناظم چرخ شعرا ہم عصر ضیا شمس العلما — چمکا عالم میں نام اسکا مذکور ہی صبح و شام اسکا
ہے اسکی جگہ ہر اک دل میں تعریف اسکی ہر محفل میں — مخلوق دعا ہی دیتی ہے دعا مقبول ہے ہر اک کام اسکا
یکتا ہو ہر اک تالیف اسکی ہے وقف ہر اک تصنیف اسکی — شکر نعمت محنت کا صلہ عالم کی دعا انعام اسکا

جب تک کہ رہے آباد رہے دل اسکا ہمیشہ شاد رہے
خالق سے یہی ہے اپنی دعا یا رب بخیر انجام اسکا

سبحان اللہ کیا خوب چھپا اشعار ولا کا مجموعہ
اس لطف بیان کا کیا کہنا مقبول جہاں ہے کلام اسکا

جدت ہے طبیعت میں انکی مضمون نیا ترکیب نئی
ہے فکر کہن کا یہ صدقہ حصہ ہے قبول عام اسکا

گلزار سخن میں یاں ہے گل عاشق اسکا گویا بلبل
نالوں سے ہے عاشق نغمہ سرا معشوق چمن گلفام اسکا

پیچیدگی مضمون ہے کہیں یعنی وصف زلف شکین
ہے دل عاشق پھیدا بنا پیچ و خم کاکل دام اسکا

برجستہ فکر علامی ۔ تاریخ دیوان ناجی
افکار ولا کا رنگ نیا (نیرنگ سخن) ہے نام اسکا
۱۹۱۹ء

طبعزاد حضرت فاضل ۔ عالیجناب مولوی سید محمد غلام جبار صاحب رکن مجلس عالیہ
عدالت سرکار عالی

شمس العلما ولا کا والا ہے کلام
ہے اپنی نظیر آپ کیا اس میں کلام

تاریخ بھی ہاتف نے فاضل کیا خوب
(نیرنگ سخن) ہے حسب حال اسکا نام
۱۳۳۷

طبعزاد حضرت قادر ۔ عالیجناب مولوی سید قادر حسین صاحب داروغہ فراشخانہ مبارک

کیوں نہ ہو طرز ولا ہر دلعزیز
بسکہ ہے سب سے الگ رنگ سخن

طبع کی تاریخ قادر نے کہی
واہ نادر ہے یہ نیرنگ سخن
۱۳۳۷

طبعزاد حضرت قاصد ۔ عالیجناب ابو طیب مولوی محمد یحیی صاحب منشی فاضل
مولوی فاضل ۔ وکیل درجہ اول

نواب عزیز جنگ ولا استاد سخن شمس العلما
اس آپ کے اردو دیوان کی ہے طرز نئی انداز نیا

قاصد نے کیا تاریخ کا قصد آئی اسی ہاتف سے ندا
مطبوع ہوا ہے یہ زیبا نیرنگ سخن دیوان ولا
۱۳۳۷

ولہ

لو طبع ہوا یہ کلیات اردو
دیوان ولا یہ کلیات اردو

قاصد سے یہ تاریخ کہی ہاتف نے
کیا خوب چھپا یہ کلیات اردو ۱۳۲۴

ولہ

زلا کی صاف و پاکیزہ زبان ہے
بڑھی ہے جس کی کہ ملک میں شان اردو

سنا دو مصرع تاریخ قاصد
ہے نیرنگ سخن دیوان اردو ۱۳۲۴ھ

طبعزاد حضرت قیصر۔ عالیجناب مولوی ابوالحسن صاحب تعلقدار کورٹ آف وارڈز

ہے تیرے کلام رنگین سے
سرسبز ہوا گلزار دکن

رنگینی مضمون کا صدقہ
رنگین بنا گلزار دکن

ہے تیری طبع روان کا اثر
جاری ہین سب انہار دکن

مجموعۂ رنگین مین قیصر
دیوان ہے گل بے خار دکن

ہے نغمۂ بلبل سال اس کا
نیرنگ سخن ہے بہار دکن ۱۳۲۴ھ

طبعزاد حضرت کوکب عالیجناب مولوی میرزا عبد سبحان صاحب ریٹائرڈ ناظم مردم شماری

مجموعۂ کلیات نظم ہموان
شمس العلما عزیز جنگ ذی شان

شائع شد و گفت سال طبعش کوکب
مطبوع سخنوران و مقبول جہان ۱۳۲۴ھ

طبعزاد حضرت کیفی ۔ عالیجناب مولوی سید رضی الدین حسن صاحب قادری حیدرآبادی

ادیب نکتہ رس فاضل محقق
ولا سے خوش بیان خوش فکر خوش خو

چھپی ہین مختلف جن کی کتابین
ہوئی ہین شہرتین عالم مین ہر سو

انھین سارا زمانہ جانتا ہے
کہ وہ رکھتے ہین ہر اک فن پہ قابو

چھپا ہے اندنون اردو کا دیوان
اسے ہم معجزہ سمجھین کہ جادو

کہا کیفی نے سال طبع اس کا
ہے نیرنگ سخن دیوان اردو ۱۳۲۴ھ

طبع زاد حضرت گوہر - عالیجناب نواب محمد منور خان صاحب یادگار کرناٹک ، فیاملی

نیرنگ سخن کا ہر ورق ہے — آئینہ حسن خوش کلامی
گوہر نے کہا یہ سال اوس کا — ہے نظم ولا فصیح و نامی ۱۳۲۷ھ

ولہ

این جان شاعریست کہ نظم عزیز جنگ — این سحر سامریست کہ جادوست یا فسون
ہر دل عزیز مصرع تاریخ گوہر است — اشعار آبدار و الطبع شد کنون ۱۳۲۸ھ

طبع زاد حضرت طبعی - عالیجناب مولوی میر مسعود علی صاحب ناظم عدالت صوبہ گلشن آباد میدک علاقہ سرکار عالی

سر شاعران احمد عبد العزیز — خطابش عزیز و تخلص ولا
سخن سنج دیرینہ روشن خیال — سخن گوی خوش فکر شیرین ادا
بیانش مسلسل چو سلک گہر — زبانش مصفا چو آب بقا
بہار سخن را از و صد نوی — گلستان فن را از و صد نوا
بچشم تامل نظر کن کہ او — سخن را رساند از کجا تا کجا
چو شد در پی چاپ دیوان خود — بگوشم رسید از سروش این ندا
ہویداست تاریخ طبع کلام — ز نظم گرانمایہ سیبے بہا ۱۳۲۷ھ

طبع زاد حضرت موجد - عالیجناب خان بہادر نواب عبد الباری خان صاحب یادگار کرناٹک فیاملی

تصنیف عزیز جنگ شد طبع — گوئی کہ دلیل لطف بیچون
نیرنگ سخن شگفتہ نامش — از طرفگی کلام موزون

نیرنگیِ فکر جدت اوست — باطرز نوی و تازہ مضمون
مع جلد نوشت سال شمسی — نیرنگ سخن کلام افسون

طبعزاد حضرت ناظم ۔ عالیجناب مولوی محمد علی خان بہادر ناظم ملازم صرف خاص مبارک

اسے سب جانتے ہین جان اردو — مگر ہم کہتے ہین ایمان اردو
کلام شاعر رنگین بیان ہے — نہ کیون رنگین ہو پھر دیوان اردو
فصاحت کو مگر اس مین بھری ہے — نظر آتی ہے اس سے شان اردو
بلاغت کا پتا چلتا ہے ہر جا — مہیا ہو گیا سامان اردو
کہو تاریخ ہجری تم بھی ناظم — ہے نیرنگ سخن دیوان اردو

طبعزاد حضرت نظم عالیجناب مولوی سید علی حیدر خان نواب حیدر یار جنگ بہادر طبا طبائی
لکھنوی استاد شاہزادگان بلند اقبال دام اقبالہم

کلیات ولا کا دل ہے مفتون — لاریب نئے نئے ہین اسکے مضمون
تاریخ بیان واقعی ہے اے نظم — نیرنگ سخن ہے نام اسکا موزون

طبعزاد حضرت نعمانی ۔ عالیجناب مولوی عبد الجلیل صاحب نعمانی وظیفہ یاب سرکار عالی

ہے سحر بیان ولاے سحبان سخن — ز نیرنگ سخن اسے بڑھ گئی شان سخن
نعمانی نے کہی یہ اس کی تاریخ — کلیات ولا ہے جان سخن

طبعزاد حضرت واقف ۔ عالیجناب مولوی حکیم امتیاز حسین خان صاحب ابو العلائی

اس کے سوا جہان مین کیا ہے عزیز دل — ہم کو تو کلیات ولا ہے عزیز دل
آغاز مین تو شرح حیوۃ العزیز ہے — نیرنگ بھی سخن کا چھپا ہے عزیز دل
معشوق جان نواز ہے محبوب دلفریب — اسکو عزیز جان کہون یا ہے عزیز دل

واقف یہ سال طبع بھی رہ جائے یادگار
نظم عزیز جنگ ولا ہے عزیز دل
۱۳۳۷

طبعزاد و قا ابن ولا۔ مولوی رکن الدین احمد ناگلی تلمیذ حقیر حضرت اختر مینائی

ہے پرتو اختر سے طبیعت مری روشن
محتاج نہیں ہون مین کسی اور ضیا کا

مجموعۂ مطبوع ہے جسکی مری تاریخ
ممنون دل و جان سے ہون مین اس لطف و عطا کا

نیرنگ سخن سحر بیانی ہے ولا کی
جادو سے بیان سحر ہے فکر شعرا کا

نیرنگ کے صفحات سے آئینہ بنا ہے
فوٹو کسی طناز کے انداز و ادا کا

عیار کا پیمان غلط اس کا ہے ہیرو
ناول ہے یہ نیرنگ سخن نقض وفا کا

بے پردگی از غیر کہین شرم کا باعث
شکوہ کہین عشاق کو ہے شرم و حیا کا

آہون کے غبارون سے برستی ہین کہین اشک
ہوتا ہے کبھی محفل جانان مین دہما کا

یہ ہے کسی معشوق خیالی کا سراپا
یہ حسن تصور مین ہے تصویر کا خاکا

معروف ہے عشق گل و بلبل کا فسانہ
مشہور ہے ہر غنچہ پہ احسان صبا کا

افسانہ پرانا ہے مگر رنگ نیا ہے
نیرنگی عالم ہے کہ موضوع ولا کا

ہے حامل تاریخ و قا مصرع آخر
ہاتف کی صدا کہیے کہ الہام خدا کا

ہے اسکے مصنف سے مورخ کو ارادت
ارشاد ہے (نیرنگ سخن) فکر ولا کا
۱۹۱۹ء

ولہ

مطبوع ہوا یہ مجموعہ معیار ضمیمہ ہی اسکا
وہ جامع کل اشعار ولا یہ منتخب فرہنگ سخن

تاریخ کی مین نے فکر جو کی ہاتف سے و فا یہ صدا آئی
ہے کلیات نایاب افکار ولا (نیرنگ سخن)
۱۹۱۹ء

ولہ

سر سبز ہوا فکر ولا کا گلزار
اس رنگ نوی پر گل و بلبل ہین نثار

ہے نغمہ سال بلبل فکر وِلا — نیرنگ سخن ہے گل جاوید بہار
۱۳۳۷ھ

لمصنفہ وِلا۔ خادم الشعرا۔ خان بہادر نواب عزیز جنگ بہادر۔ شمس العلما۔

(تقسیم مادۂ نیرنگ سخن)

بر افق مطلع سخن چو — شد مطبوع بحمد اللہ
روز اشاعت یافت وِلا — سال شود روشن چون مہ
صوری و معنویش تاریخ — سالش از تاریخ و مہ

سوم شہر ذیحجہ
۱۳۳۷ھ

طبعزاد حضرت ہاتف۔ عالیجناب مولوی حکیم محمد عاشق حسین صاحب ابو العلائی

نہایت شکر ہے رب العلا کا — چھپا ہے یہ کلام اردو وِلا کا
جہان کی دلفریبی اس مین موجود — یہ نیرنگ سخن ہے کس ادا کا
سرور سینۂ عاشق یہی ہے — یہی ہر آنکھ مین جلوہ ضیا کا
وِلا کی کلیات ایسی ہے دلکش — کہ غل ہے آفرین کا مرحبا کا
لکھون تاریخ اسکی مین بھی ہاتف — ہر اک دلدادہ ہے نظم وِلا کا
۱۳۳۷ھ

تمام شد

(سوم شہر ذیحجہ)

۱۳۳۷ھ